دو لہے کی سالیوں

دو لہے کی سالیوں

اوہرے دوپٹے والیوں

جوتے دے دو پیسے لے لو۔

ہال میں اس وقت رنگوں اور خوشبوں کا سیلاب امڈ آیا ہے۔ سامنے اسٹیج پر دولہا اور دلہن عروسی لباس زیب تن کئے کسی شہزادے اور شہزادی سے کم نہیں لگ رہیں ہیں، اسٹیج پر ہی دو لہے کے عین سامنے پانچ عدد لڑکیاں کھڑی ہیں جو کہ رشتے میں اس کی سالیاں لگتی ہیں۔ پانچوں نے ہی رنگوں کے فرق سے ایک ہی جیسے لباس پہنے ہوئے ہیں۔اس وقت اسٹیج پر زبردست بحث چھڑی ہوئی ہے۔ دو لہے صاحب ہکا بکا سے نظر آرہے ہیں جب کہ

دلہن صاحبہ کی ہنسی ہی تھمنے میں ہی نہیں آ رہی۔ اور پانچوں سالیاں اس وقت "پیسے دے دو، جوتے لے لو" کی عملی تفسیر بنے کھڑی ہیں۔

"یار! تم لوگ سمجھتی کیوں نہیں ہو، جتنے پیسے تم لوگ مانگ رہی ہو اتنے میں تو میں ایسے پانچ اور سیٹ لے لوں گا" دولہے نے بے چارگی سے کہا

"بھلے سے لے لیجیے گا لیکن ابھی تو پیسے دینے ہونگے" دولہے کی سب سے چھوٹی سالی نے کہا۔ لیکن دولہے کے کچھ کہنے سے پہلے ہی ایک سولہ سترہ سالہ لڑکا وہاں آن دھمکا

"ارے دولہے بھائی! اتنا بھی کیا گھبرانا، آپ کونسا پیدل گھر جارہے ہیں؟ گاڑی میں ہی جانا ہے نا؟ تو پھر بغیر جوتوں کے چلے جانا" نوعمر لڑکے نے اپنے تئیں خاصا مفید مشورہ دیا تھا۔ "میں بغیر جوتوں کے کیوں گھر جاؤں؟ جب کہ میرے جوتے میرے پاس ہیں؟" دولہے نے خاصی حیرانی سے پوچھا تو لڑکے کی نظریں دولہے کے پیروں تک گئی۔ جہاں دونوں جوتے اپنی جگہ پر موجود تھے۔

"ہیں؟ انہوں نے جوتے نہیں چرائے تو پھر کس بات کے پیسے مانگ رہی ہیں؟" لڑکا حیران ہوا

"کیوں کہ ان چڑیلوں نے جوتے نہیں بلکہ دولہے بھائی کا موبائل چرا لیا ہے" دولہے کے پیچھے کھڑے خوش شکل لڑکے نے اسکی معلومات میں اضافہ کیا

"چچ چچ چچ۔۔۔ہمارے خاندان کی لڑکیاں چورنی بھی بن گئی اب" دولہے کے پیچھے کھڑے ایک اور لڑکے نے شرارت سے کہا

"دیکھو! ہم بغیر پیسوں کے موبائل واپس نہیں کرینگے" دولہے کی نسبتاً سب میں لمبی سالی نے کہا

"یار۔۔۔" دولہا روہانسا ہو گیا لیکن یہاں کسی کو فرق ہی نہیں پڑا

پیسے دے دو، سیل فون لے لو

دولہے کی سالیوں نے لہک لہک کر گانا شروع کر دیا تھا۔ دولہا بیچارہ سر تھام کر رہ گیا تھا۔ یہ سالیاں تو اب ساری زندگی اس کے سر کا عذاب بنی تھیں۔

ارے۔۔۔۔۔ارے۔۔۔۔ایک منٹ، آپ یہاں کیا کررہے ہیں؟ یہ تو کہانی کا دی اینڈ ہے۔ اصل کہانی تو چھ ماہ قبل شروع ہوئی تھی۔ اور آپ کو دیکھ کر لگتا ہے کہ آپ بن بلایا مہمان بن کر آئے ہیں۔ جبھی اصل کہانی سے ناواقف ہیں تبھی تو ڈائریکٹ کہانی کے دی اینڈ میں ہی کود پڑے ہیں۔ خیر ہے۔۔۔۔ کوئی بات نہیں، اب ہم اتنے بھی برے نہیں کہ گھر آئے مہمان کو **(چاہے بن بلایا ہی کیوں نہ ہو)** باہر ہی نکال دیں۔ اب آپ آ ہی گئے تو پھر یہ جاننا آپ کے لئے بہت ضروری ہے کہ یہ کہانی ان پانچ سالیوں کی ہے۔ ارے آپ گھبرائیے نہیں، ہم انہی کی کہانی سنانے تو یہاں بیٹھے ہیں۔ اور یہ داستان سننے کے لئے آپ کو کسی ایک سائیڈ ہونا ہوگا یا تو دولہے کی سائیڈ یا دولہے کی سالیوں کی سائیڈ، اگر تو آپ دولہے کی سالیوں کے ساتھ۔ پھر تو چائے کا ایک گرما گرم کپ اپنے ساتھ رکھیے اور سکون سے تماشا دیکھنے بیٹھ جائیں۔ اور اگر آپ دولہے کی طرف ہیں **(یعنی کہ خالصتاً نارمل انسان ہیں)** تو پھر تو جوس کا ایک گلاس نہیں بلکہ پورا کنستر اپنے ساتھ رکھ لیں کیوں کہ آپ کا کافی سے زیادہ خون خشک ہونے والا ہے۔

چلیں پھر اپنی آنکھیں بند کریں۔اوہ ہو بھئی۔۔۔۔۔آپ کو اب سے چھ ماہ پیچھے لے کر جانا ہے نا۔ چلیں جلدی سے آنکھیں بند کریں اور ماضی میں جانے کے لئے تیار ہو جائیں۔ایک۔۔۔۔۔۔دو۔۔۔۔ تین۔۔۔۔چھپاک ۔۔۔

++----+----++----++----++----++----++----++----

چھ ماہ قبل:

یہ لیں جی، پہنچ گئے آپ ماضی میں، یہ جو سامنے محل نما گھر نظر آرہا ہے نا جس کے باہر، سلطان محل کا کتبہ لگا ہے۔ بس یہی ہے آپ کی منزل، یہ باہر سے حقیقتاً محل ہی لگتا ہے لیکن اندر کے حالات خاصے مختلف ہیں، یہاں سلطان سلیمان کے محل کی طرح نہ ہی کنیزیں موجود ہیں، نہ نوکر چاکر اور نہ ہی محلاتی سازشیں یہاں کا حصّہ ہیں۔ اب آپ کے کیا باہر ہی کھڑیں رہنے کے ارادے ہیں؟آیئے اندر تشریف لایئے۔مین دروازے سے لے کر گھر کے اندرونی دروازے تک سرخ اینٹوں سے بنی جو طویل روش نظر آرہی ہے نا بس اسی پر چلتے ہوئے آپ کو اندر جانا ہے۔روش کے دونوں جانب لان بنے ہوئے ہیں۔دائیں طرف دو نوجوان آپ کو فٹ بال کھیلتے ہوئے نظر

آ رہے ہونگے۔ جن میں سے ایک کافی دیر سے دوسرے پر جملے کس رہا ہوگا اور دوسرا غصّے سے برہم ہو رہا ہوگا۔

ان دونوں کا مکمل تعارف آپ کو بعد میں ملے گا، بھئی اب چھ ماہ آپ نے یہیں تو رہنا ہے۔ فلحال ان دونوں کے نام

جان لیں۔ ان میں سے جو شرارتی سا نظر آتا ہے اسکا نام تبریز ہے، دوسرا جو کافی برہم سا نظر آرہا ہے اسکا نام ہے

سفیان۔۔۔۔۔

اب ان دونوں کو یہیں چھوڑیں اور ذرا اس محل کے اندر تشریف لے آئیں۔ آ گئے اندر؟ شاباش۔۔۔۔اب محل

کو گھورنا بند کریں، اور لاؤنج میں نگاہ دوڑائیں۔ یہاں آپ کو کافی سے زیادہ لوگ نظر آرہیں ہونگے، ارے۔۔۔۔

آپ تو پریشان ہی ہو گئے، نہ بھئی، یہاں کوئی فنکشن نہیں ہے۔ یہ تو جی اس گھر کہ جملہ افراد ہیں۔ اور یہ اتنے زیادہ

ہے کہ ایک وقت میں حقیقتاً گنے نہیں جا سکتے۔ یہ جو ایک جانب تین چار امیوں جیسی خواتین بیٹھی ہوئی سبزیاں

کاٹ رہی ہیں، یہ جی اس گھر کی بہوئیں ہیں جو کہ رات کے کھانے کی تیاری کر رہی ہیں۔

"بے شرمی کی حد ہے ویسے، مائیں یہاں کام کر رہی ہیں اور اس گھر کی جوان جہاں لڑکیوں کا کچھ اتا پتا ہی نہیں۔"

ایک جانب سب سے اونچی کرسی پر بیٹھی عمر دراز خاتون نے نہایت ہی افسوس سے کہا تھا۔ ہاتھوں میں تسبیح کے

دانے گھماتی، ہلکے رنگ کے شلوار قمیض میں ملبوس، سر پر دوپٹہ جمائے، پر نور چہرے والی یہ خاتون اس گھر کی سربراہ ہیں اور تمام بچوں کی مشترکہ دادی جان، انکا نام ہے "ثمینہ سلطان"

"میں ہی جا کر دیکھوں ذرا ان کمبخت ماریوں کو کہ ایسا کونسا کارنامہ انجام دے رہی ہیں؟" دادی جان غصّے سے کہتی ہوئیں اٹھ کھڑی ہوئی ہیں۔ اور اس سے پہلے کہ یہ سیڑھیوں پر قدم رکھیں، آپ ایک ہی جست میں سیڑھیاں چڑھ جائیں اور بنا کہیں رکے سیدھا تیسری منزل پر پہنچ جائے، چلیں جلدی کریں۔۔۔۔

پہنچ گئے آپ؟ شاباش۔۔۔۔ اب ذرا ہال نما روم میں آجائیں جہاں آپ کو اس وقت چار عدد لڑکیاں کافی سنجیدگی سے لوڈو کھیلتی ہوئی نظر آرہی ہوں گی۔ اچھا ٹھیک ہے، مانا کہ آپ ہماری وجہ سے بیزار ہو گئے ہیں لیکن آپ کو یہاں تک لانا بھی تو ہماری ہی ذمداری تھی نا؟ اب چونکہ آپ یہاں پہنچ گئے ہیں تو ہمارا کوئی کام نہیں، ہم تو جی چلیں واپس، آپ اپنا ماضی کا سفر اکیلا ہی پورا کریں۔

+----+-----*+-----*+-----

"یہ گئی نیلی گوٹی،اور یہ ہری والی اور اب میں ماروں گی لال والی" شہوار دھڑادھڑ گوٹیوں کا قتل عام کر رہی تھی

اور باقی تینوں بے بسی سے اپنی اپنی گوٹیوں کو مرتا ہوا دیکھ رہیں تھیں۔

"یہ غلط ہے،ایک اکیلا بندا ایک ہی باری میں اتنی گوٹیاں نہیں مار سکتا" یمنی کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو وہ چیخ پڑی

"کیوں نہیں مار سکتا؟" شہوار نے حیرت سے پوچھا

"یہ اصول ہے"

"ایسا کوئی اصول نہیں ہوتا"

"ایسا اصول ہوتا ہے" یمنی نے ڈھٹائی سے کہا

"میں تمہیں ابھی گوگل پر سرچ کر کہ دکھاتی ہوں کہ ایسا کوئی اصول نہیں ہوتا" شہوار نے فوراً موبائل ہاتھ میں

اٹھایا

"یہ اصول میرا اپنا بنایا ہوا ہے، گوگل پر نہیں ملے گا" یمنی کی ڈھٹائی برقرار تھی۔

"یہاں تمہارے اصول نہیں چلیں گے" شہوار نے لٹھ مار انداز میں کہا

"یہ لوڈو میرا ہے،اسی لئے یہاں میرا ہی اصول چلے گا"اسکی کی ڈھٹائی عروج پر پہنچ چکی تھی

"بس کردو تم دونوں،جب دیکھو لڑنا شروع کر دیتی ہو،اسی لئے میں تم لوگوں کے ساتھ نہیں کھیلتی"ان دونوں کی مسلسل بحث سے تنگ آکر جیانے کہا

"تو ٹھیک ہے تم مت کھیلو"مبارک ہو یمنی کی ڈھٹائی اپنی تمام حدود پار کر چکی ہے۔اوراس سے پہلے کے جیا کوئی جواب دیتی لاؤنج کی سیڑھیوں کے پاس سے صباء کی چینگھاڑتی ہوئی آواز آئی۔

"اوئے چڑیلوں!دادی جان تشریف لا رہی ہیں"وہ اطلاع پہنچا کر یہ جاوہ جا ہو گئی تھی۔

"یااللہ!دادی آرہی ہیں؟اب کیا ہو گا؟"کافی دیر سے خاموش بیٹھی رمشانے نے دل پر ہاتھ رکھ کر آیت کریمہ پڑھنی شروع کردی تھی۔

"یہ تم اپنی فوتگی کے چنے بعد میں پڑھ لینا پہلے لاؤنج صاف کروسنا نہیں دادی اوپر آرہی ہیں"یمنی نے اسے لتاڑا تھا۔پھر سب کے ہاتھ پاؤں فورجی کی رفتار سے چلنا شروع ہو گئے تھے۔جیا جلدی سے تبریز کی شرٹ کے بٹن

ٹانکنے بیٹھ گئی تھی، رمشا کچن میں گم ہو گئی تھی، شہوار نے فوراً سے بیشتر لاؤنج میں جھاڑو دینا شروع کر دیا تھا اور رہی یمنیٰ، تو وہ صاحبہ اپنا لوڈو اٹھا کر رفو چکر ہو گئی تھیں۔ تھوڑی ہی دیر میں دادی اماں اوپر پہنچ چکی تھیں۔

"کیا کر رہی ہو تم لوگ؟" انہوں نے لاؤنج کے آخری سرے پر کھڑے ہو کر تھوڑا ہانپتے ہوئے پوچھا

"کچھ نہیں دادی ہم بس اپنے کاموں میں مصروف تھے" جھاڑو دیتی شہوار نے شرافت سے جواب دیا

"ارے یہ کوئی وقت ہے جھاڑو دینے کا؟ اور ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی تو کام والی جھاڑو دے کر گئی تھی؟" انہوں نے مشکوک نظروں سے پوچھا تو وہ گڑبڑا گئی۔

"وہ دادی۔۔۔ لاؤنج پھر سے گندا ہو گیا تھا۔" جیا نے بات سنبھالنے کی بھونڈی سی کوشش کی تھی

"تو تم لوگ کیا دو دو سال کی بچیاں ہو؟ جو اتنے جلدی لاؤنج گندا کر دیا؟" انہوں نے سخت لہجے میں کہا تو ان دونوں سے کوئی جواب نہ بن پڑا

"میں یہ کہہ رہی تھیں کہ تمہارا باپ ائیر پورٹ گیا ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں سہیل اور ارحم کو لے کر پہنچتا ہو گا۔ اب اگلے تین ماہ تک انہوں نے یہیں رہنا ہے فرسٹ فلور پر، اور چونکہ وہ شہوار اور تیمور کی شادی اٹینڈ کرنے

آرہے ہیں تو۔۔۔۔۔"دادی کی بات کو کچن سے آتی رمشا کی دلخراش چیخ نے کاٹا تھا۔جو گرم چائے سے اپناہاتھ جلا بیٹھی تھی

"ہائے اللہ! کیاہو گیا؟"دادی نے دہل کر دل پر ہاتھ رکھا

"وہ دادی میں آپ سے کچھ پوچھنے لگی تھیں لیکن بے دھیانی میں میرا ہاتھ جل گیا"اس نے کچن سے نکل کر منہ بسورتے ہوئے کہا۔

"کیاپوچھنا تھا تمہیں؟"

"وہ مجھے پوچھنا تھا کہ سہیل پھوپھااور ارحم بھائی صرف شہوار اور تیمور کی شادی اٹینڈ کرنے آرہے ہیں کیا؟ وہ جیا اور فیضان کی شادی نہیں اٹینڈ کرینگے؟"اس نے معصومیت سے پوچھاتو دادی نے اپناسر پیٹ لیا

"اے باولی لڑکی! ان چاروں کی شادیاں ایک ساتھ ہیں، تو ظاہر ہے دونوں میں ہی شرکت کریں گے نا؟ کبھی اپنی عقلیں بھی استعمال کرلیا کرو، دوسروں کی بیٹیوں کو دیکھو، سلائی کڑھائی سے لے کر کھانا پکانے تک ہر کام میں تاک ہوتیں ہیں۔اور ایک تم لوگ ہو، سب کی سب اوّل درجے کی نکمی اور نالائق، صرف تم لوگوں کی ماؤں نے

سر پر چڑھا کر رکھا ہے تم سب کو، میرا بس چلے تو ایک لمحے میں سیدھا کر دوں تم سب کو" دادی کا لیکچر شروع ہو چکا تھا جسے رمشا سر جھکائے سن رہی تھیں کیوں کہ وہ دادی کے قریب کھڑی تھی۔ شہوار وہاں سے رفو چکر ہو چکی تھی۔ جب کہ جیا پھر سے شرٹ کا بٹن ٹانکنے میں مصروف ہو گئی تھی جیسے اس سے زیادہ اہم کام اس دنیا میں کوئی نہ ہو۔ دادی کا لیکچر اگلے ایک گھنٹے تک جاری رہ سکتا تھا لیکن وہ تو بھلا ہو صباء کا جس نے اوپر آکر دادی کو سہیل پھوپھا کی آمد کی اطلاع دی تھی۔

"ارے رے۔۔۔۔ آگئے وہ دونوں؟ اور میں یہاں لگی ہوئی ہوں۔" انہوں نے اپنے سر پر ہاتھ مارا پھر یہاں وہاں نظریں دوڑائیں

"یہ یمنیٰ کدھر ہے؟" انہوں نے پوچھا

"میں یہاں ہوں دادی" وہ اچانک ہی کمرے سے نمودار ہوئی اور ادب سے بولی

"میں نیچے جا رہی ہوں۔ ذرا اپنے باپ کو جا کر اطلاع دو کے گراؤنڈ فلور پر آجائے۔ سہیل گھر پہنچ گیا ہے"

"جی دادی"اس نے اتنے ہی ادب سے کہا تو دادی عجلت میں سر ہلاتیں واپس چلی گئی۔انکے کے جاتے ہی سب نے سکھ کا سانس لیا تھا۔

"لگتا ہے ٹھیک ٹھاک سروس ہوئی ہے تم سب کی"صباء نے ان سب کو دیکھتے ہوئے شرارت سے پوچھا تھا۔

"ہاں ہاں ہنس لو، وہ تو تمہاری قسمت اچھی تھی کہ تم یہاں نہیں تھی ورنہ تم نے بھی ایسے ہی ڈانٹ کھانی تھی"جیا نے منہ بسورتے ہوئے کہا تھا۔

"خیر ڈانٹ تو میں ویسے بھی کھا کر ہی آرہی ہوں"اس نے بھی منہ بنایا

"کس سے؟"یمنی نے پوچھا

"تمہارے ہٹلر کے جانشین بھائی سے"اس نے بیزاری سے کہا

"اوہ تو سفیان سے ٹاکرا ہوا ہے تمہارا؟ ویسے تم نے کیا کیا تھا؟"اس نے شرارت سے پوچھا

"اس بات کو چھوڑو، دادی نے تم کو کوئی کام کہا ہے شاید؟"صباء نے اسے یاد دلایا جو سکون سے پاؤں پسارے بیٹھی تھی

"ہاں جا ہی رہی ہوں،" یمنی نے اٹھتے ہوئے کہا اور اپنے بابا کو بلانے چل دی۔

"ڈیڑھ ماہ بعد میری شادی ہے اور میں ابھی تک دادی سے ڈانٹ ہی کھا رہی ہوں" جیا نے خاصی افسردگی سے کہا تھا۔

"ہائے رے قسمت، شادی ہو کر بھی یہیں رہنا ہے ساری عمر، دادی کی آنکھوں کے سامنے" شہوار نے بھی دکھ سے کہا تھا۔

-----++-----++-----++-----

وہ کافی دیر سے بیزاری سے یہاں وہاں دیکھ رہا تھا۔ سامنے ہی مظہر ماموں اور اطہر ماموں اسکے ابو کے ساتھ محو گفتگو تھے جب کہ وہ خود جی بھر کر بور ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اسکے دونوں ماموں کسی کام سے اٹھ کر وہاں سے گئے تو وہ جلدی سے اپنے ابّو کی جانب متوجہ ہوا۔

"یار ابّو۔۔۔۔ آخر کتنا ویٹ کرنا پڑے گا؟" اس نے اپنے برابر میں بیٹھے سہیل صاحب سے کہا۔ آف وائٹ شرٹ اور براؤن پینٹ میں ملبوس، ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے بیٹھے وہ موبائل میں مصروف تھے۔ نئے فیشن کے

مطابق داڑھی رکھی ہوئی تھی جس کے بال گرے اور سفید رنگ کے تھے۔ عمر لگ بھگ پچاس کے قریب تھی۔

لیکن پھر بھی اتنے ہینڈسم اور گریس فل تھے کہ ارحم کے باپ کم اور بھائی زیادہ لگتے تھے۔

"ابّو میں آپ سے کچھ کہہ رہاہوں" ارحم نے انہیں دوبارہ مخاطب کیاتو وہ چونکے،

"ہاں کیا کہہ رہے ہو؟"

"ابّو میں یہاں پریشان بیٹھا ہوں اور آپ کینڈی کرش کھیل رہے ہیں؟" اس نے انکے موبائل میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"کیوں پریشان ہو تم؟" انہوں نے سکون سے پوچھا

"ہم یہاں جس کے لیے آئے ہیں وہ تو نظر ہی نہیں آرہی" اسکے سوال پر انہوں نے مسکراہٹ دباتے ہوئے اپنے بیٹے کو دیکھا۔ جینز پر بلیک ٹی شرٹ پہنے اور اس پر براؤن جیکٹ ڈالے وہ کافی ڈیشنگ لگ رہا تھا۔ قد میں وہ ان سے بھی دو انچ لمبا تھا۔ انہوں دل ہی دل میں اسکی نظریں اتاری

"ہم نہیں صرف تم۔۔۔" انہوں نے تصیح کی "میں تو اپنے سسرال والوں سے ملنے آیا ہوں"

"میرے خیال سے ابّو، آپ شاید بھول گئے ہیں کہ آپ بھی یہاں اپنی متوقع بہو سے ملنے آئے ہیں جسے آپ نے پانچ ماہ کی عمر میں دیکھا تھا"

"کیسی باتیں کر رہے ہو یار! جب میں پانچ ماہ کا تھا تب میری بیوی بھی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ بہو کہاں سے دیکھ لیتا؟" انہوں نے مزے سے کہا تو ارحم کا دل کیا کہ کم سے کم بھی وہ اپنا سر تو پھاڑ ہی لے

"ابّو میں مرجان کی بات کر رہا ہوں کہ آپ نے اور میں نے اسے تب دیکھا تھا جب وہ پانچ ماہ کی تھی" اس نے چبا چبا کر کہا

"اوہ اچھا اچھا۔۔۔۔ ہاں آخری بار تب ہی دیکھا تھا جب تمہاری ماں نے اپنے بھائی سے اسے تمہارے لئے مانگا تھا۔ پھر ہم واپس اسلام آباد چلے گئے اور چند دنوں میں صاحبہ (ارحم کی ماں) کا انتقال ہو گیا۔ اور صاحبہ کے انتقال کے بعد ہم اب یہاں آئے ہیں۔ دیکھا جائے تو یہ تمہارا ابھی سسرال ہے" انہوں نے تفصیل سے کہا

"ویسے ابّو مجھے پتا کیسے چلے گا کہ مرجان کون ہے؟ میں نے تو اسے کبھی دیکھا ہی نہیں" اس نے سوال اٹھایا

"دیکھا تو کافی عرصے سے میں نے بھی نہیں ہے۔ لیکن مجھے امید ہے میں اسے پہچان جاؤں گا۔" انہوں نے کہا۔

"کیسے پہچانیں گے ؟! اتنی تو آبادی نظر آرہی ہے اس گھر میں "اس نے بیزاری سے کہا

"جب میں آخری بار یہاں آیا تھا تب تو صرف دو ہی بچیاں تھیں۔ شہوار اور مرجان، اب کا نہیں پتا "انہوں نے بے نیازی سے کہا

"خیر ہے، لیکن میں آپ کو بتادے رہا ہوں اگر مجھے مرجان پسند نہیں آئی تو بات ختم "اس نے ناک سے مکھی اڑائی۔

"جیسا تمہیں سہی لگے، لیکن یقیناً تم اسے ناپسند نہیں کروگے۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں ؟"اس نے حیرت سے پوچھا اور ان کے جواب دینے سے پہلے ہی ثمینہ صاحبہ وہاں آگئی۔ انہیں دیکھ کر وہ دونوں ہی کھڑے ہوگئے۔

"السلام علیکم خالہ "سہیل صاحب نے سر جھکا کر انھیں سلام کیا

"وعلیکم السلام ! جیتے رہو "انہوں نے انکے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا دی۔ پھر ارحم نے بھی آگے بڑھ کر انہیں سلام کیا تو وہ تو اسکے گلے ہی لگ گئی۔

"ارحم! میرا بچہ، کتنا بڑا ہو گیا ہے" انہوں نے اسے پیار کرتے ہوئے کہا ارحم کو سمجھ نہیں آرہی تھی کے کیا کہے

"کیسے ہو ارحم؟" انہوں نے آنسوں پونچھتے ہوئے پوچھا

"میں ٹھیک ہوں نانو! آپ کیسی ہیں؟" اس نے ثمینہ کو صوفے پر بیٹھایا اور خود بھی وہیں بیٹھ گیا

"میں بھی ٹھیک ہوں۔ تمہیں بہت یاد کرتی تھیں۔ تمہاری آنکھیں تو بلکل میری صاحبہ جیسی ہیں" وہ ہنس پڑا۔

"ہاں! ابّو بھی یہی کہتے ہیں" اس نے شرارت سے اپنے برابر میں بیٹھے باپ کو دیکھا تو انہوں نے اسے آنکھیں دکھائی۔

"کتنے پیارے ہو گئے ہو تم؟ نانو یاد بھی آتی تھیں تمہیں کہ نہیں؟" وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پیار سے پوچھ رہیں تھیں۔اور راہداری میں کھڑی یمنی یہ منظر دیکھ دیکھ کر کڑھ رہی تھی

"ہمیں تو سارا دن طعنے دیتی رہتی ہیں اور اس سے کتنے پیار سے بات کر رہی ہیں؟ ہو نہ ہو، ہم ضرور سوتیلے ہیں" اس نے دل ہی دل میں سوچا اور آخری والے جملے پر تو اسکی آنکھیں ہی نم ہو گئیں۔ کیوں کہ کل ہی وہ فریج سے آدھا کلو گلاب جامن کا ڈبّہ اکیلے کھاتے ہوئے پکڑی گئی تھی۔ جس کے بعد اسے وہ ڈانٹ پڑی تھی کے دو گھنٹے بعد

گلوخلاصی ہوئی تھی۔اب آدھا کلو مٹھائی ہی تو کھائی تھی، کونسا دس پندرہ کلو کھالی تھی؟ تو کیا ہوا اگر اسکے بعد یمنی کا پیٹ خراب ہو گیا تھا، لیکن اتنی سی بات پر اتنا لمبا لیکچر کون دیتا ہے؟ یقیناً دادی۔۔۔۔۔ خیر یہ دکھ تو ساری زندگی رہنا تھا۔وہ کمرے میں داخل ہوئی۔

"اہم اہم۔۔۔۔۔دادی آپ نے بابا کو بلایا تھا نا؟" اسکی آواز پر سہیل صاحب اور ارحم نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔وہ مناسب قد کی کھلی رنگت کی لڑکی تھی جس کی آنکھوں میں ہی شرارت چمکتی تھی۔لمبے بالوں کی چوٹی کو دائیں کندھے پر ڈال رکھا تھا

"یمنی۔۔۔۔۔"دادی نے اسے تنبیہہ کرتی نظروں سے گھورا تو اس نے فوراسے ان دونوں کو سلام جھاڑا

"وعلیکم السلام!" سہیل صاحب نے مسکراتے ہوئے سلام کا جواب دیا

"کیا ہوا؟ اظہر کہاں ہے؟" دادی نے سخت لہجے میں پوچھا

"وہ نشے میں ہیں" یمنی کے منہ سے بے اختیار پھسلا تھا۔کچن میں کھڑی ثمرہ چچی کے ہاتھوں سے پلیٹ چھوٹ کر زمین پر جا گری تھی۔جب کہ باقی دونوں آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہیں تھے۔

"یہ کیا بکواس ہے؟" دادی کی دھاڑ سن کر اس نے فوراً زبان دانتوں تلے دبائی

"وہ مم۔۔۔۔۔ میں بابا کو بلانے گئی تو وہ کمرے کی لائٹس آف کر کے بیڈ پر لیٹے ہوئے تھے، میں نے پوچھا بابا آپ کیا کر رہے ہیں تو انہوں نے کہا کے میں نشہ کر رہا ہوں" اس نے ذرا گڑبڑاتے ہوئے وضاحت دی تو ثمرہ چچی نے سکھ کا سانس لیتے ہوئے زمین پر گری پلیٹ واپس اٹھالی، سہیل پھوپھا مسکرا رہے تھے جب کہ دادی کا پارہ آسمان پر پہنچ گیا تھا۔

"کم عقل لڑکی، ایک سوتے ہوئے انسان سے پوچھو گی کہ وہ کیا کر رہا ہے تو وہ ایسا ہی جواب دے گا نا، اب جاؤ یہاں سے" دادی نے اسے سخت سست سنائی تو اس نے وہاں سے نو دو گیارہ ہونے میں ہی عافیت جانی تھی

"معاف کرنا سہیل بچی تھوڑی شرارتی ہے" دادی نے معذرت خوانہ لہجے میں کہا، وہ بس مسکرا دیۓ۔ تھوڑی دیر میں ایک مہربان شکل والے بارلش سے آدمی تشریف لاے، وہ اظہر ماموں تھے جو تھوڑی دیر پہلے بقول یمنی کے نشہ کر رہے تھے۔ انکے پیچھے مظہر اور اطہر بھی آگئے۔ کافی دیر بات چیت کرنے کے بعد اظہر ماموں ان سب کو فرسٹ فلور پر لے آئے۔ ملازم نے انکا سامان بھی اوپر پہنچا دیا تھا۔

"یار ابّو یہاں صرف بندے ہی آتے رہیں گے یا کھانا بھی آئے گا؟" اوپر پہنچنے کے بعد سب سے نظریں بچا کر ارحم نے سہیل صاحب کے کانوں میں سرگوشی کی

"مجھے لگتا ہے آج ہم بھوکے مریں گے۔" انہوں نے جواباً آہستہ آواز میں کہا تو ارحم نے انہیں حیرت سے دیکھا۔ مطلب انہیں بھی بھوک ستا رہی تھی؟ لیکن ارحم کے جواب دینے سے پہلے ہی وہاں پر دو عدد لڑکیاں ناشتے کی ٹرالی گھسیٹتے ہوئے اندر داخل ہوئیں۔ان میں سے ایک ذرا لمبے قد کی تھی، بالوں کا ڈھیلا ڈھالا جوڑا باندھے اس نے آنکھوں پر نظر کا چشمہ لگا رکھا تھا۔اس کے پیچھے والی لڑکی قد میں مناسب تھی لیکن بے انتہا معصوم تھی۔

"السلام علیکم پھوپھا!" ان دونوں نے سہیل صاحب کو سلام کیا۔

"وعلیکم السلام" انہوں نے مسکراتے ہوئے ان دونوں کو جواب دیا

"یہ دونوں مظہر کی بیٹیاں ہیں، یہ بڑی والی شہوار ہے جس کی شادی میں آپ ان شااللہ شرکت کریں گے۔اور یہ چھوٹی والی رمشا ہے" انہوں نے دونوں لڑکیوں کا تعارف کروایا۔ کیوٹ سی لڑکی جسکا نام رمشا تھا وہ وہاں سے رفو

چکر ہو چکی تھی۔ جب کہ شہوار سہیل صاحب سے انکا حال احوال ایسے پوچھ کر گئی تھی جیسے بچپن کا یارانہ ہو ان سے۔

"آخر کتنی آبادی ہے اس گھر میں؟" اس نے ذرا مسکراتے ہوئے باپ کے کان میں سرگوشی کی تو انہوں نے اسے کہنی سے ٹھوکا مارا

"بھئی اتنی لڑکیوں میں میں اپنی والی کو کیسے ڈھونڈھوں گا؟" اس نے اب کے ذرا معصوم سے انداز میں سرگوشی کی تو وہ نا چاہتے ہوئے بھی مسکرا دیے۔ اور آنکھوں سے اسے تسلی دے کر اظہر ماموں کی جانب متوجہ ہوئے۔

"یار اظہر! یہ قمر نظر نہیں آرہا؟" انہوں نے اظہر کے چھوٹے بھائی اور ارحم کے سسر پلس ماموں کے بارے میں پوچھا

"قمر اور بھابھی عمرے پر گئے ہوئے ہیں۔ پندرہ دن بعد واپسی ہو گی انکی"

"اوہ اور اسکے بچے؟"

"بچے یہیں ہیں۔ابھی یہیں کہیں مصروف ہونگے۔آپ کھانا کھا کر آرام کیجئے رات کو کھانے کی میز پر ان شااللہ پورا گھر موجود ہو گا تو پھر سب سے ملاقات ہو جائے گی "مظہر ماموں نے جواب دیا۔

"بھائی میں تو نہیں تھکا۔ہاں آج کل کے نوجوان ذرا جلدی تھک جاتے ہیں تو ہو سکتا ہے ارحم تھک گیا ہو "انہوں نے ارحم کو جمائی لیتا دیکھ شرارت سے چوٹ کی۔

"نہیں نہیں!۔۔۔میں بلکل نہیں تھکا"

"تو پھر چلیں سہیل بھائی! اوپر چھت پر سب مل کر چائے پیتے ہیں اور گپ شپ لگاتے ہیں،اتنے عرصے بعد ملاقات ہوئی ہے"اطہر بھائی نے شرارت سے کہا تو ارحم کا سر چکرا کر رہ گیا

"گراؤنڈ فلور سے فرسٹ فلور پھر چھت۔۔۔۔"اس نے دل میں سوچا

"مم۔۔۔میں واقعی تھک گیا ہوں"اس نے فوراً تسلیم کر لیا تو سب ہنس پڑے۔

"چلو پھر تم آرام کرو ہم سہیل بھائی کے ساتھ چلتے ہیں"اظہر ماموں نے مسکراتے ہوئے کہا تو باقی سب باری باری وہاں سے چلے گئے۔حتی کے کمرے میں بس ارحم اور ثمینہ بیگم باقی رہ گئے۔

"تم نے کبھی مجھے یاد کیا ہے ؟"ثمینہ بیگم نے ارحم سے پوچھا تو وہ جو یہاں وہاں دیکھ رہا تھا ہلکا سا مسکرایا اور پھر اٹھ کر انکے پاس آیا

"نانو میں کبھی آپ کو بھولا ہی نہیں تو یاد کیسے کرتا؟"اس نے پیار سے پوچھا

"میں دن رات تمہیں یاد کرتی تھیں کہ اب تم اتنے بڑے ہو گئے ہو گے اور اب اتنے ؟لیکن تم سے کبھی یہ نا ہوا کہ بوڑھی نانی سے مل لو آکر"

"اب تو میں دو ماہ تک یہیں ہوں۔اب آپ کی شکایات دور ہو جائیں گی"

"میں آج رات اپنے ہاتھوں سے تمہارے لئے کھانا بناؤنگی"اس سے پہلے کہ ارحم کچھ بول پاتا رمشا اور شہوار آپس میں باتیں کرتی ہوئی وہاں آئیں تھیں۔اور انکی آوازیں اتنی تیز ضرور تھیں کہ ارحم اور ثمینہ بیگم کو چونک کر انکو دیکھنا پڑا۔

"اگر آج یمنی چیٹنگ نہیں کرتی تو میں نے ہی جیتنا تھا"شہوار کہہ رہی تھی

"لو۔۔۔وہ کب چیٹنگ نہیں کرتی؟"رمشا نے چڑے ہوئے انداز میں کہا

"سہی کہہ رہی ہو تم، اب سے میں نے نہیں کھیلنا اس کے ساتھ "

"تم ہر بار یہی کہتی ہو"

"کس بات پر بحث کر رہے ہو تم دونوں ؟" دادی کی برہم آواز پر وہ دونوں چونکی

"کک۔۔۔۔ کچھ نہیں دادی۔۔۔ بس ایسے ہی" رمشا نے گڑ بڑاتے ہوئے کہا

"خیر جو بھی ہو۔ میری ایک بات غور سے سنو! اپنا ماسٹر بیڈ روم جس میں تم سب سوتی ہو، وہاں سے اپنا سامان خالی کر دو کیوں کہ اس فلور پر اب میں، ارحم اور سہیل رہیں گے۔" دادی نے حکم صادر کیا تو وہ دونوں حیران رہ گئی۔

"تو پھر دادی ہم کہاں رہیں گے ؟" رمشا نے پوچھا

"تم سب کے اپنے اپنے پورشن میں اپنے ذاتی کمرے موجود ہیں نا؟ پھر کیا تکلیف ہے ؟ وہیں رہو گے تم لوگ" ان سب لڑکیوں کے اپنے ذاتی کمرے موجود تھے لیکن وہ سب بچپن سے فرسٹ فلور پر جو کے دادی کا تھا وہاں کے ماسٹر بیڈ روم میں سوتی تھیں۔ اس کمرے میں تین ڈبل سٹوری بیڈ رکھیں تھے۔ ہر لڑکی کا ایک اپنا بیڈ تھا

"وہ تو ٹھیک ہے دادی لیکن ہم اتنا بھاری سامان خود کیسے اٹھائیں گے ؟ اسکے لئے تو مزدور بلانا پڑے گا۔" شہوار نے پوچھا اور یہ پوچھنا اسکو مہنگا پڑ گیا کیوں کہ دادی کا میٹر گھوم چکا تھا۔ وہ پہلے ہی انکے سوالات سے تنگ تھیں اب تو انکا پارہ آسمان چھو گیا تھا

"نکمی نالائق لڑکی ! تم کو فرنیچر اٹھانے نہیں کہا ہے۔ اپنے کپڑے اور ضرورت کا سامان سمیٹو اور ایک گھنٹے کے اندر یہ فلور خالی کرو" دادی غصّے میں یہ بھی بھول چکی تھیں کے برابر میں ایک عدد مہمان لڑکا بھی موجود ہے جو کہ خاصا لطف اندوز ہو رہا ہے۔ جب کے شہوار اس سبکی پر منہ بسور کر رہ گئی تھی۔

"ارحم بیٹا میری نماز کا وقت ہو رہا ہے۔ میں جاتی ہوں، اب تم آرام کرو۔ اور تم دونوں۔۔۔" دادی نے رمشا اور شہوار کو مخاطب کیا

" باقی سب کو بھی بلاو اور جلدی سامان سمیٹو" وہ ان دونوں کو الٹیمیٹم دے کر چلی گئیں۔

"چلو بھئی ! اب سامان سمیٹتے ہیں" شہوار نے بیزاری سے کہا اور اپنے ماسٹر بیڈ روم کی جانب بڑھ گئی جس کا دروازہ لاؤنج میں ہی کھلتا تھا۔ اسکے پیچھے رمشا بھی چلی گئی تو ارحم لاؤنج میں اکیلا رہ گیا۔

"ان دونوں کا نام تھا شہوار اور رمشا یہ دونوں مظہر ماموں کی بیٹیاں ہیں۔ ٹھیک ٹھیک !۔۔۔۔اور جو نیچے اپنے ابّا کو چرسی ثابت کر رہی تھی وہ کون تھی ؟"ارحم اپنے آپ سے باتیں کر رہا تھا

"اسکا نام۔۔۔۔ہاں اسکا نام یمنی تھا وہ اظہر ماموں کی بیٹی تھی۔ سہی۔۔۔۔تو مرجان ابھی تک سامنے نہیں آئی" اس نے سوچا۔ وہ ابھی مزید سوچنا چاہتا تھا جب ایک صحت مند سی لڑکی ہاتھوں میں چپس کا پیکٹ پکڑے وہاں داخل ہوئی تھی۔وہ موٹی نہیں تھی لیکن صحت مند ضرور تھی۔اور بے تحاشا کیوٹ بھی۔

"اب یہ کون ہے ؟"ارحم نے سوچا

" یہاں کیا ہو رہا ہے ؟"اس لڑکی نے چپس کا پیکٹ پرے پھینکتے ہوئے حیرت سے کہا۔اسی وقت رمشا ہاتھ میں ایک بیگ پکڑے روم سے باہر آئی جس میں وہ کتابیں رکھ رہی تھی۔

"اچھا ہوا جیا تم آگئی۔اپنا سامان سمیٹو کیوں کہ اب اس فلور پر مہمان رہیں گے "رمشا نے مصروف سے انداز میں کہا

"ہیں ؟تو پھر ہم کہاں رہیں گے ؟"جیا نے حیرت سے پوچھا

"ہم تایا ابّا کے فلور پر رہے گے "

"نہیں ں ں ں ں ں۔۔۔۔۔"جیا اتنی زور سے چیخی تھی کے شہوار کو بھی باہر آنا پڑا۔

"کیا ہوا؟"

"ابھی تو میری رخصتی بھی نہیں ہوئی، تو پھر میں اپنے سسرال میں کیسے رہ سکتی ہوں؟"اس نے صدماتی کیفیت میں کہا تو شہوار اسے بھاڑ میں جھونک کر واپس چلی گئی۔

"اوہ ہو! بھئی۔۔۔۔۔ہم اپنے کمرے میں بھی رہ سکتے ہیں لیکن چونکہ ہم سب کو ساتھ رہنے کی عادت ہے اور گھر میں کوئی اور ماسٹر بیڈ روم بھی نہیں ہے تو ہم سب لاؤنج میں بیڈ لگا کر سو جائیں گے۔اور دن بھر تو ویسے ہی ہم یہاں وہاں پھرتے رہتے ہیں"رمشا نے مطمئن انداز میں کہا

"اور فیضان وغیرہ؟"

"وہ اپنے روم میں رہیں گے۔ ویسے میرا تو خیال ہے رات سونے کیلئے تایا ابّا انہیں چھت پر بھیج دیں گے نہیں تو وہ تیمور کے کمرے میں رہ لیں گے۔ اب آکر اپنا سامان باندھو ورنہ دادی نے خوب سنانی ہے" وہ جیا کو ساتھ لئے ماسٹر بیڈ روم کی جانب بڑھ رہی تھی اسی وقت یمنی کہیں سے نازل ہو گئی۔

"اوہ یمنی۔۔۔ دادی نے کہا ہے کہ۔۔۔۔۔" رمشا نے دہرانا شروع کیا

"پتا ہے مجھے۔۔۔۔" یمنی نے اسکی بات ہی کاٹ دی۔ اور پھر وہ سب ماسٹر بیڈ روم کے دروازے کے پیچھے گم ہو گئی۔ انکو دیکھ کر ایسا لگتا ہی نہیں تھا جیسے انکے علاوہ بھی وہاں کوئی موجود ہے۔ ارحم نے بور ہو کر اپنا موبائل نکالا ہی تھا کہ وہاں ایک اور لڑکی داخل ہوئی۔ بالوں کی اونچی پونی بنائے وہ ہاتھ میں ایک بڑی سی چادر لے کر آئی اور اسے لاؤنج میں بچھا دیا۔

"میرا خیال سے مجھے اب کیلکولیٹر نکال کر اس گھر کے افراد گننے پڑیں گے۔" ارحم نے دل میں سوچا

"یمنی، شہوار جلدی سامان لاؤ" اس نے آواز لگائی تو ساری لڑکیاں باہر آئیں۔

"کیا ہوا؟"

"میں نے چادر بچھائی ہے۔ اپنے اپنے کپڑے وغیرہ اس چادر میں رکھو پھر میں اس کو لپیٹ کر اسکی گھٹری بناتی ہوں۔" اس لڑکی نے کہا

"یہ تم نے بہت اچھا کیا صباء! الگ الگ بیگ اٹھانے سے اچھا ہے کے ہم ایک ہی چادر میں سامان لپیٹ لیں" شہوار نے کہا

"صباء کے جیسا دماغ اور کس کے پاس ہے؟" لڑکی جسکا نام شاید صباء تھا نے بھڑک ماری تھی

"اچھا بس بس۔۔۔ زیادہ اوور نہیں ہو" شہوار کو صباء کی بھڑک ایک آنکھ نہ بھائی تھی

"ابّو اس گھر میں کیا لڑکیاں ٹرک سے اترتی ہیں؟" ارحم نے سہیل صاحب کو میسج بھیجا دو سیکنڈ میں ہی ریپلائے آیا

"شٹ اپ۔۔۔۔"

"دیکھیں نا یار! ابھی تک میں کوئی پانچ لڑکیاں دیکھ چکا ہوں لیکن ان میں سے کسی ایک کا نام بھی مرجان نہیں ہے؟ مجھے بتائیں کہ میں اپنی والی کو کہاں سے ڈھونڈھوں؟" اسکے میسج پڑھ کر چائے کا کپ لبوں سے لگاتے سہیل صاحب مسکرا دیے

"میری اطلاعات کے مطابق اس گھر میں کل چھ لڑکیاں رہتی ہیں۔ پانچ تو تم نے دیکھ لیں ہیں۔اب تو چھٹی آئے گی وہ یقیناً مرجان ہو گی" انہوں نے ریپلائے لکھ کر موبائل رکھ دیا

اب وہ چھٹی اور متوقع لڑکی کا انتظار کر رہا تھا۔ باقی پانچوں میں سے ہر تھوڑی دیر بعد کوئی ایک ہاتھ میں سامان لے کر آتی اور اس بڑی سی چادر پر ڈال کر چلی جاتی۔ اسے پھر سے بوریت ہونے لگی۔وہ لوگ سرپرائز دینے کے چکر میں بنا اطلاع کے آئے تھے۔اور ائیرپورٹ پہنچ کر اظہر صاحب کو کال کی تھی۔اسی لئے پہلے سے انتظام نہیں ہوا تھا۔اسکے اور سہیل صاحب کے لئے دادی ماسٹر بیڈ روم خالی کروا رہیں تھیں۔ کیوں کہ گھر میں کوئی بھی گیسٹ روم نہیں تھا۔ سب کے اپنے اپنے کمرے تھے۔ایک ماسٹر بیڈ روم ہی تھا جسکو خالی کروایا جا سکتا تھا اور لڑکیاں تو اپنے کمروں میں بھی رہ سکتی تھیں۔

دنیا ہمیں اب جو کہے

دنیا کی رسموں کو توڑ توڑ چلیں

راہیں ہمیں اب جو کہے

راہوں کی باہوں کو توڑ توڑ چلیں

نیچے کی طرف جاتی سیڑھیوں سے کسی کے زور و شور سے گانے کی آواز آرہی تھی۔اس نے یہاں وہاں دیکھا پر کوئی نظر نہ آیا۔

"لگتا ہے میرے کان بج رہے ہیں۔"اس نے کان کھجاتے ہوئے کہا

دیکھا نہ تھا کبھی ہم نے یہ سماء

ایسا نشہ تیرے پیار نے دیا

ایک بار پھر گانے کی آواز گونجی تو اس نے گھبرا کر یہاں وہاں دیکھا

"یا اللہ! کہیں اس گھر میں جنات کا سایا تو نہیں؟"اس نے سوچا پھر خود ہی جھر جھری لیتے ہوئے اپنے خیال کی تردید بھی کر دی کہ "نہیں نہیں۔۔۔۔ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟"

سوچا نہ تھا

ہو گئے سپنوں میں گم

اب کے آواز کے ساتھ گانے والی بھی اوپر ہی آ گئی۔اس نے بلیک عبایا پہن رکھا تھا۔چہرے کے گرد سٹول لپیٹے وہ منہ میں ببل چباتے ہوئے وہاں داخل ہوئی تھی۔اور خدا جھوٹ نہ بلوائے وہ اپنی پانچوں بہنوں سے کچھ کم نمونی نہ تھی۔وہ سکون سے چلتی اندر آئی لیکن پھر لاؤنج میں بیٹھے ارحم کو دیکھ کر ٹھٹکی

"یہ میں کس کے گھر میں آ گئی ؟"اس نے خود سے سوال کیا"لگتا ہے پڑوسیوں کے گھر میں آ گئی ہوں" پھر خود ہی جواب دیتے ہوئے واپسی جانے لگی۔ابھی وہ دو قدم ہی چلی تھی کہ رکی اور ایکدم سے پلٹ کر واپس لاؤنج میں آ گئی۔

"یار یہ گھر تو میرا ہی ہے۔اور یہ سامان بھی میرا ہے اور۔۔۔اوئے !یہ میرے سامان کو کون باہر پھینک رہا ہے" وہ لاؤنج کے دروازے سے ہی چیختے ہوئے آگے بڑھی لیکن اگلا قدم آگے بڑھانے کے ساتھ ہی اسے رکنا پڑا کیوں کہ اگر ایک اور قدم بھی آگے بڑھاتی تو قالین پر چڑھ جاتی۔اور پھر جو دادی سے ڈانٹ پڑنی تھی الامان ۔۔۔۔یہ سوچ کر ہی اسے جھرجھری آ گئی تھی۔وہ جلدی سے وہیں بیٹھ کر جوتا اتارنے لگی۔لیکن جوتا اتر کے ہی نہیں دے رہا تھا۔شاید ٹائٹ تھا۔

"اوہ جاناں تم آگئی؟اچھاہوا۔۔۔دادی نے کہاہے کے۔۔۔۔"رمشانے وہاں آکر اسے ساری بات بتائی جو وہ پچھلی دومرتبہ دہراچکی تھی۔جاناں سرہلاکر سنتی رہی۔

"اچھاتوہم سب تایاابّا کے فلور پر رہیں گے توفیضان اور سفیان وغیرہ کہاں رہیں گے؟"جاناں نے پوچھا۔جوتا جیسے ہی اس کے پیروں سے نکلاتواس نے اسے بنادیکھے ہی پیچھے کی طرف اچھال دیا۔جوتا جاکر دیوار سے ٹکرایااور پھر نیچے گرگیا۔

"وہ اپناانتظام خود کرلیں گے"شہوار بھی وہاں آئی اور چادر پر اپنے کپڑے ڈالتے ہوئے بولی۔وہ چہرے سے کچھ کچھ بیزار لگتی تھی۔

"اور میراسامان کس نے باندھا؟"اس نے دوسراجوتا بھی بنادیکھے ہی پیچھے پھینک دیا۔لیکن اب کی بار جوتے کی دیوار سے ٹکرانے کی آوازنہ آئی تھی۔

"تمہاراسامان میں نے باندھ دیاہے جاناں"جیااور صباء بھی ایک ساتھ باہر آئیں۔

"اوہ شکریہ یار!" وہ ہاتھ جھاڑتی ہوئی کھڑی ہوگئی۔ وہ سب اپنے آپ میں اتنا مگن تھیں کہ بھول ہی چکی تھیں وہاں انکے علاوہ ارحم بھی ہے۔ کم از کم ارحم کو تو ایسا ہی لگ رہا تھا۔

"چلو بھئی اب سامان کون اٹھائے گا؟" یمنی نے بھی وہاں آکر پوچھا

"قلی کو بلاتے ہیں" صباء نے اپنی اونچی پونی جھلاتے ہوئے مشورہ دیا تو یمنی نے اوپر کی جانب جاتی سیڑھیوں کی طرف منہ کر کے "قلی، قلی" پکارنا شروع کر دیا۔ شہوار نے پیچھے سے آکر اسکے پیٹھ پر زوردار دھپ رسید کی تھی

"آں۔۔۔ کیا ہوا؟" وہ چیخ پڑی

"ابے گدھی اصلی والے قلی کو نہیں بلانا نومی کو آواز دو" جیا نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا تو وہ اچھا کہتی ہوئی نومی کو آوازیں دینے لگی لیکن اوپر کے بجائے نیچے کی جانب سے ایک سولہ سترہ برس کا لڑکا اوپر آیا۔ اس نے ہاتھ میں ایک عدد جوتا پکڑا ہوا تھا اور ٹھیک اسی جوتے جتنا نشان اسکی سفید شرٹ کے کندھے پر لگا ہوا تھا۔

"یہ جوتا کس کا ہے؟" لڑکے نے بنا کسی تمہید کے سوال کیا

"یہ تو جاناں کا جوتا ہے" رمشا نے جوتا اسکے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا

"لیکن یہ نیچے کیسے پہنچا؟" جاناں نے حیرت سے پوچھا

"یہی پوچھنے تو میں اوپر آیا ہوں کہ یہ نیچے کیسے پہنچا؟ میں پورچ سے بائیک نکال رہا تھا کہ یہ میرے کندھے پر آکر گرا ہے۔" اس نے تیز تیز کہا تو جاناں کو ساری بات سمجھ میں آگئی۔ دراصل جو دوسرا جوتا اس نے بنا دیکھے پھینکا تھا وہ دیوار سے لگنے کے بجائے اسکے برابر میں بنے ٹیرس سے سیدھا باہر چلا گیا تھا۔

"سوری یار!" اس نے فوراً معذرت کی تھی

"تم کیوں آوازیں دے رہی تھی مجھے؟" نومی نے یمنی سے پوچھا

"نومی میرا سامان اوپر والے فلور پر پہنچا دو پلیز!" اسکے کے جواب دینے سے پہلے ہی جیا بول پڑی

"نہیں نہیں۔۔۔۔ نومی میں تمہاری سگی بہن ہوں۔ پہلے میرا سامان پہنچا دو" شہوار چیخی

"نہیں پہلے میرا۔۔۔۔"

"میں تمہیں ہزار روپے دونگی نومی، پہلے میرا سامان پہنچا دو"

"پلیز نومی، میرا اسامان پہلے پہنچاؤ میرے تو ہاتھوں میں بھی درد ہے" وہ ساری ایک ساتھ شروع ہو گئی تھیں۔

نومی کو کسی کی سمجھ نہیں آرہی تھی۔

"چپ ہو جاؤووو۔۔" وہ زور سے چیخا تو سب کو سانپ سونگھ گیا

"کیا کروں میں؟" اس نے غصّے سے پوچھا

"ناچو۔۔۔" وہ سب ہم آواز ہو کر چیخیں تو نومی نے بھنگڑے ڈالنے شروع کر دیے۔ وہ بھنگڑے ڈالتا ہوا ٹیرس تک گیا

"بس بیٹا! واپس آجاؤ ورنہ جوتے کی طرح تم بھی نیچے پائے جاؤ گے" صباء نے کہا تو اس نے کوئی جواب تو نہ دیا لیکن اسی طرح بھنگڑے ڈالتا ہوا واپس سیڑھیاں اتر کر یہ جا وہ جا ہو گیا۔

"چلو بھئی یہ تو گیا اب سامان خود ہی اٹھانا پڑے گا۔" یمنیٰ نے بیزاری سے کہا۔ یہ نومی کا کسی بھی کام کو منع کرنے کا خاص سٹائل تھا۔ وہ سب اپنے قد سے بھاری سامان کو گھسیٹتی ہوئی حیران پریشان سے ارحم کے پاس آئیں۔

"جی تو ارحم بھائی! ہم تو یہاں سے جارہے ہیں لیکن جانے سے پہلے آپ ہماری بات ذرا ذہن نشین کر لیں" یمنی نے بات کا آغاز کیا تو شہوار نے اسے گھورا، مہمان سے اس طرح بات کرنے پر دادی سے چھترول تو لازمی تھی۔

لیکن وہ بھی اپنے نام کی ایک ہی تھی۔

"جی کہیئے میں ہمہ تن گوش ہوں" ارحم نے شرارت سے کہا۔

"یہ قالین دیکھ رہے ہیں نا! یہاں عالیہ (کام والی) دن کو جھاڑ و دیتی ہیں۔ شام میں اسے دوبارہ جھاڑو دینا ہوتا ہے۔ اور وہ کام ہم کرتے ہیں لیکن اب ہم یہاں سے جارہے ہیں ہیں تو روزانہ شام کو جھاڑو دینا آپ کی زمہ داری ہے" یمنی نے لٹھ مار انداز میں کہا

"کچن کے برتن ذرا احتیاط سے استعمال کیجئے گا کانچ کے ہیں، اور استعمال کرنے کے بعد فوراً دھو بھی دیجئے گا" یہ والی نصیحت رمشا نے کی تھی۔ اسے برتنوں سے عشق تھا۔

"ہفتے میں دو بار پانی کی موٹر چلانا بھی آپ کی ذمہ داری ہے" تیسری نصیحت جیا نے کی تھی۔

"بیڈ شیٹ ہر بدھ کو چینج کرنی ہو گی" چوتھی نصیحت شہوار نے کی

"اور پچھلی بالکونی میں جو ٹیبل ٹینس رکھا ہوا ہے نا برائے مہربانی اسکی ٹیبل کو روزانہ صاف کر دیجئے گا" صباء کی نصیحت کے بعد تو تقریباً وہ بیہوش ہی ہونے والا تھا۔

"آپ بھی کوئی کام بتادیں مجھے "اس نے نہایت ہی برا منہ بنا کر جاناں سے پوچھا

"آپ کھانا وغیرہ بنانے کی ٹینشن نہ لیجئے گا۔ ناشتے سے لے کر جو بھی چاہیے ہو ہمیں کہہ دیجیئے گا" جاناں نے نرمی سے کہا تو اسکی جان میں جان آئی۔

"چلواب۔۔۔۔" شہوار نے کہا اور پھر وہ لوگ اپنا سامان سمیٹتی ہوئی وہاں سے گم ہو گئیں۔ انکے جاتے ہی ارحم کتنی دیر وہاں بیٹھا ہنستا رہا تھا۔

"آخری والی لڑکی اچھی تھی ویسے "اس نے جاناں کو اپنی گڈ بک میں شامل کر لیا تھا۔ وہ مسکراتا ہوا اٹھا اور کمرے میں داخل ہوا۔ نہایت ہی سلیقے سے سیٹ کیے ہوئے ماسٹر بیڈ روم کو دیکھ کر اسے پہلی بار خوشی ہوئی تھی۔ ایک طرف کی دیوار کے ساتھ تین عدد ڈبل سٹوری بیڈ رکھیں تھے۔ جبکے دوسری جانب ایک ڈریسنگ ٹیبل، رائٹنگ ٹیبل اور کافی بڑی سی الماری تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر الماری کھولی، وہ خالی تھی اسے حیرت ہو رہی تھی کے

اتنے کم وقت میں ان لوگوں نے سارا سامان کیسے خالی کر لیا، حتٰی کے رائٹنگ ٹیبل اور ڈریسنگ ٹیبل کے دراز تک صاف تھے۔ اس نے ستائش سے کمرے کو دیکھا پھر الماری کھول کر اپنے اور ابّو کے کپڑے سیٹ کرنے لگا۔

تھوڑی ہی دیر میں سہیل صاحب دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے۔ پھر اسے دیکھ کر شرارت سے مسکرائے

"مل گئی تمہیں مرجان؟" انکے پوچھنے پر اس نے سر پر ہاتھ مارا اصل مسلہ تو اب بھی وہیں کا وہیں تھا۔ اسے تو مرجان کے بارے میں معلوم ہی نہیں ہوا تھا

"کیا ہوا؟" سہیل صاحب نے بیڈ پر بیٹھ کر جوتے اتارتے ہوئے پوچھا

"آپ نے کہا کل چھ لڑکیاں ہیں۔ میں نے چھ کی چھ دیکھ لی لیکن ایک کا نام بھی مرجان نہیں ہے؟" اس نے مایوسی سے کہتے ہوئے الماری بند کی، پھر ڈریسنگ ٹیبل کی جانب بڑھ کر اپنی اور سہیل صاحب کی پرفیومز اور لوشن وغیرہ کی بوتلز وہاں سیٹ کرنے لگا۔ سہیل صاحب نے اپنی ہنسی ضبط کی تھی۔

"اچھا تو جن لڑکیوں سے تم ملے ان کے نام کیا تھے؟" انہوں نے پوچھا تو وہ باقی سامان ڈریسنگ ٹیبل پر ہی چھوڑ کر انکے سامنے والے بیڈ پر بیٹھا اور پر سوچ انداز میں گویا ہوا۔

"وہ جو لمبی والی چشمش تھی، اسکا نام شہوار تھا۔ جو تھوڑی معصوم سی تھی اسکا نام رمشا تھا، جو کافی شاطر سی تھی اور صبح اپنے ابّا کو چر سی کہہ رہی تھی اسکا نام یمنی تھا، جو تھوڑی موٹی سی تھی وہ جیا تھی، جو شکل سے ایتھیلیٹ (کھلاڑی) لگتی تھی اسکا نام صباء تھا، اور جو ان سب میں اچھی تھی اسکا نام جاناں تھا" وہ انگلی کی پوروں پر نام گنتا جا رہا تھا اور سہیل صاحب ہنستے جا رہے تھے لیکن اسکی آخری بات پر انکی ہنسی کو بریک لگا۔

"کیا کہا تم نے؟ تمہیں جاناں اچھی لگی؟" انہوں نے سیدھے ہوتے ہوئے حیرت سے پوچھا

"ہاں وہ اپنی باقی بہنوں کے مقابلے میں تھوڑی انسان انسان سی تھی" یہ کہتے ہوئے وہ بھول گیا کے تھوڑی دیر پہلے جوتا ٹیرس سے باہر پھینکنے پر وہ جاناں کو نمونی کا خطاب دے چکا تھا۔ لیکن کیوں کے اب وہ اسکی گڈ بکس میں تھی تو وہ مر کر بھی اسکی برائی نہیں کر سکتا تھا۔ اسکی بات سن کر سہیل صاحب دل کھول کر ہنسے تھے

"آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟" اسے انکے ہنسنے کی وجہ سمجھ نہ آئی

"جاناں ہی مرجان ہے بیٹا"

"کیا؟ لیکن کیسے؟" وہ حیران ہوا

"اسے سب پیار سے جاناں کہتے ہیں۔ جیسے جویریہ کو پیار سے جیا کہتے ہیں" اب وہ کیا کہتا کہ اسے تو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ جیا کا نام جویریہ ہے۔

"تمہیں اپنی ماں کی پسند اچھی لگی؟" انہوں نے اسے خاموش دیکھ کر پوچھا وہ تھوڑی دیر کچھ سوچتا رہا پھر ہنستے ہوئے بولا

"ہاں۔۔۔"

"یہ چیز میرے شیر۔۔۔۔ میں نے نہ کہا تھا کہ تمہیں وہ ناپسند کبھی نہیں ہو گی" انہوں نے خوشی سے کہا

"اچھا اب یہ تو بتائیں کہ اس گھر کے لڑکے کب آئے گے؟ میں بور ہو گیا ہوں قسم سے" اسکا اشارہ تبریز، سفیان، فیضان کی جانب تھا جن سے اسکی اچھی دوستی تھی۔ فیس بک اور واٹس ایپ پر باتیں ہوتی رہتی تھیں ان سے۔

"بھئی آجائیں گے، خالہ نے کہا تو ہے کہ رات کے کھانے پر سب سے ملاقات ہو جائے گی۔ جب تک فرش ہو جاؤ تم" وہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے تو وہ بھی اپنے کپڑے نکالنے لگا۔ ارحم نے اپنے ان کزنز کو صرف تصویروں

میں دیکھا تھا سامنے سے صرف بچپن میں ملاقات ہوئی تھی جب وہ کراچی آیا تھا۔اس کے بعد نہ تو وہ کراچی آیا نہ ان میں سے کوئی اسلام آباد گیا۔لہٰذا اب وہ ان سے ملنے کے لئے بے حد بیتاب تھا

-----++-----++-----++-----

"ایک۔۔۔۔۔دو۔۔۔۔۔تین"صباء بال کو دیوار پر مارتی اور پھر جب بال پلٹ کر واپس آتی تو وہ اسے بیٹ سے ہٹ کرتی اور دوبارہ بال دیوار پر مارتی جاتی تھی۔

وہ لان میں اکیلے ہی کرکٹ کھیل رہی تھی۔

"ایک سو دس۔۔۔۔ایک سو گیارہ"گنتی زور و شور سے جاری تھی کے اچانک ہی بال غلط ہٹ لگنے سے دیوار کے بجائے لان سے اندر آتے سفیان کے ماتھے سے ٹکرا کر زمیں بوس ہو گئی۔اور بال کے ساتھ یقیناً وہ خود بھی زمین بوس ہوتا اگر تبریز جلدی سے اسے پکڑ نہ لیتا

"اوہ لڑکی کیوں میرے بھائی کو بھری جوانی میں قتل کرنا چاہتی ہو؟" تبریز نے صباء کو دہائی دی جو اپنا تسلسل ٹوٹنے پر برے برے منہ بنا رہی تھی ویسے بھی اب سفیان سے ڈانٹ پکی تھی۔ جب کہ وہ صاحب زمین پر بیٹھے ماتھا سہلا رہے تھے جہاں اب کافی بڑا سا گومڑ نکل آیا تھا۔

"ہائے میں مر گیا" وہ کراہایا تھا

"بس کردو اب، کوئی اینٹ نہیں پھیک کر ماردی جو ایسے دہائی دے رہے ہو" صباء نے چڑ کر کہا تو سفیان کو آگ ہی لگ گئی۔

"تمہیں کوئی تمیز بھی ہے کہ نہیں جب دیکھو جہاں دیکھو تم شروع ہو جاتی ہو۔ ایک تو تمہاری وجہ سے مجھے چوٹ لگی اوپر سے تم مجھ پر ہی چیخ رہی ہو یہ بات اگر دادی کو بتادی نا میں نے، تو دو سیکنڈ میں تمہارا کھیل بند کروادیں گی" اس نے غصیلے لہجے میں دھمکی دی

"تم میرا کھیل بند کرواؤ گے؟ ہاں؟ میں بھی دادی کو بتادوں گی کے تم بڑے ابّا کے منع کرنے کے باوجود رات کو چھپ کر نائٹ میچ کھیلنے جاتے ہو" اس نے انگلی اٹھا کر وارننگ دی

"اوہ نہ بہن ایسا نہ کرنا خدا کے لئے۔۔۔۔" تبریز نے اسکے آگے ہاتھ جوڑے کیوں کہ اس شکایت کے نتیجے میں وہ بھی پھنستا آخر کو وہ بھی تو نائٹ میچ کھیلنے جاتا تھا۔۔۔۔۔وہ بھی چھپ کر۔

"تم مجھے دھمکی دے رہی ہو؟ ہاں؟ میں تو لڑکا ہوں، میں کچھ بھی کر سکتا ہوں۔" سفیان کا پارہ آسمان چھو رہا تھا

"کر دی نا وہی چھوٹی سوچ والی بات، تمہارے جیسے لڑکے ہوتے ہیں جو لڑکیوں کو آگے بڑھتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے" صباء کو بھی برابر غصّہ آیا تھا

"میں۔ چھوٹی سوچ کا ہوں؟ اب تم دیکھو میں کیسے دادی کو تمہاری شکایت لگاتا ہوں" وہ غصّے سے کہتا اندر بڑھ گیا

"ہاں ہاں جاؤ لگاؤ شکایت۔۔۔۔" اس نے چیختے ہوئے کہا پھر تبریز کی طرف مڑی "اب کیا ہوگا تبریز؟" اس نے دانتوں میں ناخن چباتے ہوئے پوچھا

"جب مجھ سے ہی مدد مانگنی ہوتی ہے تو پنگے کیوں لیتی ہو اس سے؟" تبریز نے پوچھا

"اچھا آج آخری بار ہے تبریز۔۔۔۔ پلیز بچا لو مجھے" اس نے روہنسے لہجے میں کہا تو وہ سر ہلاتا ہنستا ہوا سفیان کے پیچھے چلا گیا۔ صباء نے سکھ کا سانس لیا اب تبریز نے اسے بچا ہی لینا تھا۔

--++----++----++----++----

عجیب سی بے چینی نے اسکا احاطہ کر رکھا تھا۔ تمام لڑکیاں اپنے اپنے کمروں میں سامان رکھنے جا چکی تھی۔ اُسکے پیچھے کھڑی رمشا بھی اپنے کپڑے وغیرہ الماری میں ترتیب سے رکھ رہی تھی۔ پر اسکا دل کسی کام میں نہیں لگ رہا تھا۔ وہ بیزاری سے کچھ دیر رمشا کو دیکھتی رہیں پھر یکدم ہی اٹھی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

"اسے کیا ہوا؟" رمشا نے حیرت سے اُسے جاتا ہوا دیکھا تھا۔

وہ تیزی سے سیڑھیاں اتر کر فرسٹ فلور پر پہنچی۔ جہاں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ماسٹر بیڈروم کا دروازہ بند تھا۔ یقیناً مہمان آرام کر رہے تھے وہ بنا آواز پیدا کیے دادی کے کمرے تک آئی، اور آہستگی سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے کوئی جواب نہ آیا تو اس نے دروازہ کھول دیا۔ دادی نماز پڑھ رہیں تھیں۔ وہ اپنے پیچھے دروازہ بند کرتی اندر داخل ہوئی اور دادی کے قدموں میں بیٹھ کر نماز ختم ہونے کا انتظار کرنے لگی۔

دادی نے سلام پھیرا اور اسکی طرف دیکھا وہ نم آنکھیں لیے انہیں ہی تک رہیں تھی۔

"کیا ہوا؟" انہوں نے نرمی سے پوچھا

"سکون نہیں مل رہا دادی" وہ رو دی تھی۔

"میری بچی کیوں پریشان ہو؟ جب میں نے کہہ دیا ہے کہ اب سب کچھ میں ٹھیک کر دو نگی تو پھر کر کے ہی دم لوں گی" یہ کہیں سے بھی وہ دادی نہیں لگ رہی تھیں جو ہر وقت انہیں ڈانٹتی رہی تھیں۔ یہ بھی تو انکی وہ پوتی نہیں تھی جو سارا دن اپنی بہنوں کے ساتھ مل کر ہنگامہ مچائے رکھتی تھی۔

"پر کیسے دادی؟ کیسے کرینگی آپ سب ٹھیک؟ آپ نے میری شادی کی تاریخ رکھ دی۔ کارڈ بھی بانٹ دیئے لیکن جس سے میری شادی ہے کیا وہ آئیگا؟ اُسے تو خبر بھی نہیں کے یہاں اسکی شادی کی تیاریاں ہو رہی ہیں"

"وہ آئیگا۔ ضرور آئیگا میں تم سے وعدہ کر رہی ہوں وہ شادی سے پہلے، یہاں۔۔۔ اسی گھر میں موجود ہو گا" انہوں نے سختی سے کہا تھا

"جو پچھلے چار سالوں میں نہ آیا وہ اب کیسے آئیگا؟" وہ طنزیہ ہنسی تھی۔ دادی نے افسوس سے اُسے دیکھا تھا۔

"بنا کچھ کہے، بنا کسی سے پوچھے وہ یہاں سے گیا تھا۔ اور پھر کبھی پلٹ کر واپس نہیں آیا۔ اور آپکو لگتا ہے آپ اُسے کہینگی کہ تمہاری شادی کی تاریخ تہہ کر دی ہے اور وہ خوشی خوشی چلا آئیگا؟"

"نہیں بیٹا میں نے اُسے یہ نہیں بتایا ہے کہ اسکی شادی ہے۔ لیکن میں نے کچھ ایسا ضرور کیا ہے کے وہ وہاں زیادہ دیر نہیں رک سکتا۔"اُنکا لہجہ پراسرار سا تھا

"کیا کیا ہے آپ نے؟"اس نے حیرت سے پوچھا

"جو مجھے بہت پہلے کرنا چاہیے تھا"

"کیا کرنا چاہتی ہیں آپ بتا کیوں نہیں دیتی مجھے؟ کیوں ایک بار پھر میرا تماشا لگانا چاہتی ہیں؟"وہ جھنجھلا گئی تھی۔

"نہیں شہوار اب کی بار ایسا نہیں ہو گا۔ میں اب اپنی بچی کا تماشا کسی کو لگانے نہیں دونگی۔ میرا وعدہ ہے تم سے تیمور ضرور واپس آئیگا اور اپنی خوشی سے آئیگا...."انہوں نے پیار سے شہوار کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تھا۔اصل بات نہیں جانتے ہوئے بھی شہوار تھوڑا بہت مطمئن ہو گئی تھی۔لیکن دل اب بھی بے چین ہی تھا۔

+---------++-------------++

حد ہے بھئی! ہم نے دو گھنٹے سے آپ کو سلطان محل میں چھوڑا ہوا ہے اور آپ ابھی تک یہاں رہنے والوں کے آپس میں رشتے تک نہیں جان پائے؟ اب آپکی اس نااہلی کی وجہ سے ہمیں مجبوراً دوبارہ انٹری دینی پڑی ہے۔اوہ ہو

بھئی۔۔۔۔ چلیں جائے گے ہم واپس، آخر کو ہمارا یہاں کام ہی کیا ہے؟ ہمیں تو اس گھر کی ساری داستانیں پتہ ہیں،اصل میں تو آپ کو جاننا ہے۔تو آیئے ہم آپ کو اس گھر کے جملہ افراد کا تفصیلی تعارف کروا دیتے ہیں یہ جو سلطان محل ہے اسکی سیاہ و سفید کی مالک ہیں بیگم ثمینہ سلطان۔۔۔۔ان کے کل چار بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ بڑے بیٹے کا نام ہے اظہر الدین،اظہر صاحب اپنی بیگم کشمالہ اور تین بچوں کے ساتھ سب سے اوپری فلور پر رہتے ہیں۔ بڑا بیٹا فیضان نہایت ہی خوش مزاج اور ملنسار لڑکا ہے۔اس سے ایک سال چھوٹا سفیان اسکا بلکل الٹ ہے انتہائی بد دماغ اور غصّے کا تیز،اور سب سے چھوٹی ہے یمنیٰ شوخ اور چنچل سی جو کہ فیضان سے چھ اور سفیان سے پانچ سال چھوٹی ہے۔

اسکے نیچے والے فلور پر رہتے ہیں ثمینہ بیگم کے دوسرے بیٹے قمر الدین،انکے چار بچے ہیں بڑا بیٹا تیمور اور اس سے ایک سال چھوٹا تبریز دونوں ہی انتہائی شوخ اور کھلنڈرے مزاج کے ہیں۔ تبریز سے پانچ سال چھوٹی ہے مرجان عرف جاناں اور اس سے تیرا ماہ چھوٹی جویریہ عرف جیا۔

اسکے نیچے والے فلور پر مظہر الدین اپنی دوسری بیوی زلیخا کے ساتھ رہتے ہیں۔ پہلی بیوی کا کافی عرصے پہلے انتقال ہو گیا تھا۔ انکے بھی چار بچے ہیں۔ پہلی بیوی سے انکی دو بیٹیاں ہیں شہوار اور اس سے چھوٹی رمشا جبکہ دوسری بیوی سے انکے دو بیٹے نعمان عرف نومی اور چار سالہ بیٹا فاروق ہے۔ انکی بیوی کی گھر میں کسی سے نہیں بنتی اور یہ شاید پورے سلطان محل میں واحد فرد ہیں جن کا مزاج کسی سے نہیں ملتا۔

ان سے چھوٹی ثمینہ بیگم کی بیٹی ہیں "صاحبہ "جنکی شادی نہایت ہی کم عمری میں ہو گئی تھی اور پھر وہ اسلام آباد چلیں گئی۔ انکا ایک ہی بیٹا ہے ارحم جب وہ چھ سال کا تھا تب انکو کینسر ہو گیا تھا۔ انکا بہت علاج کروایا گیا لیکن انکو لگتا تھا جیسے وہ زندہ نہیں رہیں گی۔ اسی لئے انہوں نے سہیل صاحب سے کراچی جانے کی فرمائش کی تو ڈاکٹر کے منع کرنے کے باوجود بھی سہیل صاحب انہیں انکے اپنوں سے ملوانے کراچی لے آئے۔ وہاں آکر انہیں اپنے قمر بھائی کی بیٹی مرجان بے حد پسند آئی تو انہوں نے اسے ارحم کے لئے مانگ لیا۔ صاحبہ کو یہاں سے واپس جانے کی ضرورت ہی نہ پڑی اور کراچی میں رہتے ہوئے ہی انکا انتقال ہو گیا۔ انکے انتقال کے بعد سہیل صاحب، ارحم کو

اسلام آباد واپس لیں آئے۔ وہ اپنی ماں کو پورے گھر میں ڈھونڈھتا پھرتا تھا۔ سہیل صاحب کو اپنی بیوی سے عشق تھا اسی لیے انہوں نے دوبارہ شادی نہیں کی، اور ارحم کو انہوں نے باپ سے زیادہ دوست بن کر پالا تھا۔

اسکے اگلے فلور یعنی فرسٹ فلور پر ثمینہ بیگم رہتی ہیں۔ یہ فلور اس پورے گھر کا مین فلور ہے۔ تمام لوگ دن بھر یہیں پائے جاتے ہیں۔ صبح ناشتے سے لیکر رات کا کھانا تک سب کچھ اسی فلور پر ہوتا ہے۔

اور سب سے آخری فلور پر ثمینہ بیگم کے سب سے چھوٹے بیٹے اطہر الدین رہتے ہیں۔ انکی ایک ہی اولاد ہے صباء اور وہ بھی نادر نایاب، چراغ لے کر ڈھونڈھنے سے بھی نہ ملے ایسی لڑکی، سارا دن لڑکوں کی طرح پھرنا اسکا کام ہے۔ کرکٹ، فٹ بال، ٹینس اور کبڈی کھیلنا اسکا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ سائیکل چلانا، سکیٹنگ کرنا اور بائیک چلانا اسکا جنوں ہے۔ اپنے کزن سفیان سے اسکی بلکل نہیں بنتی۔۔۔۔

پچھلے سال ہی گھر کے بڑوں کے مشترکہ فیصلے سے فیضان کا نکاح جیا سے، اور تبریز کا نکاح رمشا سے کر دیا گیا تھا۔ جبکہ تیمور اور شہوار کا نکاح آج سے چار سال پہلے ایک ایمرجنسی کے تحت کیا گیا تھا۔ جس میں نہ شہوار سے اسکی مرضی پوچھے گئی تھی نہ تیمور سے، اور اسکے بعد تیمور گھر والوں سے ناراض ہو کر چلا گیا تھا اور پھر پلٹ کر واپس نہ

آیااور ایسااس نے کیوں کیا یہ الگ قصہ ہے۔ فلحال اتنا جان لیجیے کہ اس سال تیمور اور فیضان کی شادیاں تھی اور اگلے سال تبریز کی،

اب بات کرتے ہیں ارحم کی متوقع سالیوں کی۔۔۔

جیا کو کھانے پینے کا اتنا شوق ہے کے اگر اسے ایک کلو چکن بنانے دیا جائے تو اس میں سے آدھا کلو وہ چکھنے کے بہانے ہی کھا جاتی ہے۔ آج کل اسکے زیادہ کھانے پینے پر پابندی ہے لیکن یہ فیضان صاحب ہے نا۔۔۔ یہ سب سے نظریں بچا کر اسکے لئے کچھ نا کچھ کھانے کو لے ہی آتے ہیں۔ شہوار اور تیمور کی دوستی بھی خوب ہوا کرتی تھی اور انکا جھگڑا بھی خوب چلتا تھا۔ شہوار سب لڑکیوں میں بڑی ہے اور تیمور لڑکوں میں دونوں ہی اپنی اپنی مرضی چلانا اپنا فرض سمجھتے ہیں لیکن اب پچھلے چار سالوں سے دونوں نے ایک دوسرے کی آواز تک نہیں سنی تھی۔ رمشا پہلے تو تبریز کے ساتھ بلکل ٹھیک تھی لیکن جس دن سے اسکا نکاح تبریز سے ہوا ہے اس دن سے رمشا نے اس سے شرمانے کے سارے ریکارڈ توڑ دیے ہیں۔ جہاں بیچارہ تبریز اس سے ملنے آتا ہے وہیں یہ شرما کر ایسا بھاگتی ہے کے کیا ہی ریکھا اور ریما شرماتی ہوں گی۔ نعمان کی عمر سولہ سال ہے اور وہ اس گھر کی تمام لڑکیوں کا مشترکہ

بھائی ہے۔انہیں جب بھی کوئی کام ہوتا ہے تو وہ اسی کو آواز دیتی ہیں۔ سارا دن گھر میں "نومی یہ لا دو، نومی وہ کر دو، نومی مجھے دوست کے گھر چھوڑ دو" جیسی آوازیں گونجتی رہتی ہیں۔ وہ بیچارہ بھی سر جھکا کر اپنی آپیوں کی بات سنتا ہے۔ یمنی کے نام کے ساتھ بد تمیز سر نیم کی طرح جوڑا جاتا ہے کیونکہ حرکتوں سے یہ شیطان کی بھی خالہ جان معلوم ہوتی ہے، کبھی کوئی سیدھا کام اس بندی نے نہیں کیا

اب چونکے آپ اس گھر کے افراد سے اچھے سے واقف ہو گئے ہیں تو ہم جمپ لگا کر واپس مستقبل میں جا رہے ہیں جہاں ہال میں کھانا کھلنے والا ہے۔ اوہ نہیں بھئی۔۔۔۔ آپ یہیں رہے ابھی، اور مزے کریں۔ ہم چلیں خدا حافظ۔

---++----++----++----++----

رات کے کھانے پر ارحم جب ٹیبل پر پہنچا تو وہاں سب ہی پہلے سے موجود تھے۔ اسے دیکھ کر تبریز، سفیان اور فیضان خوش گواری سے آگے بڑھے اور باری باری اس سے گلے مل کر الگ ہو گئے۔

"کیسے ہو ہیرو؟" تبریز نے پوچھا وہ سب اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ گئے تھے

"میں بلکل ٹھیک ہوں۔ویسے تم میں سے کوئی ایک کم لگ رہا ہے؟"اس نے ذہن پر زور ڈالتے ہوئے پوچھا اسے ان نمونوں میں کوئی ایک کم لگا تھا

"ہاں تیمور یہاں نہیں ہے۔ وہ جاب کے سلسلے میں چار سال سے پشاور میں مقیم ہے لیکن اُمید ہے کہ اگلے ہفتے تک وہ واپس آجائے گا۔"فیضان نے جواب دیا۔ تو پاس سے گزرتی شہوار کو دھچکا لگا تھا۔ وہ اتنا پر یقین کیسے تھا؟

"نہیں فیضی وہ پرسوں واپس آجائے گا"ڈونگا میز پر رکھتی مرجان نے کہا تو سب حیران ہوئے

"تمہیں کیسے پتا؟"تبریز نے پوچھا

"میری ابھی تھوڑی دیر پہلے بات ہوئی ہے اس سے، کہہ رہا تھا کے کام جلدی ختم ہو گیا ہے پرسوں تک واپس کراچی آجائے گا"اس نے جواب دیا۔

"کیا اس نے کنفرم بتایا ہے؟"فیضان کو یقین نہیں آرہا تھا

"ہاں بھئی پکی خبر ہے"جاناں نے اُسے تسلّی دی۔

"یاہو۔۔۔" تبریز کا بس نہیں چل رہا تھا کے خوشی سے وہیں بھنگڑے ڈالنا شروع کر دے آخر کو چار سال بعد اسکا بھائی واپس آرہا تھا۔ جب کہ شہوار کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ یہ ہو کیا رہا ہے؟ آخر دادی نے ایسا کیا کیا تھا کے وہ تیمور ڈورا چلا آرہا تھا اور اسکے آنے کی خبر سب کو تھی سوائے شہوار کے؟

پھر سب نے خوش گوار ماحول میں کھانا کھایا اور اسکے بعد چائے کا دور چلا، سارے بڑے ایک طرف جب کے ینگ پارٹی ایک طرف بیٹھی ہوئی تھی۔

"اوئے! اتنا بڑا آلو کیسے نکلا تیرے سر پہ؟" چائے پیتے فیضان کی نظریں سفیان کے ماتھے پر پڑی تو پوچھ بیٹھا

"مت پوچھو آج دوپہر میں قاتلانہ حملہ ہوا ہے تمہارے بھائی پر وہ تو میں وقت پر پہنچ گیا ورنہ اسکے بچنے کے کوئی امکانات ہی نہ تھے" سفیان کے بجائے تبریز نے جواب دیا تو اسکی بات کا مطلب سمجھ کر سب ہنس پڑے سوائے ارحم کے، وہ ہونقوں کی طرح سب کا منہ دیکھ رہا تھا۔ ایک بھائی پر قاتلانہ حملہ ہوا ہے تو بھلا اس میں ہنسنے والی کون سی بات ہے؟

"لگتا ہے صباء کے ہاتھوں واقعی کسی دن اسکا قتل ہونے والا ہے" جیا نے صباء کو دیکھ کر کہا جو کلر کیوب لئے اسے سلجھانے میں مصروف تھی۔

"اسکا پتا نہیں لیکن میں ضرور کسی دن اسکا قتل کر دوں گا" سفیان نے دانت پیستے ہوئے کہا تو کیوب تیزی سے چلاتے صباء کے ہاتھ تھمے اس نے ایک ابرو اٹھا کر اسے دیکھا اور بولی

"پہلے زندہ تو بچ جانا پھر کر لینا قتل" وہ سکون سے کہہ کر پھر سے کیوب گھومانے میں مصروف ہو گئی۔ جب کہ باقی سب پھر سے ہنس دیئے تھے

"شاباش میری شیرنی" یمنی نے اسکا کندھا تھپتھپایا جب کہ سفیان نے بہن کو اس غداری پر گھوری سے نوازا تھا۔

"کوئی مجھے بھی بتائے گا کے کیا ہو رہا ہے؟" ارحم نے پوچھا تو تبریز نے اسے ساری بات بتا دی جسے سننے کے بعد ارحم کا دل چاہ رہا تھا کے وہ قہقہہ لگا کر ہنسے لیکن سفیان کی شکل دیکھ کر وہ ضبط کر رہا تھا۔

"لحاظ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہنسا چاہتے ہو تو ہنس لو" سفیان نے اسکے ضبط کی شدت سے لال پڑتے چہرے کو دیکھ کر کہا تھا۔ اور ارحم کو تو بس اجازت ملنے کی دیر تھی اور وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔ اسکے ساتھ ساتھ باقی سب کی

بھی ہنسی چھوٹ گئی تھی۔ جبکہ سفیان نہایت ہی برے برے منہ بنا رہا تھا۔ کافی دیر تک ارحم ان سب کے ساتھ ہی بیٹھا رہا تھا۔ انکی آپس کی نوک جھونک نے چائے کا لطف دوبالا کر دیا تھا۔ وہ یہاں خود کو بلکل بھی اجنبی محسوس نہیں کر رہا تھا۔ وہ سب لوگ بہت زندہ دل اور دوستانہ مزاج رکھتے تھے

+*-------+*-------+*-------

شام کا وقت تھا ارحم کچن میں کھڑا اپنے لئے نگٹس فرائی کر رہا تھا۔ حالانکہ سب نے کہہ رکھا تھا کہ کچھ بھی کھانا پینا ہو ہمیں بتا دے لیکن وہ اپنے کام خود سے کرنے کا عادی تھا۔ وہ اور سہیل صاحب اپنا بزنس کراچی شفٹ کر رہے تھے، سہیل صاحب اسی کے لیے جگہ فائنل کرنے گئے تھے۔ کل سے ارحم نے بھی انکے ساتھ ہی جانا تھا۔ وہ لوگ مستقل طور پر کراچی شفٹ ہو رہے تھے۔ سہیل صاحب تو رہائش کا انتظام بھی کر رہے تھے لیکن کراچی میں رہائش ڈھونڈھنا جان جھونکوں کا کام ہے۔ فلحال دو تین ماہ تک تو وہ لوگ سلطان محل میں ہی تھے۔

"ہیلو۔۔۔" کسی نے کچن کا کاؤنٹر بجایا تو وہ سوچوں کی دنیا سے باہر آیا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو وہاں جاناں اور شہوار کھڑی تھیں۔

"آپ دونوں؟ کوئی کام تھا؟" اس نے حیرت سے پوچھا لیکن وہ دونوں لڑکیاں جواب دینے کے بجائے اسے دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔ ارحم نے ایک نظر خود پر ڈالی اور اگلے ہی لمحے وہ شرم سے پانی پانی ہو گیا۔ ہاتھ میں بڑا سا کفگیر پکڑے اس نے ہرے رنگ کا ایپرن پہنا ہوا تھا جس پر جگہ جگہ تیل کے دھبے لگے ہوئے تھے۔ اس نے جلدی سے ایپرن اتار کر سائیڈ پر رکھا

"جی کہیے کوئی کام ہے مجھ سے؟"

"ہمیں کھانے پکانے کا تیل چاہیے" مرجان نے جواب دیا

"تو یہاں کون سے تیل کے کنوئے ہیں؟" اس نے شرارت سے پوچھا

"ہمیں کنوئے سے تیل نہیں چاہیے بلکہ وہ جو اوپر کیبنٹ ہے نا وہاں تیل کے پیکٹس کا کارٹن پڑا ہو گا وہ دے دیجیئے" شہوار نے سکون سے کہا

"آپ کے پاس تیل ختم ہو گیا ہے؟" اس نے پوچھا

"جی ہمارے کچن میں تیل ختم ہو گیا ہے اور اس وقت نومی گھر پر نہیں ورنہ اسے بھیج کر بازار سے منگوا لیتے"

جاناں نے جواب دیا۔

"اچھا۔۔۔۔"ارحم نے پیچھے والے کیبنٹ سے تیل کا کارٹن نکال کر اسکے سامنے رکھا پھر پاس پڑا چاقو اٹھا کر

جاناں کو دیا

"موسم بڑا سوہنا ہو رہا ہے۔ ہم سموسے اور پکوڑے بنا رہے ہیں آپ ضرور آیئے گا کھانے کے لئے، سفیان وغیرہ

بھی ہوں گے" جاناں نے کارٹن کا ٹیپ کاٹتے ہوئے مصروف سے انداز میں کہا تو ارحم کا دل خوش ہو گیا

"ضرور۔۔۔"اس نے جواب دیا۔ جاناں نے کارٹن کھولا جس میں تیل کے پانچ پاؤچ رکھے ہوئے تھے۔ اس

نے تیل کا ایک پاؤچ نکال کر کاؤنٹر پر رکھا اور پورا کارٹن اٹھا کر شہوار کے ساتھ چلتی بنی۔ ارحم ہکا بکا رہ گیا

"ارے ایک منٹ۔۔۔۔"وہ ان دونوں کے پیچھے آیا

"جی کیا ہوا؟"وہ دونوں رکیں

"آپ پورا کارٹن لے کر کہاں جا رہی ہیں؟"

"بتایا تو ہے جاناں نے، ہمیں سموسے اور پکوڑے وغیرہ فرائی کرنے ہیں۔" شہوار نے سکون سے جواب دیا

"لیکن پورا کارٹن لے جانے کیا کیا ضرورت ہے؟" وہ ابھی بھی حیران تھا

"اوہ ہو بھئی!۔۔۔ ہمارے ایک دن کے کھانے پینے کے لئے یہ پورا کارٹن بھی ناکافی ہے۔اور آپ کے لئے وہ ایک پاؤچ رکھ دیا ہے ناوہ آپ کی ضرورت کے حساب سے بہت ہے لیکن پھر بھی کم پڑے تو مانگ لیجئے گا ہم سے" جاناں نے مسکراتے ہوئے کہااور پھر وہ دونوں اوپر والے فلور کی سیڑھیاں چڑھ گئی

"توبہ ہے، کتنا کھاتے ہیں اس گھر کے لوگ۔۔۔۔" ارحم نے جھرجھری لی۔اسے ابھی تک ان دونوں کی بات ہضم نہیں ہوئی تھی۔

"یہ جلنے کی بو کہاں سے آرہی ہے؟" اس نے اپنے آپ سے پوچھا پھر اگلے ہی لمحے چیختا ہوا چولہے کی طرف بھاگا تھا" میرے نگٹس"

--++----++----++----++----

"شہوار اور جاناں تیل کا کارٹن لے کر اوپر پہنچی۔ وہاں تو کچن میں رونق لگی ہوئی تھی۔ کشمالہ تائی اور ثمرہ چچی چولہے کے پاس کھڑی رول تل رہیں تھی۔ پاس ہی ٹیبل پر جیا اور رمشا بیٹھی سموسے کی فیلنگ پٹیوں میں بھر رہیں تھی۔ جیا سموسے بنا کم رہی تھی اسکی فیلینگ کو کھا زیادہ رہی تھی۔ صباء اور یمنی غائب تھیں۔

"یہ لیں چچی آپ کا تیل آ گیا" جاناں نے تیل کاؤنٹر پر رکھتے ہوئے کہا۔ پھر وہ اور شہوار بھی کرسی گھسیٹ کر ٹیبل کے گرد بیٹھ گئیں۔ اور سموسے بھرنے لگی۔

"یہ کون چلا رہا ہے؟" ثمرہ چچی کو کسی کے چیخنے کی آواز آئی تو پوچھا

"میرا خیال سے یمنی کی آواز ہے۔ جاؤ دیکھو ذرا کیا گل کھلا دیا اس نے اب" کشمالہ تائی نے مرجان کو کہا تو وہ جی اچھا کہتی ہوئی باہر گئی اور تھوڑی دیر بعد وہ بھی چیختی ہوئی اندر واپس آئی تھی

"یا اللہ کیا ہو گیا؟" ثمرہ چچی نے دل پر ہاتھ رکھ کر پوچھا

"باہر بہت تیز بارش ہو رہی ہے چچی" اس نے خوشی سے کہا تو باقی تینوں ہاتھ جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں

"تم لوگ کدھر جا رہی ہو؟" کشمالہ تائی نے حیرت سے پوچھا

"چھت پر جا رہے ہے بارش میں بھیگنے کے لئے "شہوار نے کہا

"ٹھیک ہے جاؤ یہ ہم لوگ کر لیں گے "کشمالہ تائی نے خوش دلی سے اجازت دی تو وہ تینوں چلی گئیں

"لائے چچی یہ میں کر دوں "جاناں نے ثمرہ چچی کے ہاتھ سے سموسے کی پلیٹ لیتے ہوئے کہا تو وہ حیران ہوئی

"تم نہیں گئی چھت پر ؟"

"نہیں۔۔۔آپ لوگ یہاں اکیلے کام کریں اور میں انجوائے کروں ؟"ایسی ہی تھی وہ خود سے زیادہ دوسروں کی فکر کرتی تھی۔

"یہ ہم کر لیں گے جاناں تم جاؤ اور باقی سب کے ساتھ مزے کرو"

"پکا جاؤں ؟"

"ہاں ہاں جاؤ"ثمرہ چچی نے ہنستے ہوئے کہا تو وہ بھی بھاگتی ہوئی چھت کی جانب بڑھ گئی۔اتنے اچھے موسم میں کس کا دل چاہتا ہے کچن میں کام کرنے کو وہ تو اسکی فطرت نے اسے ایسا کرنے نہ دیا تھا۔

++----++----++----++----

وہ ٹیرس پہ کھڑا زوروشور سے برستی بارش کو دیکھ رہا تھا۔ نیچے لان میں تبریز، فیضان، سفیان، اور نعمان فٹ بال کھیل رہے تھے۔ اسے بھی بلایا تھا لیکن اس نے منع کر دیا کہ بارش میں بھیگنے سے اسے زکام ہو جاتا ہے۔ سلطان محل کی لڑکیوں کا بھی مختلف حال نہ تھا چھت پر لڑکیوں کی اچھلنے کودنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ سہیل صاحب چائے کا کپ لئے اسکے برابر میں آکھڑے ہوئے۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" انہوں نے پوچھا

"سوچ رہا ہوں کے بڑا ہی غیر متوقع موسم ہے کراچی کا صبح تک تو بارش کے کوئی امکانات نہیں تھے اور ابھی اچانک سے بارش شروع ہو گئی۔

"سو تو ہے۔ تم کیوں نہیں گئے؟" انہوں نیچے فٹ بال کھیلتے لڑکوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا

"مجھے زکام ہو جائے گا" اس نے جواب دیا

"کبھی کبھی تھوڑی تفریح کر لینی چاہیے۔ یہ دن بار بار نہیں آتے" انہوں نے سمجھانے والے انداز میں کہا وہ جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ تب ہی فیضان نے سہیل صاحب کو نیچے سے آواز دے کر مخاطب کیا

"سہیل پھوپھا آیئے ہمارے ساتھ کھیلیں، اور اپنے ساتھ اس نازک ملکہ کو بھی لے آیئے گا۔" فیضان نے شرارت سے کہا اشارہ ارحم کی جانب تھا

"میں کیا کروں گا وہاں آکر، ہاں تم ارحم کو لے جاؤ" انہوں نے ارحم کو دیکھتے ہوئے کہا

"مگر ابّو میں بارش میں۔۔۔۔"

"کوئی پیار سے بلاتا ہے تو چلے جانا چاہیے" انہوں نے اسکی بات کاٹی تو وہ "اچھا جاتا ہوں کہہ کر نیچے کی جانب بڑھ گیا۔ اسکے آتے ہی تبریز نے اسکے ساتھ ٹیم بنا لی جب کے فیضان اور سفیان ایک ٹیم میں ہو گئے نومی فلحال گول کیپر کے فرائض انجام دے رہا تھا ہر ٹیم کو دو دو گول کرنے تھے اور نومی نے روکنے تھے۔ تبریز جب بھی کوئی گول کرتا مخالف ٹیم پر وہ جملہ کستا کے سب ہنستے رہ جاتے البتہ سفیان مرچے چبانے پر مجبور ہو جاتا۔ ارحم کو برستی بارش میں فٹ بال کھیلنے میں پہلی بار مزہ آیا تھا۔

--*+----*+----*+----*+----

وہ لوگ پچھلے آدھے گھنٹے سے چھت پر ایک دوسرے کے پیچھے دوڑ رہی تھیں۔ شہوار اور جیا ایک سائیڈ پر بیٹھی ہوئی تھیں کیوں کہ وہ کھیل سے باہر ہو چکی تھیں۔

" بارش دیکھ کر لگ رہا ہے کہ آج پورا دن ہو گی" شہوار نے کہا تھا۔ کبھی ایسی بارش میں وہ اور تیمور ریکٹ کھیلا کرتے تھے۔اور وہ کھیل کبھی اختتام کو نہ پہنچ پاتا تھا۔(**بڑے ہی غلط وقت پر تیمور یاد آیا تھا اُسے**)

"نہ۔۔۔۔مجھے تو لگ رہا ہے کہ بارش اب رک جائیگی" جیا نے نفی کی، بارش ہلکی ہو چکی تھی

"ارے نہیں بھئی میں نے ابھی گوگل پر دیکھا ہے بارش اگلے چار دن تک چلے گی" شہوار نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا اس سے پہلے کہ جیا کچھ کہتی بارش رک گی۔

"لو ہو گئی تمہاری تسلّی۔۔۔؟"

"یہ یمنی کسی سے لڑ رہی ہے ؟"اپنی سبکی ہوتے دیکھ شہوار نے بات بدل دی۔جیا نے یمنی کی جانب دیکھا تو وہ اور صبا ریلنگ سے منہ نیچے دیے نہ جانے کس سے لڑ رہی تھیں۔

" جاناں۔۔۔۔وہاں کیا ہو رہا ہے ؟"شہوار نے پاس کھڑی مرجان کو آواز دی

"فیضان لوگ نیچے فٹبال کھیل رہے تھے، سفیان نے اتنی زور کی کِک ماری کے بال سیدھا چھت پر آ گری اب وہ بال واپس مانگ رہے ہیں اور یہ دونوں دے نہیں رہیں۔۔۔"

"ان دونوں کے پاس تو لگتا ہے اور کوئی کام ہی نہیں ہے" شہوار نے بیزاری سے کہا

"میں تو نیچے جا رہی ہوں اس سے پہلے کہ دادی گھر واپس آ جائیں اور ہمیں بارش میں بھیگتے دیکھ کر ہماری کلاس لیں" جیا جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی تو شہوار اور جاناں بھی اس کے پیچھے چل پڑی رمشا پہلے ہی جا چکی تھی۔ تھوڑی بحث کے بعد یمنی نے بھی بال واپس دے دی تھی بارش رک چکی تھی اور چھت پر رہنے کا ویسے بھی کوئی فائدہ نہ تھا۔

__++__________++__________

وہ ساکت کھڑا اُن کاغذوں کو دیکھ رہا تھا۔ یہ وہ کاغذ تھے جنہوں نے اس سے ایک پل میں واپسی جانے کا فیصلہ کروالیا تھا۔ کل جب ڈاکیا اسکو یہ کاغذات دے کے گیا تھا تو ایک لمحے کو اسکے پیروں تلے زمین نکل گئ تھی۔ وہ یقین نہیں کر پا رہا تھا۔ آج تک خود کو عقلِ کل سمجھ کر سارے فیصلے خود ہی کرتا آیا تھا۔ کبھی سوچا نہیں تھا کہ اسکے

https://zeelazafar.com/

ساتھ بھی ایسا ہو جائے گا۔اس نے پہلی فرصت میں مرجان کو کال ملائی تھی۔گھر میں ایک وہی تھی جس سے وہ اس متعلق بات کر سکتا تھا۔ باقی سبکو تو اس نے خود ہی سختی سے اس مسلے پر بات کرنے سے منع کیا ہوا تھا اب وہ کس منہ سے ان سے سوال کرتا؟بس ایک مرجان ہی تھی جو ذرا سنجیدگی سے اسکے سوال کا جواب دے سکتی تھی۔

"یہ کیا ہے جاناں ؟"فون اٹھاتے ہی نہ اس نے سلام کیا نہ حال احوال پوچھا سیدھا سوال کیا تھا

"وہی ہے جو تم دیکھ رہے ہو"اس نے اطمینان سے جواب دیا

"تم لوگ کیسے کر سکتے ہو میرے ساتھ ایسا؟مجھ سے بنا پوچھے مجھے بنا۔۔۔۔"

"تم کس حق سے یہ سوال کر رہے ہو؟"مرجان نے اسکی بات کاٹی تھی۔اسکے پاس کوئی جواب نہیں بچا تھا۔

"تم نے سب کچھ اپنے ہاتھوں تباہ کیا تھا اب سب تم خود ہی ٹھیک کرو گے اور یاد رکھنا اب کی بار کوئی تمہاری مدد نہیں کریگا۔خدا حافظ۔"جاناں نے بات ختم کر کے کال کاٹ دی تھی۔وہ سر پکڑ کر وہیں بیٹھ گیا تھا۔پھر اس نے یکدم ہی ایک فیصلہ کیا اور جاناں کو میسج بھیجا

"میں پرسوں کراچی آرہا ہوں۔۔"

-------------++-------++-----

سلطان محل کی آدھی عوام اس وقت باتھروم میں نہانے گھسی ہوئی تھی۔ سفیان، صباء، جاناں، جیا، نومی، اس وقت اپنے اپنے کمروں کے واشرومز میں تھے۔ شہوار اور رمشا کے مشترکہ کمرے میں ایک ہی باتھرُوم تھا جس میں رمشا تھی۔ جب کے خود شہوار جیا کا ویٹ کر رہی تھی۔ تبریز فیضان کو باہر نکال کر خود اسکے باتھروم میں جا گھسا تھا اور بیچارہ خوش اخلاق فیضی بس صبر کر رہا تھا۔ یمنی بی بی جانے کہاں غائب تھیں۔ تھوڑی دیر بعد جیا نہا کر باہر آئی تو شہوار نے اپنے کپڑے اٹھائے اور باتھروم کی طرف بڑھنے لگی لیکن اس سے پہلے ہی کافی دیر سے لاپتہ یمنی کہیں سے نمودار ہوئی اور باتھروم میں چلی گئی،

"یہ کیا؟" شہوار ہکا بکا رہ گئی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے یمنی؟ مجھے نہانا ہے" اس نے غصّے سے دروازہ پیٹا

"میرے بعد نہا لینا" یمنی بدتمیز نے جواب دیا

"اگر دادی آگئی تو کیا ہو گا؟" اس نے پریشانی سے ناخن چبائے۔ دراصل قمر چاچو اور انکی بیگم کی آج عمرے سے واپسی تھی لہٰذا دادی اُنہیں لینے ایئرپورٹ گئی ہوئی تھیں۔

"وہ تم گوگل پر سرچ کر لو کہ کیا ہو گا؟" یمنیٰ کی پھر سے آواز آئی

"میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں، تم باہر تو آؤ" اس نے غصّے سے کہا اسی وقت لائٹ بھی چلی گئی۔

"لو جی، بس یہی ہونا باقی رہ گیا تھا" جیا نے بیزاری سے کہا

"کسی نے جنریٹر آن کیوں نہیں کیا؟" شہوار نے پوچھا

"کون کرے گا؟ سب تو نہا رہے ہیں۔ اور فیضی بھائی ابھی گیلے ہیں" جاناں نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا

"یار کوئی ایمرجنسی لائٹ دے گا مجھے؟" یمنیٰ کی پھر سے آواز آئی

"نہیں ملے گی لائٹ اندھیرے میں ہی رہو تم" شہوار کچھ زیادہ ہی تپی ہوئی تھی۔ اگر جو دادی کو پتا چل جاتا کہ وہ لوگ بارش میں بھیگی ہیں تو ڈانٹ پکی تھی۔ اچانک ہی دادی کی گھر میں داخل ہونے کی آواز آئی تو شہوار نے دل پر ہاتھ رکھ لیا

"یااللہ اب کیا ہوگا؟" اسی وقت یمنی بھی باتھروم سے باہر آگئی تو شہوار اسے گھوریوئی جلدی سے باتھروم بھاگی تھی "یہ یمنی کسی دن ضرور قتل ہوگی میرے ہاتھوں" اس نے دل میں سوچا تھا

++----++----++----++----

"آچھی۔۔۔۔آ۔۔۔۔اچھی" چھینک کر اسکا برا حال ہوگیا تھا۔

"بس کردو، تمہاری وجہ سے مجھے فلو ہوجائے گا" سہیل صاحب نے اسے کوئی پچیسواں ٹشو پکڑاتے ہوئے کہا تھا

"آچھی۔۔۔۔" وہ پھر چھینکا تو سہیل صاحب نے تاسف سے اسے دیکھا

"کس نے کہا تھا بارش میں بھیگنے کو؟" انکی بات پر ارحم نے سخت صدماتی کیفیت میں انہیں دیکھا

"آپ نے ہی تو کہا تھا"

"میں نے کہا اور تم نے مان بھی لیا؟ قربان جاؤں میں اس فرمابرداری کے، میں نے گن پائنٹ پر بھیجا تھا تمہیں؟" انہوں نے انجان بننے کی انتہا کردی تھی۔

"آج کے بعد آپ کی کوئی بات نہیں مانوں گا میں" اس نے خفگی سے کہا

"باپ کی نافرمانی کروگے اب؟ اللہ اللہ کیا زمانہ آگیا ہے" وہ افسوس سے کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے جبکہ ارحم بس اپنا سر پیٹ کے رہ گیا تھا اسکو بھی اللہ نے انوکھا باپ دیا تھا۔

جیا کچن میں کھڑی سبزیاں کاٹ رہی تھی جب اسے جاناں کے ہنسنے کی آواز آئی۔

"ایں۔۔۔ یہ جاناں کس سے باتیں کر رہی ہے؟" اس نے دل میں سوچا اور باہر آئی۔ ٹیرس کی سامنے والی سیڑھیوں پر جاناں بیٹھی، موبائل چہرے کے سامنے رکھے کسی سے باتیں کر رہی تھی۔ اسکے بال ابھی تک گیلے تھے اور تیز ہوا سے یہاں وہاں اڑ رہے تھے۔

"کس سے باتیں کر رہی ہو جاناں؟" جیا نے اسکے قریب جا کر پوچھا

"تیمور نے سکائپ پر کال کی ہے۔ آؤ تم بھی بات کرو" اس نے بتایا تو وہ خوش ہوتی اسکے برابر میں آبیٹھی۔

"سلام موٹی! کیا حال ہیں؟" تیمور نے اُسے سکرین پر دیکھ کر پوچھا تو جیا جو کہ بیحد اچھے موڈ کے ساتھ وہاں آئی تھی سخت بدمزہ ہو گئی۔

"مجھے لگا تھا دوسرے شہر جا کر تم کچھ انسان بن گئے ہو گے لیکن نہیں بھئی تم کبھی نہیں سدھر سکتے" اس نے غصّے سے کہا

"کیا کروں بھئی! ساری زندگی غیر انسانی مخلوقات کے خاندان میں گزاری ہے اب انسانوں میں آکر بھی انسان نہیں بن سکتا" دوبدو جواب آیا تھا۔

"تم بھول رہے ہو اس خاندان میں تمہاری بیوی بھی رہتی ہے" جیا نے جتایا تو وہ چپ ہوا۔

"اچھا یاد دلایا۔ ویسے وہ ہے کہاں؟ نظر نہیں آرہی" تیمور نے شہوار کے بارے میں پوچھا

" نظر آئے گی بھی نہیں۔ جہاں تم ہوتے ہو وہاں سے وہ سو فٹ دور رہتی ہے" جیا نے مذاق اڑایا

"تم چپ کرو موٹی، یہ جو فیضی روز روز تمہیں چھولے چاٹ لا کر دیتا ہے نا، اسکی میں امی سے شکایت لگانے والا ہوں۔"

"اب تم نے اگر مجھے موٹی کہا نا تو میں تمہاری شکایت ابّو سے کر دونگی" جیا غصّے سے بولی

"اچھا بس کرو، جب دیکھو لڑنے بیٹھ جاتے ہو تم دونوں" جاناں نے ان دونوں کی بک بک سے تنگ آکر کہا

"تم ہی بات کرو اس سے" جیا غصّے سے کہتی وہاں سے چلی گئی۔

"ناراض کر دیا نا تم نے اسے" جاناں نے خفگی سے کہا

"اُسے چھوڑو یہ بتاؤ امی اور ابّو خیر خیریت سے واپسی آ گئے ناں عمرے سے؟" اس نے پوچھا

"ہاں وہ تو الحمدللہ آ گئے ہیں لیکن تمہاری کمی ہے اب۔۔" اس نے کہا تو تیمور خاموش ہو گیا۔

دوسری طرف جیا کچن میں آ کر برتنوں پر غصّہ اتارنے لگی۔

"یہ برتنوں پر کس خوشی میں ظلم ہو رہا ہے بہن؟" تبریز نا جانے کہاں سے ٹپکا تھا۔

"کیا تکلیف ہے؟ دیکھو تبریز میرا موڈ پہلے ہی بہت خراب ہے تم مزید دماغ نہ چاٹو میرا" اس نے غصّے جواب دیا

"ہاہاہا۔۔۔ تمہارے پاس دماغ بھی ہے؟ امیزنگ۔۔۔ مجھے نہیں پتا تھا" تبریز نے ہنستے ہوئے کہا تو اس نے سخت کینہ توز نظروں سے اسے گھورا وہ جلدی سے سنجیدہ ہوا اور ذرا سنبھل کر اس سے بولا

"کیا ہوا ہے موٹی؟ اتنا غصّے میں کیوں ہو؟" جیا کو تو پتنگے ہی لگ گئے وہ ایک جھٹکے سے مڑی اور ہاتھ میں پکڑا بیلن اسکی کی جانب کر کے بولی

"خبر دار جو تم نے مجھے موٹی کہا تو، میں سر پھاڑ دو نگی تمہارا"

"ارے ارے کیا کر رہی ہو بہن، میں نے کیا کیا ہے؟" وہ بدک کر پیچھے ہٹا

"کیا ہوا جیا؟ کسی نے کچھ کہا ہے؟" اس نے اب کے ذرا شرافت سے پوچھا

" جاؤ اور یہ بات جا کر اپنی بیوی کے بہنوئی، اپنی سالی کے شوہر، اپنے سسر کے بھتیجے اور اپنے ہم زلف سے جا کر پوچھو" اتنے لمبے چوڑے رشتے پر پہلے تو تبریز نے سر کھجایا پھر بات سمجھ آنے پر خوشی سے چیخا

"کیا؟ تیمور آیا ہے؟ کہاں ہے؟" اور پھر جواب کا انتظار کیے بغیر ہی باہر بھاگا

"کہاں ہے تیمور" اس نے سیڑھیوں پر بیٹھی جاناں سے پوچھا

" یہاں ہے، یہ لو تیمور، تبریز سے بات کرو" اس نے موبائل اسکی کی جانب بڑھایا تو وہ اسے تھام کر وہیں سیڑھیوں پر بیٹھ گیا

"ابے گدھے تیرے ٹاپ فلور میں بھوسے کا گودام ہے کیا؟ کیا کہا ہے تم نے میری بہن کو جو وہ بیچارے برتنوں کا ستیاناس کر رہی ہے؟" اس نے چھوٹتے ہی اس سے پوچھا

"آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ وہ میری بھی بہن ہے۔"اس نے جواب دیا تو وہ ہنس دیا پھر وہ دونوں دنیا جہاں کی باتیں کرنے لگے۔ جاناں وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔اور پھر اگلے دو گھنٹوں میں پچاسوں بار آ کر اس سے اپنے موبائل کا مطالبہ کر چکی تھی لیکن ہر بار وہ "دے رہا ہوں پانچ منٹ" کہہ کر اسے واپس بھیج دیتا۔ہر بار وہ اپنا سامنہ لے کر رہ جاتی

"کون کہتا کے عورتیں باتونی ہوتی ہیں؟ ہمارے گھر کے تو مرد بھی کسی سے کم نہیں ہیں" وہ بڑبڑاتی ہوئی کچن میں داخل ہوئی۔

"خیریت کیا ہوا؟"روٹیاں بیلتی شہوار نے پوچھا

"تبریز نے مجھ سے فون لیا تھا تیمور سے بات کرنے کے لئے،ابھی تک اسکی باتیں ہی ختم نہیں ہوئیں۔"

"ہیں؟ یہ دونوں اب تک باتیں کر رہے ہیں؟"جیا کو بھی حیرت ہوئی۔

"وہی کہا ہے اس نے"رمشا نے جل کر کہا

"یار کھانا کب لگے گا مجھے شدید بھوک لگی ہے"کافی دیر سے سر ٹیبل پر رکھے پڑی یمنی نے پوچھا

"ایک گھنٹہ لگے گا"

"کیا؟تب تک تو میں بھوک سے مر جاؤں گی"

"تو کہا کس نے تھا بارش میں اتنی اچھال کود کرنے کو؟" جاناں نے پوچھا تو اس نے بنا کوئی جواب دیے واپس سر

بازوں پر رکھ دیا۔

"یہ لو اپنا موبائل "تبریز نے موبائل فون لا کر جاناں کے حوالے کیا

"بہت شکریہ آپ کے احسان کا "اس نے چڑ کر جواب دیا

"اور رمشا۔۔۔ تم کہاں ہوتی ہو سارا دن؟ نظر ہی نہیں آتی "اس نے براہِ راست اپنی منکوحہ کو مخاطب کیا تو

سب نے اپنی اپنی مسکراہٹ چھپائی تھی۔۔

"کہیں نہیں میں تو یہیں ہوتی ہوں "وہ جلدی سے جواب دے کر سلاد کاٹنے لگی

"اچھا پھر مجھے کیوں نظر نہیں آتی؟ "اس نے شرارت سے پوچھا

"میں نے پہلے ہی کہا ہے کے اپنی آنکھوں کا علاج کرواؤ آج بیوی نہیں نظر آرہی کل پوری دنیا نہیں دکھائی دے گی تو تب کیا کروگے؟" یہ جلا کٹا جواب بھوک سے بے حال ہوتی یمنی بدتمیز کی جانب سے آیا تھا۔

"تمہارا ہر کسی کے معاملے میں بولنا ضروری ہوتا ہے؟"

"میں سلاد ٹیبل پر رکھ کر آتی ہوں" رمشا نے سلاد کی ٹرے اٹھائی اور فوراً وہاں سے رفو چکر ہو گئی تھی

"یہ مجھے دیکھ کر بھاگ کیوں جاتی ہے؟" اس نے شہوار سے پوچھا

"کیوں کہ تم جن ہو۔۔۔" یمنی کچھ زیادہ ہی تپی ہوئی تھی۔

"تم اب پٹ جاؤ گی مجھ سے۔۔۔۔"

"تو پوچھ کیوں رہے ہو پتہ نہیں ہے جہاں تم ہوتے ہو وہاں سے پچاس فٹ دور رہتی ہے وہ۔۔۔۔"

______**___**___**___

صباء لان میں سر جھکائے خاموش بیٹھی تھی۔ سفیان نے اسے اپنے کمرے کی کھڑکی سے دیکھا تو اسے عجیب لگا کیوں کہ وہ خاموش رہنے والے لوگوں میں سے تھی نہیں، وہ بلا ارادہ ہی لان میں آ گیا

"تمہیں کیا ہوا ہے؟"اس نے صباء سے پوچھا

"کچھ نہیں"اس نے سر جھکائے جھکائے ہی جواب دیا۔

"اچھا ٹھیک ہے"وہ کندھے اچکا کر واپس جانے لگا تو صباء جلدی سے اٹھ کر اسکے پیچھے آئی

"ارے ارے رکو ایک منٹ،۔۔۔"

"کیا ہوا؟"اس نے رک کر پوچھا

"بڑے ہی سڑے ہوئے انسان ہو تم، اگر بندے نے کہہ دیا کچھ نہیں تو اسکا مطلب ہوتا ہے کے کچھ ضرور ہوا ہے۔ تمہیں مجھ سے دوبارہ پوچھنا تھا"اس نے سمجھانے والے انداز میں کہا

"تم نے کہا کچھ نہیں ہوا تو میں زبردستی کیوں پوچھوں؟ مجھ سے اتنے نخرے نہیں اٹھائے جاتے کسی کے"اس نے صاف گوئی سے کہا صباء نے برا سے منہ بنایا

"اب بولو کیا ہوا ہے؟"اس نے پوچھا

"وہ۔۔۔۔ میری نا۔۔۔۔ بال اوپر درخت میں اٹک گئی ہے، تو اگر تم چڑھ کر اتار دو تو۔۔۔۔۔" اس نے بات

ادھوری چھوڑ کر اسے دیکھا

"ویسے تو بڑی لڑاکا بنی پھرتی ہو، اور اس دن کیا کہہ رہی تھی کہ مرد عورتوں کو آگے بڑھتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے؟

میں تو تمہیں آگے بڑھتا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں جاؤ جاؤ اوپر چڑھ کر خود اتارو بال "اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اگر مجھے درخت پر چڑھنا آتا تو کیا مجھے تم سے کہنا پڑتا؟" وہ غصّے سے بولی

"نہیں مجھے یہ بتاؤ میں تمہارا نوکر ہوں؟ ہاں"

"تم نہیں اتارو گے "اس نے پوچھا

"نہیں،۔۔۔۔"

"ٹھیک ہے پھر جاؤ واپس، اور آئندہ مجھ سے بات نہ کرنا" اس نے آخری حربہ آزمانے کے لئے آنکھوں میں

موٹے موٹے آنسوں بھر کر کہا۔ اور بس۔۔۔۔۔ سفیان پگھل گیا۔ بات نہ کرنے والی دھمکی کی تو خیر تھی، لیکن

اسکا رونا برداشت نہیں ہوا تھا اسے،

"اچھا اچھا رومت، میں اتارتا ہوں۔ کون سے درخت پر ہے بال؟"

"وہ والے "اس نے ہاتھوں سے آم کے درخت کی جانب اشارہ کیا۔ تو سفیان سر ہلاتا درخت پر چڑھنے لگا۔ زیادہ اوپر نہیں جانا پڑا تھوڑی اوپر والی ٹہنی پر ہی ایک گھونسلے میں بال پڑی ہوئی تھی۔ اس نے بال اتار کر نیچے کی جانب پھینکی جسے صباء نے سرعت سے کیچ کیا تھا۔ پھر احتیاط سے وہ بھی نیچے اتر آیا۔

"تھنک یو۔۔۔" صباء نے خوشی سے کہا

"یہ کھیل چھوڑ کر اوپر آؤ" سفیان نے پھولی ہوئی سانسوں کے درمیان کہا

"کیوں؟" صباء کی تیوری پر بل پڑے، اس نے پھر سے اس پر حکم چلانے کی کوشش کی؟ اسکی اتنی ہمّت؟ اسکی تو۔۔۔

"اوپر کھانا لگ رہا ہے۔ خالی پیٹ میں کھیلنے کی ضرورت نہیں پہلے آکر کھانا کھالو پھر جتنی مرضی ہو کھیل لینا" اس نے آرام سے کہا

"اوہ اچھا میں آرہی ہوں۔ ویسے بال اتارنے کا شکریہ "اس نے بھی جواباً مسکرا کر کہا۔ پتا نہیں کیا کیا فضول سوچ رہی تھیں؟

"ویسے دل کا برا نہیں ہے یہ "صباء نے اسے جاتا دیکھ کر سوچا۔ دوسری طرف سفیان نے مسکراتے ہوئے سوچا

"اتنی بری بھی نہیں ہے ویسے"

-----++-----++-----++-----

میز پر اس وقت تقریباً سب ہی موجود تھے۔ صرف ثمینہ بیگم کا انتظار ہو رہا تھا۔ صباء اور یمنی میز پر کھانا لگا رہی تھیں۔ **(کیا کہا؟ صباء اور یمنی)** حیران نہ ہوں، انہیں آج اظہر تایا ابّا نے سختی سے کام کرنے کا کہا تھا لہٰذا وہ دونوں برے برے منہ بناتے ہوئے اب میز پر برتن لگا رہی تھیں رمشا انکی مدد کر رہی تھی۔ جب کے شہوار اور جیا سکون سے بیٹھی شادی کے ڈریس پر ڈسکشن کر رہی تھیں۔ خواتین ایک طرف شادی کے انتظامات پر بات کر رہیں تھیں۔ مرد حضرات سیاست پر بحث کر رہے تھے۔ فیضان، سفیان، اور نومی فٹ بال پر بات کر رہے تھے۔ اور چونکے ارحم کو فٹ بال میں ایسی کوئی خاص دلچسپی نہ تھی تو وہ انکی باتوں پر اتنا دھیان نہیں دے رہا تھا۔ تبریز

صاحب لاپتہ تھے۔ ارد گرد کا جائزہ لیتے ارحم کی نظریں بلا ارادہ ہی جاناں پر پڑ گئیں۔ وہ ارد گرد سے بے نیاز دونوں ہاتھوں کا پیالہ بنائے اسے چہرے کے سامنے کیے دعا مانگنے میں مگن تھی۔ ارحم دلچسپی سے اسے دیکھے گیا تھا۔ وہ اسے دیکھنے میں مگن تھا کہ اچانک ہی اسکا موبائل بجا تو وہ ہوش میں آیا۔ سہیل صاحب کا میسج تھا۔

"بیٹا ہوش میں آجاؤ، اسکا بھائی یہی آرہا ہے اور اگر اس نے تمہیں مار اناں۔۔۔ تو قسم سے، میں تمہیں پہچاننے سے ہی انکار کر دوں گا" انکا میسج پڑھ کر اس نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا وہ ایسے انجان بنے ہوئے تھے جیسے انہوں نے تو کوئی میسج کیا ہی نہ ہو۔ اس نے بس تاسف سے سر ہلانے پر ہی اکتفا کیا۔ اسی وقت تبریز وہاں آکر بیٹھا

"کیسے ہو سب؟" اس نے باآواز بلند پوچھا لیکن کسی نے بھی اسکی بات کا جواب دینا تو درکنار آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی ضروری نہیں سمجھا

"عزت ہی کوئی نہیں ہے میری" اس نے منہ بناتے ہوئے کہا تو ارحم ہنسنے لگا۔ تبریز نے اسے گھورا پھر اچانک ہی اسکی سرخ ناک کو دیکھ کر بولا

"یہ کیا ہوا تمہیں؟"

"زکام" اور بس ارحم کا اتنا ہی کہنا تھا کہ تبریز نے وہ ہنسنا شروع کیا کہ الامان۔۔۔

"یار کتنے نازک ہو تم۔۔۔۔ہاہاہا" تبریز کے ہنسنے پر سب اسکی جانب ہی متوجہ ہوئے تھے۔

"اچھا ہو گیا؟" ارحم نے سنجیدگی سے پوچھا تو وہ خاموش ہوا لیکن صرف دو سیکنڈ کے لئے اگلے ہی لمحے وہ پھر سے ہنسنے لگا

"ہاہاہاہا۔۔۔سیریسلی" وہ ہنسے جا رہا تھا بالآخر ارحم بھی ہنس پڑا

"چلو فکر نہ کرو میں تائی امی سے کہہ کر تمہارے لئے جوشاندہ بنوا دونگا" اس نے ہنستے ہوئے کہا تو رمشا چیخ پڑی

"ہر گز نہیں۔۔۔۔ارحم بھائی بہت بکواس جوشاندہ ہوتا ہے وہ، آپ غلطی سے بھی نہ پیئے گا"

"نہیں نہیں ارحم۔۔۔۔بہت مزے کا ہوتا ہے جوشاندہ تم ضرور پینا" تبریز نے جلدی سے کہا۔ سب جانتے تھے کے تبریز کو وہ جوشاندہ کتنا زہر لگتا ہے، باقی سب تو پھر بھی ناک بند کر کے پی لیتے تھے لیکن وہ تو ہاتھ بھی نہیں لگاتا تھا، لیکن اب چونکے رمشا نے اسکی برائی کر دی تھی تو ایسا کیسے ہو سکتا تھا کے وہ اسکی حمایت میں بولتا

"تم دونوں چپ کرو گے" جیا نے بیزاری سے کہا

"کیوں موٹی ہم کیوں چپ کریں؟" اس نے جیا سے پوچھا

"میرا اس وقت تم سے لڑنے کا کوئی موڈ نہیں ہے لہٰذا تم اپنی بیوی سے ہی لڑو" وہ کہہ کر رخ پھیر گئی تو اس نے اپنی بیوی کی جانب دیکھا مگر وہ رفوچکر ہو چکی تھی۔

"جاناں ایک بات تو بتاؤ اتنی لمبی دعا میں تم نے کیا مانگا؟" رمشا اور جیا کو تنگ کرنے کے بعد اب وہ جاناں کی جانب متوجہ ہوا تھا۔

"تمہیں پتا ہے نا تبریز کے اللہ کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہے اگر میں ان سے کچھ مانگوں تو وہ ضرور دینگے مجھے" جاناں نے پوچھا

"بیشک، لیکن یہ بتاؤ تم نے مانگا کیا؟"

"تمہارے لئے عقل" جاناں نے سکون سے جواب دیا

"فضول میں اپنا وقت برباد کیا تم نے، جو چیز میرے پاس پہلے سے ہے اسے مانگنے کی کیا ضرورت تھی۔۔۔ہاں تمہیں اپنے لئے مانگنی چاہیے تھی عقل" تبریز نے بھی اتنے ہی سکون سے جواب دیا تو وہ چڑ گئی۔

"بھئی رمشا تم نے کیا دیکھ کر شادی کی تھی اس آدمی سے؟"اس نے چڑ کر رمشا کو مخاطب کیا تو اس نے مرجان کو بس آنکھیں دکھانے پر اکتفا کیا تھا۔

"وہ بیچاری کبھی کبھی خود بھی یہی سوچتی ہے"رمشا کے بجائے جیا نے کہا تو سب ہنس پڑے۔

"اب بس چپ کر کے بیٹھ جاؤ بہت عزت افزائی ہو گئی ہے تمہاری۔۔۔"فیضان نے تبریز کو منہ کھولتا دیکھ کر کہا تھا تو وہ برے برے منہ بناتا رہ گیا۔

--++----++----++----++----

رات کا ایک بج رہا تھا وہ اپنے آفس کے کام کو فائنل کر کے اٹھا تو یوں ہی بلاارادہ چلتا ہوا ٹیرس پر آگیا باہر لان میں اندھیرا چھایا ہوا تھا اور اسی گھپ اندھیرے میں ایک گاڑی اندر داخل ہوتی دکھائی دی۔

"اس وقت کون آگیا؟ اس نے خود سے پوچھا۔ اور ذرا اُچک کر دیکھنے لگا کیوں کہ اسکے اور گاڑی کے درمیان درخت بھی آرہا تھا جس کے باعث اُسے نیچے دیکھنے میں مشکل کا سامنا تھا۔

"یہ تو ایئرپورٹ کیپ ہے۔"ارحم کو اب کافی حد تک نظر آنے لگا تھا۔ گاڑی سے کوئی شخص باہر آیا۔ اندھیرے کے باعث اُسکا چہرہ ٹھیک سے نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ اپنا سامان اتار کر کیپ والے کو بل پے کر کے آگے بڑھنے لگا۔

"یہ کوئی ڈکیت تو نہیں ہے؟"ارحم نے پھر سوچا۔

"نہیں نہیں۔۔۔۔ڈکیت ایئرپورٹ کیپ پر آئیگا کیا؟ پاگل ہو گیا ہے ارحم۔۔۔۔"اس نے خود کو سرزنش کے تھی۔

"پتہ کرنا پڑے گا کہ یہ ہے کون آخر؟.."وہ کہہ کر نیچے کی طرف بھاگا تھا۔

______+________+________+___

آپ دیکھ سکتے ہیں کہ لاؤنج کے داخلی دروازے سے ایک لڑکا بیگ فرش پر گھسیٹتے ہوئے چلا آرہا ہے۔ حالانکہ وہ کندھوں پر ٹانگنے والا ایک چھوٹا سا بیگ ہی تو ہے مگر وہ پھر بھی اُسے فرش پر ہی گھسیٹتا جا رہا ہے، اسکے دائیں ہاتھ میں موبائل ہے جس پر وہ شاید نہیں یقیناً اپنا سوشل میڈیا اسکرول کر رہا ہے۔ جبکہ دوسری جانب سیڑھیوں سے نیچے آتا ارحم رک کر اُسے ہی دیکھ رہا ہے۔ شکل سے وہ اُسے کچھ جانا پہچانا سا لگ رہا ہے جیسے اس نے اس بندے کو

کہیں دیکھ رکھا ہو یا پھر اسکی شکل سے ملتا جلتا کوئی شخص،اب اس لڑکے کی نظریں بھی ارحم پر پڑ چکی ہیں اور وہ بھی بت بنا اُسے ہی گھور رہا ہے۔اور یقیناً یہ سارا منظر آپ خود اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمارہے ہونگے اور ساتھ میں یہ بھی سوچ رہے ہونگے کے ہم پھر سے کیوں ٹپک گئے ؟ارے نہیں نہیں۔۔۔۔شادی کا فنکشن ابھی کہاں ختم ہوا ہے ابھی تو ڈھولک کی تھاپ پر لڑکیاں گانے گا رہی تھیں لیکن جیسے ہی ہمیں خبر ملی کہ آپ یہاں تک آچکے ہیں جہاں ایک نئے کردار کی انٹری ہو چکی ہے **(جو کہ ہمارے لیے بلکل نیا نہیں ہے)** تو ہم سے رہا نہیں گیا اور ہم پھر سے کود پڑے ماضی میں۔۔۔۔کیوں کہ اب جو منظر آپ دیکھنے لگے ہیں وہ آپ کو بیک وقت خوش بھی کریگا اور جذباتی بھی۔۔۔۔اوہو۔۔۔۔ہمیں معلوم ہے کہ ہماری بک بک سے آپ تنگ آچکے ہیں اور غالباً آپکے کان پک چکے ہیں لیکن جی۔۔۔۔فکر نہ کریں ہم کونسا یہاں ٹھہرنے کے ارادے سے آئے ہیں ہمیں تو یہ منظر بہت پسند ہے لہٰذا اسے دیکھنے پھر سے چلے آئے۔۔۔کیونکہ یہ منظر ہے "تیمور" کی واپسی کا۔۔۔۔۔جی ہاں وہی تیمور جس کا آپ اب تک ذکر ہی سنتے آئے ہیں اب ذرا اپنی آنکھوں سے اُسے دیکھ بھی لیجیئے کیونکہ اب کہانی میں آنے لگا ہے دھماکے دار ٹویسٹ۔۔۔۔

"آپ کون ہیں؟" ارحم نے ذرا تمیز سے پوچھا

"یہ سوال تو مجھے تم سے پوچھنا چاہیے۔۔۔ تم کون ہو؟ اور کیا کر رہے ہو میرے گھر میں ہاں؟" اگلے بندے نے تمیز دکھانے کی رتی بھر کوشش بھی نہ کی تھی۔

"تمہارا گھر؟.... یااللہ اس گھر کے کتنے والی وارث ہیں؟" ارحم نے خود سے پوچھا۔

"دیکھیں بھائی صاحب اگر تو آپ۔۔۔" ابھی ارحم کی بات بھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ کہیں سے تبریز نمودار ہوا

"تیمور۔۔۔ میرے بھائی" اس نے تیمور کو دیکھ کر نعرہ لگایا اور بھاگ کر اسکے گلے لگ گیا۔ اور نعرہ لگاتے ہوئے اس نے اس بات کا خاص خیال رکھتا کہ اسکی آواز اتنی بلند ضرور ہو کہ پورا نہ سہی مگر آدھا محلہ تو سن ہی لے۔

اس سے پہلے کے تبریز اسکو چھوڑتا، کہیں سے فیضان برآمد ہوا اور تبریز والی حرکت دہراتے ہوئے تیمور پر کود پڑا، پھر سفیان اور پھر نعمان ایک کے بعد ایک منگول قبیلے کی طرح نمودار ہوتے گئے اور چیختے چلاتے ہوئے اسکے گلے لگتے گئے یہاں تک کہ بیچارہ تیمور زمین بوس ہو گیا۔ اور وہ سارے اسکے اوپر۔۔۔۔

"چلو جی ان نمونوں میں ایک اور نمونے کا اضافہ ہو گیا" سیڑھیوں پر جم کر ٹکے ارحم نے اپنے متوقع سالے کو خطاب دیا تھا۔اب جا کر اُسے یاد آیا تھا کہ تیمور کی شکل اُسے جانی پہچانی کیوں لگ رہی تھی اور اُسے کیوں لگ رہا تھا کہ اس نے اسکی شکل کے کسی شخص کو دیکھا ہے، کیونکہ اس نے اس شکل کا ایک نہیں بلکہ بہت سارے اشخاص دیکھیں تھے اور وہ بھی اسی پاگل خانے میں۔۔۔۔

"اللہ کا واسطہ ہے چھوڑ دو مجھے۔۔۔۔ مر جاؤں گا میں ورنہ۔۔۔" تیمور کی گھٹی ہوئی آواز پر بلا آخر اُن سب نے اُسے چھوڑا تو وہ کھانستا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تھا باقی چاروں ہنس رہے تھے۔

"تم لوگوں نے تو پکا ارادہ کر لیا تھا مجھے مارنے کا" اس نے اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے کہا تھا

"اچھا ہوتا۔۔۔ ابھی جو تم دادی اور انکی پوتی کے ہاتھوں قتل ہو گے اس سے بہتر ہے کہ یہیں حادثاتی طور پر مر جاؤ" سفیان نے مذاق اڑایا تھا۔

"وہ سب تو ٹھیک ہیں لیکن یہ بھائی صاحب کون ہیں؟" اس نے سیڑھیوں سے نیچے اتر کر اپنی طرف آتے ارحم کو دیکھتے ہوئے پوچھا

"ارے اسے نہیں پہچانا۔۔۔۔ یہ اپنا ارحم ہے۔۔۔ صاحبہ پھوپھو کا بیٹا" فیضان نے ارحم کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے خوشدلی سے تعارف کروایا تھا۔

"اوہو ارحم۔۔۔۔۔ سوری دوست۔۔۔۔ میں نے تمہیں پہچانا نہیں تھا" اس نے خوش اخلاقی کے ساتھ ارحم کی جانب ہاتھ بڑھایا

"نہیں نہیں کوئی بات نہیں۔۔۔۔ میں بھی تو نہیں پہچان پایا تھا تمہیں" ارحم نے بھی خوش دلی سے اس سے ہاتھ ملایا۔ دراصل تیمور واحد تھا جو اسکے پاس کسی بھی سوشل میڈیا سائیڈ پر ایڈ نہیں تھا اور نہ ہی اس نے تیمور کی کوئی تصویر دیکھ رکھی تھی۔

"ایک بات تو بتاؤ۔۔۔۔ اس بیگ میں ایسا کیا ہے جو تُم اسے گھسیٹتے ہوئے لا رہے تھے" تبریز نے اسکے چھوٹے سے بیگ کو دیکھ کر پوچھا۔

"کب سے اسے کندھوں پر اٹھایا ہوا تھا، یہاں لا کر آخر نیچے اتر دیا، درد ہو گیا تھا یار کندھوں میں۔۔۔"

"نہیں تو۔۔۔ تُم کیا اسے پشاور سے کندھوں پر اٹھا کر لائے ہو یہاں تک" سفیان نے ہنستے ہوئے پوچھا تھا۔

https://zeelazafar.com/

"تیمور۔۔۔۔۔۔"ٹھیک اسی لمحے جاناں نے سیڑھیوں سے اتنی زور کی چیخ ماری تھی کہ وہاں کھڑے تمام افراد کو اپنے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھنا پڑے تھے ورنہ اس سوراسرافیل کو سننے پر اُنکا اپنی قوت سماعت سے محروم ہونے کا خدشہ تھا۔اور بقیہ محلّہ جو تبریز کی چیخ سے بیدار نہ ہو سکا تھا وہ اسکی بہن کی چیخ پر شاید نہیں یقیناً بیدار ہو چکا تھا۔وہ بھاگتے ہوئے آئی اور تیمور کے گلے لگ گئی۔

"تم کیسے آئے؟"خوشی اسکے چہرے سے پھوٹ رہی تھی۔

"باہر والے دروازے سے"فیضان نے لقمہ دیا تھا۔باقی گھر والے بھی اب آہستہ آہستہ جمع ہو رہے تھے اور انکے چہروں پر خوشی کے بجائے غم وغصّے کے ملے جلے تاثرات تھے۔

"تم چپ کرو۔۔۔کب سے میرا بھائی کھڑا ہے کسی نے اندر بٹھایا بھی نہیں"اس نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے اسے اندر لانے کی۔۔۔کسی محاذ سے واپس نہیں آرہا یہ" قمر چاچو کی سخت آواز پر وہ لوگ جو اپنی ہی باتوں میں مگن تھے، چونکے تھے۔اور جب انہوں نے دیکھا تو وہاں گھر کے تقریباً تمام لوگ ہی موجود تھے سوائے شہوار اور سہیل پھوپھا کے۔

"ابّو۔۔۔میں۔۔۔۔" تیمور کچھ کہنے کے لئے آگے بڑھا مگر چاچو نے اُسے ہاتھ کے اشارے سے وہیں روکا

"کوئی ضرورت نہیں ہے آگے بڑھنے کی۔۔۔۔ جہاں سے آئے ہو واپس وہیں چلے جاؤ" انہوں نے اتنی ہی سختی سے کہا تھا۔ سبکو سانپ سونگھا ہوا تھا۔ تیمور کی والدہ آنکھوں میں نمی لیے خاموشی سے ایک کونے میں کھڑی تھیں جب کہ ارحم کو اپنا آپ وہاں اضافی لگ رہا تھا لیکن وہ واپس اپنے کمرے میں بھی نہیں جا سکتا تھا کیونکہ سیڑھیوں پر تمام لڑکیاں ایک قطار میں کھڑی تھیں اور اُسے انکے درمیان سے جانا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

"دادی۔۔۔آپ ہی کچھ کہے ناں۔۔۔" وہ ثمینہ بیگم کی جانب بڑھا

"یہ میرا بھی گھر ہے۔۔۔ میں یہاں نہیں رہوں گا تو کہاں جاؤنگا" اس نے دادی کا ہاتھ تھامنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا اور پھر اسی ہاتھ سے سب کے سامنے تیمور کے منہ پر زناٹے دار تھپڑ رسید کیا تھا۔

اس ردعمل کی کسی کو توقع نہیں تھی سوائے تیمور کے،اب سب حقیقی معنٰی میں پریشان ہو گئے تھے۔

" صحیح کہا تم نے، یہ تمہارا ہی گھر ہے اور تم یہیں رہو گے کوئی تمہیں یہاں سے نہیں نکال سکتا لیکن۔۔۔اس گھر کے لوگ تمہارے نہیں ہیں۔ جب تک یہاں رہو مجھے دادی نہ کہنا" وہ تیمور کو ساکت چھوڑ کر چلی گئ۔انکے پیچھے قمر چاچو اور باقی بڑے بھی چلے گئے۔ سوائے انکی بیوی الّارہ کے۔۔

"امی۔۔۔" وہ انکی جانب بڑھا لیکن انکی آنکھیں دیکھ کر رک گیا جہاں صرف ملامت تھیں۔ وہ بھی اس سے نظریں پھیر کر چلی گئ تھی۔

"امی پلیز۔۔۔"اس نے آہستہ سے کہا اور دکھ سے اُنہیں جاتا دیکھتا رہا اسکے سب اپنے اس سے روٹھ چکے تھے۔

" یہ تو ہونا ہی تھا۔۔" فیضان نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اُسے کہا تھا

" چلو اپنے کمرے میں چلو۔۔۔ابھی سب غصّے میں ہیں کل صبح بات کریں گے" فیضان نے اُسے تسلی دی تو اس نے سر ہلا دیا۔ تبریز اُسکا سامان اٹھا رہا تھا مرجان اسکے لیے کھانا گرم کرنے گئ تھی۔ نہیں۔۔ابھی سب اپنے نہیں روٹھے تھے۔

کہا بھی تھا کہ ڈراپ سین ہونے والا ہے مگر آپکو ہماری باتوں پر یقین نہیں تھا اب ہوتے رہیے اکیلے ہی ایموشنل

ہم تو جا رہے ہیں ڈھولک بجانے۔۔۔۔۔

-------+------+-------+-------

رمشا اپنی الماری میں کپڑے ترتیب سے رکھ رہی تھی جب کمرے کا دروازہ کھلا اور شہوار اندر داخل ہوئی۔ رمشا

اُسے دیکھ کر چونکی، اسکی حالت ٹھیک نہیں لگ رہی تھی

"شہوار کیا ہوا ہے؟" اس نے اُسے مخاطب کیا مگر شہوار بس سرخ آنکھوں سے اُسے دیکھ رہی تھی۔

"دیکھو شہوار یہ اُسکا بھی گھر ہے اُسے یہیں واپس آنا تھا۔ اب تم بھی بھول جاؤ سب اور نارمل ہو جاؤ" رمشا نے

اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اُسے سمجھنا چاہا مگر شہوار نے اُسکا ہاتھ جھٹک دیا۔

"کیا بھول جاؤں؟ اور کیوں بھول جاؤں؟" وہ دھاڑی تھی۔

"یار دیکھو تمہاری اور اسکی شادی ہے اسی لیے تو واپس۔۔۔۔۔" رمشا کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی شہوار نے

اُسے بازو سے پکڑا اور گھسیٹتے ہوئے کمرے سے باہر لے آئی

"شہوار کیا کر رہی ہو؟ پاگل ہو گئی ہو کیا؟"

"نکلو میرے کمرے سے اور مجھے تم میں سے کوئی بھی اپنی شکل نہیں دکھانا" اس نے انگلی اٹھا کر اُسے وارن کیا اور دھاڑ سے دروازہ بند کر دیا۔ رمشا ہکا بکا کھڑی رہ گی۔ اسکے بعد وہ، مرجان اور جیا کئی مرتبہ دروازہ کھٹکھٹا کر تھک گئی پر نہ اس نے دروازہ کھولا نہ ہی کسی بات کا جواب دیا۔

-+----------+--------+-------

"ویسے تھپڑ تھا بڑی زور کا۔۔" تیمور عین آئینے کے سامنے کھڑا اپنے سرخ ہوتے گال کو دیکھ رہا تھا جس پر تھوڑی دیر پہلے ہی دادی نے کس کے چپیڑ ماری تھی۔

"ہاں واقعی، ساتھ والے گھر سے انکل شفیق دوڑے دوڑے آئے تھے کہ کہیں ہمارے گھر گیس سلینڈر پھٹنے سے دھماکا تو نہیں ہو گیا" سفیان نے اُسکا مذاق اڑایا

"بکواس نہ کرو۔۔" تیمور نے آئینے میں سے ہی اُسے آنکھیں دکھائی تھیں۔ جو صوفے پر آڑا ترچھا پڑا ہوا موبائل میں مصروف تھا

"یار کچھ کھانے کو لاؤ مجھے بھوک لگی ہے" وہ تبریز کے برابر آکر بیٹھ گیا

"ہم نے تو کچھ کھانے کو منگوایا ہی نہیں کہ شاید صاحبزادے کا پیٹ تھپڑ کھانے کے بعد بھر گیا ہو" سفیان نے پھر سے جلا کٹا جواب دیا تھا۔

"تھپڑ مجھے پڑا ہے، تو کیوں تپ رہا ہے بھائی؟"

"یہ تو بچپن سے ہی تپ رہا ہے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے" سفیان کی جگہ فیضان نے جواب دیا تھا۔

"ہا۔۔۔ مجھے لگتا ہے یہ ہمارے خاندان کا ہی نہیں ہے، اسے تایا ابّا سیدھا تندور سے نکال کر لائے تھے" تیمور نے کہا

"ایک تو میری نیند خراب کر دی، دوسرا کمرے میں آکر بھی سونے نہیں دے رہے ہو، کب سے بک بک لگا رکھی ہے تم لوگوں نے۔۔۔ اب بندہ تپے نہیں تو کیا کرے" وہ بیزاری سے بولا

"مرجان لا رہی ہے کھانا صبر رکھو۔۔۔" دوسری جانب فیضان نے تیمور کو تسلی دی تھی۔ جبکہ تیسری جانب جناب ارحم حیران پریشان سے ان نمونوں کی حرکتیں ملاحظہ فرما رہا تھا جن کو دیکھ کر لگتا ہی نہیں تھا کہ ابھی تھوڑی

دیر قبل اتنا بڑا سین کریٹ ہو چکا ہے۔اور تیمور صاحب تو ایسے سکون سے بیٹھے تھے جیسے تھپڑ کھا کر نہ آئے ہوں بلکہ تمغہ امتیاز سینے پر سجا کر آئے ہوں۔ بیچارے ارحم کو تبریز سب کے درمیان کھینچ لایا تھا وہ تو دادی جان کا غصّہ دیکھنے کے بعد خاموشی سے اپنے کمرے میں جا رہا تھا کہ ہو نہ ہو، سب گھر والوں کے، خصوصاً تیمور کے مزاج فلوقت گرم ہونگے لیکن یہاں تو الٹی گنگا بہہ رہی تھی۔

"مجھے لگ رہا تھا کہ اتنے سالوں میں یہ سدھر چکا ہو گا مگر اسکے مزاج تو ویسے ہی ہیں۔" تیمور ابھی تک سفیان پر تبصرے کیے جا رہا تھا۔

"اتنے سالوں سے یاد آیا کہ تم تو کہہ کر گئے تھے کہ ایک دو سال میں واپس آ جاؤں گا۔ پھر چار سال کہاں لگا دیے؟" تبریز نے سفیان کا مزاج بگڑتے دیکھ بات بدلنی چاہی تھی کیونکہ جس رفتار سے تیمور اُسے تیلیاں بھر رہا تھا کچھ بعید نہیں تھا کہ وہ رات کے اسی پہر پھٹ پڑتا اور اس صورت میں تیمور کے دوسرے گال پر بھی چپیڑ لازمی تھی۔

"میں نے یہ بھی کہا تھا کے کام زیادہ ہوا تو وقت بھی زیادہ لگ سکتا ہے۔"

"مجھے لگا کہ کہیں کوئی پٹھان نہ پسند آگئی ہو وہاں، جو شہزادے صاحب کا آنے کو دل ہی نہیں کر رہا"

"دیکھو تبریز بیشک میں تمہارا بھائی ضرور ہوں مگر تمہارے جیتنا ذلیل کمینہ اور بے غیرت نہیں ہوں" تیمور نے کہا تو سنجیدگی سے تھا مگر وہاں قہقہ زوروں کا پڑا تھا۔ بیچارہ تبریز اپنا سامنہ لیکر رہ گیا تھا۔

"اور بتاؤ ارحم۔۔۔ تمہاری اچانک آمد کیسے ہوئی؟" سفیان کو جی بھر کر تیلیاں لگا لینے کے بعد اب وہ ارحم کی جانب متوجہ ہوا تھا۔ حالانکہ اچانک آمد تو اسکی ہوئی تھی اور یہ سوال بھی اصولاً تیمور سے پوچھنا چاہیے تھا لیکن آپکو بتایا ناں۔۔۔ یہاں الٹی گنگا بہتی تھی۔۔۔

"بس تمہاری شادی اٹینڈ کرنے آیا ہوں۔" یہ سلطان محل کی عوام کی صحبت کا اثر تھا کہ ہر بات سوچ سمجھ کر کہنے والے ارحم کی زبان آج چھڑے کی طرح پھسلی تھی۔ اور اس سے پہلے کے اُسے احساس ہوتا کہ وہ کچھ غلط بول گیا ہے وہاں پھر سے زور کا قہقہ پڑا تھا۔

"اللہ تمہاری زبان مبارک کرے۔" تیمور نے جذباتی ہونے کی ناکام کوشش کی تھے۔ جبکہ ارحم کو ابھی بھی سمجھ نہیں آیا تھا کہ وہ ہنس کس بات پر رہے ہیں؟

"یہ بتاؤ تم کام کیا کرتے ہو؟" اب وہ با قاعدہ انٹرویو لینے پر اتر آیا تھا۔ اور ارحم بس اُسے اپنا متوقع سالہ ہونے کی خاطر برداشت کر رہا تھا

"میں آڈیٹر ہوں، نیب (NAB) میں جاب کرتا ہوں۔" اب کے وہاں سنّاٹا چھایا تھا۔

"سریسلی؟؟؟... ہمیں تو یہ بات معلوم ہی نہیں تھی۔ ہم تو سمجھتے تھے کہ تم پھوپھا کے ساتھ انکے کاروبار میں ہاتھ بٹاتے ہو" فیضان نے سبکی حیرت کو الفاظ عطا کیے تھے۔

"نہیں۔۔۔ ابّو اپنا کاروبار ضرور کرتے ہیں مگر میں اس میں شامل نہیں ہونا چاہتا، میرا شوق شروع سے ہی آڈیٹنگ کا تھا۔ ابّو اپنا کام کراچی منتقل کرنا چاہتے تھے بس میرے ٹرانسفر کا انتظار کر رہے تھے۔ ٹرانسفر آرڈر آ گئے تو انہوں نے بھی اپنا سارا کام وائنڈ اپ کیا اور میرے ساتھ کراچی چلے آئے" ارحم نے کافی تفصیل سے جواب دیا تھا۔ صد شکر کے اُن خلائی مخلوقات نے انسانوں کی طرح پوری بات سنی تھی اور کافی متاثر بھی نظر آ رہے تھے۔

"یعنی کہ تم تو کافی خوفناک چیز ہو" تیمور نے اُسے سراہا تھا **(اپنے سٹائل میں)**۔ وہ لوگ باتوں میں مصروف تھے جب یمنی نے دروازے سے آواز لگائی تھی۔

"اگر کوئی اہم میٹنگ نہیں ہو رہی ہو تو میں اندر آسکتی ہوں"

"ہاں آجاؤ۔۔۔"اجازت ملنے پر وہ اندر داخل ہوئی اور براہِ راست تیمور کو مخاطب کر کے بولی۔

"تو آپ آ گئے تیمور بھائی۔۔"

"نہیں ابھی راستے میں ہوں، کچھ دیر میں پہنچ جاؤں گا" تیمور نے سنجیدگی سے جواب دیا تھا

"چلے ٹھیک ہیں جب خیر خیریت سے پہنچ جائیں تو بتا دیجئے گا، مرجان نے کھانا گرم کر کے رکھ دیا ہے آپ کے لیے وہ لے آئے گی" مقابل پھر یمنیٰ تھی، اتنی ہی سنجیدگی سے جواب دے کر یہ جا وہ جا ہو گئی۔

------+---------+-------+-----

وہ آہستہ سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا کہ یقیناً سہیل صاحب سو رہے ہونگے مگر وہ اپنے بیڈ پر لیٹے گود میں لیپ ٹاپ رکھے جاگ رہے تھے۔

"آپ ابھی تک جاگ رہے ہیں؟"اس نے اپنے بیڈ پر لیٹتے ہوئے پوچھا

"ہاں کچھ کام تھا، تم کہاں رہ گئے تھے؟"

"تیمور آیا ہے، تو بس انہی سب کے ساتھ بیٹھا تھا"

"اچھا۔۔۔وہ کب آیا واپس؟" وہ حیران ہوئے

"یہی کوئی گھنٹہ دو گھنٹہ پہلے۔۔۔آپکو نہیں معلوم؟"

"نہیں۔۔۔۔"

"حیرت ہے۔۔گھر میں اتنا بڑا سین کریٹ ہو گیا تھا اور آپکو معلوم ہی نہیں ہوا"

"کیا مطلب؟ کیا ہوا ہے گھر میں؟" وہ مزید حیران ہوئے، ارحم نے سارا قصہ انکے گوش گزار کر دیا۔

"ہمم۔۔۔یہ تو ہونا ہی تھا" وہ پر سوچ انداز میں کہہ رہے تھے۔

"کیا مطلب ابّو؟ ایسی کونسی بات ہے جو مجھے نہیں معلوم؟ کیا کیا ہے تیمور نے؟"

"یہ شادی اسکی اور شہوار کی رائے جانے بغیر ہوئی تھی۔اسی بات پر ناراض ہو کر وہ گھر سے چلا گیا تھا؟

"کیا واقعی؟ میں تو سمجھتا تھا کہ تیمور کی مرضی سے ہوا تھا سب۔۔"

"میں بھی یہی سمجھتا تھابیٹا۔۔ ظاہر ہے صاحبہ کے مرنے کے بعد میرا یہاں آنا نہیں ہو سکا تھااور فون پر کسی سے بھی صحیح بات معلوم نہ ہو سکی تھی، تمہاری طرح میں بھی یہی سمجھتا تھا کے تیمور جاب کے سلسلے میں شہر سے باہر ہے اسکی واپسی پر شادی ہو گی۔"

"تو پھر اصل بات کیا ہے؟"

"اصل بات مجھے کل اطہر نے بتائی ہے۔"وہ کہہ کر چپ ہوئے۔ارحم خاموشی سے اُنہیں سن رہا تھا

-+-------+----------+-------+

چار سال قبل شہوار کا نکاح اظہر صاحب کے ایک دوست کے بھتیجے سے ہو رہا ہے تھا۔ تمام رشتے دار گھر کے لان میں موجود تھے، شہوار بھی مطمئن تھی۔ لیکن یہ اطمینان تب ختم ہوا جاب نکاح کے کچھ ہی دیر بعد لڑکے کی بیوی ہمراہ اپنے بیٹے کے پہنچ گئی اور خوب واویلا کیا۔ وہ کوئی گوری معلوم ہوتی تھی۔ کاش کہ وہ کچھ لمحہ قبل پہنچ جاتی ۔۔۔کاش۔۔۔

لڑکے نے تمام مجمع کے سامنے یہ بات قبول کی کہ یہ اسکی بیوی ہے اور اسکی پسند کی شادی ہے۔ لڑکے کی ماں اسکی شادی سے ناخوش تھی اور ہر حال میں اپنے بیٹے کی شادی کسی پاکستانی لڑکی سے کرنا چاہتی تھی تا کہ اسکے بیٹے کی جان اس انگریز عورت سے چھوٹ جائے جو بقول اُن خاتون کے انکے بیٹے سے جونک کی طرح چپک گئی تھی۔

"بھائی صاحب دیکھیں۔۔۔ میری بات سنیں۔۔۔ پولیس کو نہ بلائیں، ہم بیٹھ کر بھی تو مسئلہ حل کر سکتے ہیں نا۔۔" لڑکے کی ماں نے جب اظہر صاحب کو پولیس کو فون کرتے دیکھا تو اُن سے التجائیہ انداز میں بولیں۔

"بی بی آپ نے اور آپکے بیٹے نے ہمارے ساتھ فراڈ کیا ہے۔ ہم بیٹھ کر یہ مسئلہ حل نہیں کر سکتے۔" قمر چاچو نے سختی سے کہا

"بھائی صاحب اب تو نکاح ہو گیا ہے ناں۔۔۔ میں آپکی بیٹی کو شہزادیوں کے طرح رکھوں گی دیکھیے گا ایک نہ ایک دن میرا بیٹا اس منحوس عورت کو طلاق دے کر واپس آجائے گا۔" خاتون منّت سماجت پر اتر آئیں

"آپکا دماغ تو درست ہے؟ میری بیٹی آپکے بیٹے کا انتظار کیوں کرے جب کہ آپکا بیٹا اپنی بیوی کے ساتھ خوش ہے"

"آپ صحیح کہہ رہے ہیں انکل۔۔۔میں نے اپنی والدہ کو بہت سمجھایا تھا کہ میں اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ خوش ہوں لیکن وہ نہ مانی بلکہ مجھے قسمیں دینے اور قطع تعلق کرنے پر اتر آئی تھیں۔تب میں اس شرط پر راضی ہوا تھا کہ لڑکی والوں کو ساری حقیقت معلوم ہونی چاہیے ورنہ میں شادی نہیں کرونگا،اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ یہ آپ لوگوں کو سب کچھ بتا چکی ہیں لیکن انہوں نے تو آپ کے ساتھ ساتھ مجھ سے بھی جھوٹ کہا" لڑکے نے تفصیل سے ساری بات انکے گوش گزر کردی۔اسکی ماں اب شرمندہ شرمندہ نظر آتی تھی۔

"آپ دونوں کا جو بھی معاملہ ہے اس سے ہمارا کچھ لینا دینا نہیں ہے،ابھی اور اسی وقت ہماری لڑکی کو طلاق دو ورنہ یہاں سے سیدھا جیل جاؤ گے "اظہر تایا ابّا کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اُن ماں بیٹے کو کچا چبا جائیں۔

"ٹھیک ہے انکل جیسے آپکی مرضی۔۔۔"لڑکا راضی ہو گیا اور یوں اسی جگہ جہاں کچھ دیر قبل شہوار کا نکاح ہوا تھا وہیں اب اسکی طلاق بھی ہو چکی تھی۔مظہر الدین دل پر ہاتھ رکھے وہیں بیٹھ گئے۔مہمان تماشا دیکھنے کے بعد اب جانا شروع ہو چکے تھے ایسے میں اچانک زُلیخا چاچی (شہوار کی سوتیلی ماں) کی آواز گونجی۔

"یہ کیا ہو گیا ہائے۔۔۔اتنا بڑا داغ لگ گیا بچی پر،اب کون شادی کریگا اس سے۔۔۔"

"کیا ہو گیا ہے چاچی؟ یہ کس طرح کی بات کر رہی ہیں آپ!" فیضان نے کہا

"تو اور کیا کہوں؟، ٹھیک ہے لڑکا شادی شدہ تھا لیکن نکاح تو ہو چکا تھا نا؟ بات سنبھالی بھی تو جا سکتی تھی"

"یہ آپ کس طرح کی بات کر رہی ہیں بھابھی ہماری بچی بوجھ تھوڑی ہیں ہم پر کہ ہم کسی کے بھی حوالے کر دیتے" اطہر چاچو اس سارے معاملے میں پہلی بار بولے تھے

"ہاں بوجھ نہیں تھی لیکن اب جو طلاق کا داغ لگ گیا ہے نہ اس کے بعد ساری زندگی کے لیے بوجھ لگے گی...

ہائے یہ کیسے غضب ہو گیا" وہ سر پیٹتے ہوئے بولیں

"بس کرو زُلیخا۔۔۔ ہم تم سے زیادہ بہتر جانتے ہیں" ثمینہ صاحبہ نے سخت لہجے میں کہا

"بس تو آپ کر دیں امّاں جان۔۔ آپ نے تو دنیا دیکھی ہے کیا آپکو نہیں معلوم اب آگے کیا ہو گا اسکے ساتھ، شہوار تو شہوار اب رمشا کے لیے بھی کوئی رشتا نہیں آئے گا، ہائے ہم برباد ہو گئے" اس طرح بین کرتی وہ وہاں کھڑے تمام افراد کو زہر لگی تھیں

"بس بہت ہو گیا۔۔۔۔ آپ بلا وجہ کا واویلا کر رہی ہیں" اظہر تایا ابّا نے بلند آواز میں کہا تھا۔

"رہنے دیں بھائی جان سارے فیصلے آپ نے اور قمر بھائی نے خود ہی کر لیے۔۔۔ارے میں کہتی ہوں کوئی ایک بار شہوار کے باپ سے بھی پوچھ لیتا ہو سکتا ہے کہ وہ راضی ہوتے اور خاموشی سے بیٹی کو رخصت کر دیتے لیکن نہیں ہمیں تو چھوٹا سمجھ کر چپ کروا دیا جاتا ہے اور سارے فیصلے خود ہی کر لیے جاتے ہیں۔ مظہر آپ کیوں چپ بیٹھے ہیں دیکھیں ان لوگوں نے آپکی بیٹیوں کی زندگی برباد کر دی "انہوں نے اپنے شوہر کو جھنجھوڑا آج لگتا تھا جیسے وہ چپ نہیں ہو نگی۔

"آپ کیا چاہتی ہیں بھابھی ؟ شہوار میری بھی بیٹی کی طرح ہے "قمر چاچو نے ذرا بات سنبھالنا چاہی

"بیٹی کی طرح ہے بیٹی ہے تو نہیں نا، جس گھر میں ہماری بات کی کوئی اہمیت نہیں جہاں ہم سے پوچھے بغیر فیصلے ہوتے ہیں ہمیں اس گھر میں نہیں رہنا، ہمارا حصّہ الگ کریں امّاں جان اور ہمیں یہاں سے جانے دیں" بلا آخر بلی تھیلے سے باہر آ ہی گئی۔ تو یہ سارا تماشا انہوں نے اسی لیے کیا تھا۔ موقعہ دیکھ کر بھائی کو بھائی سے لڑوایا جائے اور اپنا حصّہ لے کر الگ ہو جایا جائے۔

"یہ کیا بکواس کر رہی ہو زُلیخا، اس گھر کی بڑی میں ہوں اور جب تک میں زندہ ہوں کوئی یہاں سے کہی نہیں جائے گا۔ یہ فیصلہ کرنا میرا کام ہے تمہارا نہیں" ثمینہ بیگم کا خون کھول گیا تھا۔

"بس کر دیں آپ سب۔۔۔ خدا کے لیے بس کر دیں" بلکل ہی اچانک سے مظہر صاحب چیخ پڑے اور سب انکی جانب متوجہ ہوئے،

"سب فیصلے آپ لوگ کرتے جائے اور میں خاموشی سے تماشا دیکھوں؟"

"تو کیا ہم نے غلط کیا چاچو؟ ہم شہوار کی شادی اس فراڈیے سے ہونے دیتے؟" کافی دیر سے خاموش تیمور بول پڑا اُسے سمجھ نہیں آرہی تھی کے آخر کس بات پر چاچو اور چاچی غصّہ کر رہے تھے

"ہاں غلط کیا، نکاح ہو گیا تھا ناں، باقی اللہ مالک تھا بعد کی بعد میں دیکھی جاتی مگر نہیں۔۔۔ لگا دیا نا میری بیٹی کے دامن پر داغ"

"مظہر میں تمہاری حالت سمجھ سکتا ہوں، جو ہونا تھا ہو چکا اور۔۔۔" اظہر تایا ابّا نے انکے کندھے پر ہاتھ رکھ کر پیار سے سمجھانا چاہا مگر انہوں نے ہاتھ جھٹک کر انکی بات کاٹ دی

"واہ بھائی جان واہ۔۔۔جو ہونا تھا ہو گیا... ہم پر قیامت گزر گئی اور آپ کے لیے کوئی مسئلہ ہی نہیں،۔۔۔"

"مظہر بھائی آپ کیوں پریشان ہوتے ہیں شہوار کے لیے کوئی نہ کوئی بر مل ہی جائے گا" اطہر چاچو نے بات بگڑتی دیکھ کر سنبھالنی چاہی

"تو ٹھیک ہے ابھی اور اسی وقت میری بیٹی کے لیے کوئی بر تلاش کریں ورنہ مجھے میرا حصّہ دے کر الگ کریں" انہوں نے سرد لہجے میں کہا تو سب شاکڈ رہ گئے وہ بلکل زُلیخا کی زبان بول رہے تھے

"مظہر۔۔۔۔" ثمینہ بیگم کے منہ سے بس اتنا ہی نکل سکا تھا

"ٹھیک ہے پھر ابھی اور اسی وقت شہوار کا نکاح ہو گا ہمارے بیٹے تیمور کے ساتھ" یہ فیصلہ صادر کرنے والی قمر الدین کی بیوی اور تیمور کی والدہ امّارہ تھیں

"امی یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟" تیمور نے دبے دبے لہجے میں کہا

"اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے؟ کسی کو کوئی اعتراض؟" انہوں نے سب لوگوں کو سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا

"پہلے اپنے بیٹے سے تو پوچھ لیں بھابھی کہ وہ راضی بھی ہے یا نہیں؟" زُلیخا نے طنزیہ لہجے میں کہا

"وہ میرا بیٹا ہے زُلیخا۔۔۔اسکی تربیت میں نے اور امّاں جان نے کی ہے اُسے رشتوں کا اور خاندان کا احترام آتا ہے"

کیا مان تھا انکے لہجے میں ثمینہ بیگم کے کلیجے میں تھوڑی سی ٹھنڈ پڑی تھی جب کے زُلیخا کو تو آگ ہی لگ گئی تھی۔

"ٹھیک ہے پھر مولوی صاحب کو دوبارہ بلواؤ یہ کام آج اور ابھی ہو گا اور کوئی اس گھر سے کہیں نہیں جائے گا"

اظہر تایا ابّا نے حکم صادر کیا تھا

"کوئی مجھ سے بھی پوچھ لو۔۔۔" تیمور نے آہستہ آواز میں احتجاج کیا جو کسی نے خاطر میں نہیں لایا تھا

+------+---------------+-----

"امی یہ آپ کیا کر رہی ہیں؟ مجھ سے پوچھ تو لیتی ایک مرتبہ" تیمور نے سب کو نکاح کی تیاری میں مصروف دیکھ کر

اپنی امی سے سائیڈ پر آ کر کہا تھا

"اب مجھے تم سے اجازت لینی پڑے گی کیا؟" انھوں نے بے نیازی سے کہا تھا

"یہ میری زندگی کا سوال ہے"

"تو میں تمہاری زندگی برباد کر رہی ہوں ہاں؟"

"میں نے یہ نہیں کہا امی آپ میرا بھلا ہی چاہیں گی لیکن۔۔۔"

"لیکن تمہیں شہوار نہیں پسند کیوں کہ اب وہ طلاق یافتہ ہے ہیں نہ ؟"

"نہیں نہ امی۔۔۔ایسی بات نہیں ہے"

"تو پھر کوئی اور پسند ہے تمہیں ؟"

"نہیں یار آپ میری بات تو سن لیں"

"جب کوئی بات ہی نہیں ہے تو کیا سنوں ؟" وہ اُسے زِچ کر رہی تھیں۔

"امی ایسے نہیں ہوتا یار۔۔۔یہ سب بہت اچانک ہے"

" تیمور تمہیں نظر نہیں آتا کیا؟ زُلیخا، مظہر کو ہم سب سے الگ کروانے پر تلی بیٹھی ہے، ایسے میں اُسے روکنے کے لیے سب کچھ اچانک ہی کرنا پڑے گا"

"تو پھر ابھی منگنی کر لیں نکاح کرنے کی کیا ضرورت ہے ؟"

"تاکہ منگنی تم بعد میں توڑ دو؟" وہ اُسے لاجواب کیے دے رہی تھیں

"میں کچھ نہیں جانتا امی ۔۔۔ میں آپکو بتا رہا ہوں میں نکاح نہیں کرونگا بس ۔۔۔" اس نے اٹل لہجے میں کہا تھا وہ کچھ لمحے اُسے دیکھتی رہیں ۔

"ٹھیک ہے پھر ۔۔۔ ہم تبریز سے اُسکا نکاح کر دیتے ہیں" وہ کہہ کر آگے بڑھنے لگی ۔۔

"کیا کیا کیا؟ ..." وہ انکے راستے میں آیا

"آپ کیسے کر سکتی ہیں ایسا؟ جانتی بھی ہیں کہ وہ رمشا کو پسند کرتا ہے"

"اسکے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے یا تو تم راضی ہو جاؤ یا پھر چپ کر کے تبریز کا نکاح ہونے دو" اب اُنکا لہجہ اٹل تھا

"ٹھیک ہے ۔۔ میں تیار ہوں" اس نے ہار مانتے ہوئے کہا

"لیکن یہ آپ ٹھیک نہیں کر رہی"

" باہر آجاؤ مولوی صاحب انتظار کر رہے ہیں" وہ کہہ کر چلیں گئی ۔اور تیمور کو اپنے بھائی کے لیے یہ قربانی دینی پڑی ۔رہی بات شہوار کی تو اس سے کسی نے کیا پوچھنا تھا وہ اپنے ہوش میں ہی کہاں تھی ؟اس سے کہا شہوار بیٹھ جاؤ

وہ بیٹھ گئی، شہوار سائن کر دواس نے کر دیئے۔اس سب کے دوران زُلیخا چاچی بس پیچ وتب ہی کھاتی رہ گئی، اُنکا بٹوارے کا اتنا اچھا پلان فیل جو ہو گیا تھاورنہ انکو شہوار کی طلاق سے کیا لینا دینا تھا۔۔۔

(ویسے ہم نے آپکو ماضی میں بھیجا تھااور آپ ماضی در ماضی میں پہنچ گئے؟بڑے پر نہیں لگ گئے آپکو؟)

+-----------+---------+-----

"یہ لواپنا حصہ اور چلے جاؤ جہاں جانا ہے مگر یہ یادر کھنا کے شہواراور رمشا کہیں نہیں جائیں گی"اس واقع کے اگلے ہی دن ثمینہ بیگم نے مظہر کو اپنے کمرے میں بلا کر اُنکا حصہ انکے حوالے کیا تھا۔

"امّاں جان۔۔۔مجھے پتہ ہے آپ مجھ سے ناراض ہیں لیکن یقین جانیئے میں اس گھر سے کہیں نہیں جانا چاہتا آپ یہ حصہ اپنے پاس ہی رکھیے، میں نے کل جو بات کہیں مجھے خود اندازہ نہیں تھا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں جو منہ میں آیا بولتا چلا گیا، میں ہوش میں نہیں تھا شاید۔۔۔آپ یہ واپس رکھیے میں اپنے تمام الفاظ واپس لیتا ہوں، مجھے معاف کر دیجئے امّاں۔۔۔ برائے مہربانی مجھے اپنے سائے سے محروم نہ کریں"مظہر الدین نے روہنسے لہجے میں کہا لیکن ثمینہ بیگم ویسے ہی ساکت بیٹھی رہیں تھیں۔

"ٹھیک ہے، اگر تم نہیں جانا چاہتے تو نہ جاؤ مگر گھر الگ کرنے کی بات کر کے تم میرے دل سے اتر چکے ہی اب کچھ وقت کے لیے میری نظروں کے سامنے نہ آنا" انہوں نے سرد لہجے میں کہا اور اٹھ کر وہاں سے چلی گئی۔ ثمینہ بیگم لاؤنج میں پہنچی تو وہاں الگ ہی تماشا لگا ہوا تھا۔

"کل تک تو ایسی کوئی بات نہیں تھی آج کیا ہو گیا؟" تبریز خفا خفا سا تیمور سے پوچھ رہا تھا۔ لاؤنج میں بہت سارے سوٹ کیس رکھے ہوئے تھے

"ٹرانسفر آرڈر کل رات ہی آئے ہیں میں افرا تفری میں دیکھ نہیں سکا تھا" اس نے عام سے لہجے میں کہا

"تو تم منع کر دو نہ کل ہی تو تمہارا نکاح ہوا ہے ہم مل کر ہلا گلہ کرتے" مرجان نے لاڈ سے کہا

"نہیں کر سکتا میری نوکری کا سوال ہے بار بار نہیں ملتی اتنی اچھی نوکری اور کونسا ملک سے باہر جا رہا ہوں جو ایسے منہ بنا لیا ہے سب نے؟" وہ بیزار ہوا تھا

"یہاں کیا ہو رہا ہے ہے؟" ثمینہ بیگم کو سمجھ تو آ گئی تھی پھر بھی دل کی تسلی کو پوچھ لیا کہ شاید کوئی اور بات ہو۔

"دادی میں پشاور جا رہا ہوں کمپنی کی طرف سے ایک پروجیکٹ کے سلسلے میں، برائے مہربانی اب روکیے گا مت مجھے "اس نے بیزاری سے کہا

"کب تک آؤ گے واپس؟" انہوں نے پوچھا

"دو ڈھائی سال لگ سکتے ہیں اور زیادہ بھی"

"ٹھیک ہے پھر، جب تم نے فیصلہ کر ہی لیا ہے تو اب تم ہمارے روکنے سے بھی نہیں رکو گے، خیر سے جاؤ" وہ کہہ کر جانے کو مڑ گئی لیکن اب اُنکا دل بیٹھا جا رہا تھا، یہ ٹھیک نہیں ہو رہا تھا۔

امّارہ صاحبہ ان سب میں خاموش کھڑی ساکت آنکھوں سے اپنے بیٹے کو دیکھ رہی تھیں اور شہوار وہاں کہیں نہیں تھی۔

"امی،۔۔" اس نے امّارہ کو مخاطب کیا" جا رہا ہوں میں"

"خیر سے جاؤ" انہوں نے بس اتنا کہا اور وہ بھی وہاں سے چلیں گئی، صاف نظر آ رہا تھا کہ ماں بیٹے میں کوئی ناراضگی ہے۔

"اور یوں تیمور سب سے ناراض ہو کر چلا گیا" سہیل صاحب نے تمام قصہ اس کے گوش گزار کر دیا

"تو کیا وہ شہوار کو پسند نہیں کرتا" ارحم نے پوچھا

"یہ تو مجھے نہیں معلوم میں بس اتنا جانتا ہوں کہ اسکی مرضی پوچھے بغیر شادی ہونے پر وہ ناراض ہوا تھا باقی اللہ بہتر جانتا ہے" انہوں نے کہتے ہوئے گھڑی کی طرف دیکھا جو کہ صبح کے چار بجا رہی تھی۔

"اب سو جاؤ تم۔۔۔مجھے آفس جانا ہے صبح" وہ کہہ کر کمبل تان کر سو گئے۔ارحم کو بھی شدید نیند آ رہی تھی لیکن ساتھ ساتھ وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اگر وہ اتنا شدید ناراض تھا تو پھر اچانک سے ایسا کیا ہوا کہ وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر واپس لوٹ آیا؟ لیکن اُسے زیادہ سوچنے کا موقع نہیں ملا کیونکہ نیند نے اُسے اپنی لپیٹے میں لے لیا تھا۔

+--------+-------------+-----+

"یہ بندر تو آج بھی بندر ہی ہے" یمنی کی آواز پر روبیکس کیوب سے کھیلتی صبا نے سر اٹھا کے دیکھا

"کس کی بات کر رہی ہو؟"

"دھیان مت دو وہ آئینے کے سامنے کھڑی ہے" یمنی کے بجائے جیا نے کہا

"اوہ ہیلو۔۔۔میں تمہارے بھائی شہزادے تیمور کی بات کر رہی ہوں "اس نے پلٹ کر جواب دیا

"ہائے ہائے۔۔۔آخر کیا بگاڑ دیا ہے میرے بھائی نے تمہارا جو آتے ساتھ ہی تم اُسے بندر کہہ رہی ہو؟۔۔۔۔۔

ویسے کہہ تو ٹھیک ہی رہی ہو" جیا نے پہلے غصّے سے اور پھر راضی ہو جانے والے انداز میں کہہ کر کندھے اچکا

دیئے۔**(اب سچی باتوں پر کیا بحث کرنی؟)**

"ویسے تم نے میرے بھائی کو کس خوشی میں بندر کہا ہے؟" یہ بھائی کی چمچی مرجان تھی

"نہیں تو بندر نہ کہوں تو اور کیا کہوں؟ کہاں تو آنے کا نام و نشان تک نہیں تھا اور کہاں دادی کے ایک وار پر دوڑا چلا

آیا ہے؟ ویسے ایک بات تو ہے ہماری دادی سے بڑا پلانر کوئی نہیں ہے اس گھر میں۔۔۔"اس نے مذاق اڑایا

"ایک منٹ۔۔۔ایک منٹ۔۔۔۔"اُن سب سے بے نیاز بیٹھی شہوار کے کان یمنی کی آخری بات پر کھڑے

ہوئے تھے، وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہو کر اسکے قریب آئی **(کیا کہا؟ شہوار؟ وہ کمرے میں بند نہیں ہو گئی تھی؟**

ارے ایسے کیسے؟اس گھر میں ابھی یمنی اور صبا نامی خلائی مخلوقات موجود ہیں جنہوں نے دروازے پر لاتیں مار مار

کراُسے دروازہ کھولنے پر مجبور کر ہی دیا تھااور اب اُسے گھسیٹ کر اپنے کمرے میں لے آئی تھیں جہاں بقایا غیر انسانی مخلوقات پہلے ہی سے موجود تھیں اور وہ برے برے منہ بناتی انکے درمیان بیٹھی تھی)

"کیا کہاہے تم نے ابھی۔۔۔۔"

"تمہارے شوہر کو بندر کہاہے" کوئی اور وقت ہوتا تو یمنی کا قتل پکا تھا۔۔ نہیں نہیں۔۔۔۔ تیمور کو بندر کہنے پر نہیں، بلکہ اُسکا شوہر کہنے پر،۔۔۔۔**(باقی اسکی بلا سے وہ تیمور کو بندر کہے یا بنمانس یا چمپانزی۔۔۔اُسے کیا؟)**

"نہیں اسکے بعد۔۔۔۔"اس نے جیسے اُس کو یاد کروایا

"میں نے کہاویسے تو بڑا تیس مار خان بن کر گیا تھا یہاں سے لیکن اب دیکھو کیسے بھاگا بھاگا آیا ہے" یمنی نے بھی کمال اداکاری سے کام لیتے ہوئے جان بوجھ کر وہ بات نہیں بتائی جو وہ پوچھنا چاہ رہی تھی

"نہیں اسکے علاوہ بھی کچھ کہا تھا تم نے۔۔۔" وہ ضبط کرتے ہوئے بولی جیسے اب اگر اس نے نہ بتایا تو شہوار اُسے واپس اسکے سیّارے پر بھیج دے گی۔۔۔۔ کبھی نہ واپس آنے کے لیئے،۔۔۔۔زمین والوں کا کچھ تو بھلا ہو۔

وہ شاید اب بھی نہ بتاتی لیکن اس نے شہوار کے پیچھے سے مرجان اور رمشا کو خود کو آنکھیں دکھاتے ہوئے دیکھ لیا تھا، جو اشارتاً اُسے شہوار کو اصل بات بتانے سے منع کر رہی تھیں۔ اور یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ حکم کی خلاف ورزی کیے بغیر تو یمنی کو نیند نہ آئے، اُسکا کھانا ہضم نہ ہو، اُسے دنیا کے کسی کونے میں سکون میسّر نہ ہو اور اپنا سکون برباد کر نا اسکے لائق نہ تھا لہٰذا وہ کچھ اس طرح گویا ہوئی۔۔۔۔

"مابدولت شہوار صاحبہ! آپکے بے حد بے شرم شوہر نے جب واپس نہ آنے کی قسم کھالی تھی اور کسی بھی طرح انکے واپس آنے کے امکانات نظر نہیں آرہے تھے تو ہماری دادی محترمہ اور اس گھر کی سربراہ بیگم ثمینہ سلطانہ نے شطرنج کی بساط سجاتے ہوئے ایک بہترین چال چلی اور کسی کے بھی علم میں لائے بغیر انہوں نے تیمور کو ۔۔۔۔"کوک کا کین "ٹن" کی زوردار آواز کے ساتھ یمنی کی گفتگو میں مخل ہوتے ہوئے اس کے ماتھے پر لگ کر اسی کے قدموں میں ڈھیر ہوا تھا اور وہ اپنا ماتھا تھامے وہیں "ہائے ہائے" کرنے لگی۔

"یہ کیا بد تمیزی ہے شہوار" اس نے سخت ناراضی سے کین پھینکنے والی کو دیکھا جو اس وقت آتش فشاں بنی اسکے سر پر کھڑی تھی۔ اُسے دیکھ کر وہ تھوڑا نرم پڑی

''میں پوری بات بتا ہی رہی تھیں۔''اس نے دانت نکالے

''سیدھی طریقے سے بتاؤ ورنہ سر پھاڑ دونگی''اس نے تقریباً چلاتے ہوئے کہا

''اصل میں دادی نے تمہاری طرف سے تیمور کو خلع کا قانونی نوٹس بجھوادیا جیسے دیکھ کر تیمور کے پیروں تلے زمین نکل گئی اس نے دادی کو جلدی سے فون کھڑکایا کہ شہوار ایسا کیسے کر سکتی ہے تو دادی نے کہا کہ شہوار کا ایک بہت اچھا رشتا آیا ہے اور وہ لوگ اُسے اسکی تمام خامیوں اور اسکے ماضی سمیت قبول کرنے کو تیار ہیں، اور دادی اور مظہر چاچو کسی ایسے انسان کے لیۓ ساری زندگی اپنی بیٹی کو گھر بیٹھا کر نہیں رکھ سکتے جسکا کچھ پتہ ہی نہیں کہ وہ واپس لوٹ کر آئے بھی یا نہیں، اسکے علاوہ دادی نے یہ بھی کہا کہ انہوں نے فیضان اور جیا کے ساتھ ساتھ تمہاری اور اس نامعلوم شخص کی شادی بھی تہہ کر دی ہے لہٰذا سیدھی شرافت سے شہوار کو طلاق دے دو نیز۔۔۔ تمہیں واپس آنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے''اس نے ایک ہی سانس میں ساری رام کتھا سنا ڈالی اور شہوار کے ساتھ ساتھ باقی سب بھی اُسے منہ کھولے دیکھ رہی تھیں۔۔۔ مطلب اتنی گہرائی میں تو اُنہیں بھی ساری باتیں معلوم نہیں تھیں۔

https://zeelazafar.com/

"داد۔۔۔۔دادی۔۔۔نے۔۔۔۔" شہوار مارے صدمے کے اس سے زیادہ کچھ بول ہی نہیں پائی تھی۔ پھر وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھی **(یقیناً دادی سے حساب کتاب کا وقت آگیا تھا)**

"شہوار رک جاؤ یار، ابھی صبح کے پانچ بج رہے ہیں کل بات کر لینا" رمشا نے اُسے پیچھے سے آواز دے کے روکنا چاہا مگر وہ کچھ سننے کو تیار نہیں تھی

"شہوار جاؤ ضرور جاؤ، تمہارے ساتھ ناانصافی ہوئی ہے تمہیں ہی تو حساب لینا چاہیئے۔۔۔ بس میرا نام مت لینا" **(بتانے کی ضرورت تو نہیں ہے کہ یہ صاحبہ کون ہیں؟)**

"بات سنو۔۔ تمہیں شرم نہیں آتی ہاں؟" جیا نے بھی کسے شرم دلانے کی کوشش کی تھی۔۔۔

"نہیں۔۔۔" آگے سے ٹکہ سا جواب آیا

"اتنی اندرونی خبریں تمہیں کس ذرائع سے ملتی ہیں؟" مرجان نے پوچھا

"ذرائع نہیں ہیں، اسکی اپنی جاسوسی خصوصیات ہیں یہ" صبا نے جواب دیا تھا۔ جب کے جاسوسی خصوصیات کی حامل یمنی بدتمیز سونے کے لیے جا چکی تھی۔

--+-------------------+-------

دادی اس وقت فجر کی نماز پڑھ رہی تھیں جب شہوار دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

"کیا ہوا؟" دادی نے پوچھا

"یہ سارا ڈراما کیوں کیا آپ نے؟"

"تو تمہیں معلوم ہو گیا؟"

"کیوں کیا آپ نے ایسا؟"

"یہ دیکھنے کے لیے کہ تیمور واقعی اس فیصلے سے ناخوش ہے یا صرف ضد میں آکر ایسا کر رہا ہے؟"

"کیا مطلب؟" وہ نہیں سمجھ پائی

"بیٹھو ادھر۔۔۔" انہوں نے اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ بیٹھ گئی

"اگر کوئی اور وقت ہوتا اور ہم سب تیمور سے مشورہ کر کے اور اُسے سوچنے کے لیے تھوڑا وقت دے کر تمہارا اور اُس کا رشتہ طے کرتے، تو مجھے یقین ہے کہ وہ بخوشی راضی ہوتا۔ اُسے تم سے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ مسئلہ اسکی انا اور

ضد کا ہے، تم جانتی ہو گھر کا بڑا بچہ ہونے کے ناطے شروع سے ہی اُسے ہر معاملے میں اپنی اہمیت جتانے کا شوق ہے۔ تو پھر جب اتنے اہم معاملے میں کسی نے بھی اسکی رائے نہیں لی حتٰی کہ اس سے پوچھنا بھی گوارہ نہ کیا اور سارے فیصلے خود ہی کر لئے تو اس نے ضد میں آکر اپنی اہمیت جتانے کے لیے ایسا کیا، لیکن بیٹا میں بھی تم سب کی نفسیات سے اچھی طرح واقف ہوں میں یہ دیکھنا چاہتی تھیں کے وہ کتنا ضدی ہے؟ میں نے تمہاری طرف سے جھوٹا خلع کا قانونی نوٹس بنوایا اور اُسے بھجوا دیا، صرف یہ دیکھنے کے لیے کے وہ واقعی تمہیں ناپسند کرتا ہے یا پھر صرف ناراض ہے۔ اور دیکھو۔۔۔ مجھے جواب مل گیا، وہ بس غصّے کے سبب اکڑ کر بیٹھا تھا لیکن کیسے اسکی ساری اکڑ غائب ہوئی اور وہ بھاگا چلا آیا کے کہیں ہم واقعی تمہاری شادی کسی اور سے نہ کرا دیں۔ اُسکو تھوڑی سزا اور دے لیں تاکہ اُسے اپنی غلطی کا احساس ہو جائے پھر ہی اُسے معاف کرینگے۔" دادی نے اُسے تفصیل سے بتایا تو وہ کچھ دیر چپ بیٹھی رہی، پھر بولی

"لیکن ایسے نہیں ہوتا دادی، کوئی اپنے غصّے میں مجھے چھوڑ کر چلا جائے کوئی اپنی عزت بچانے کے لیے مجھ سے پوچھے بغیر کسی کے بھی سر تھوپ دے۔ اور جب کسی کا غصّہ اُترے پھر وہ واپس آجائے۔ ایسا کرنے سے کچھ

ٹھیک نہیں ہوتا۔ میں انسان ہوں کوئی روبوٹ تھوڑی ہوں۔ میں بتارہی ہوں میں کبھی اسکی شکل نہیں دیکھوں گی" وہ کہتے ہوئے کمرے سے باہر چلی گئی

"میری ساری زندگی انکے مسائل حل کرتے ہوئے ہی گزار جائے گی۔ سکون نامی کوئی چیز ہی نہیں ہے اس گھر میں۔۔۔" دادی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا تھا۔

----+--------------------+----

صبح ناشتے کی ٹیبل پر تقریباً تمام ہی لوگ موجود تھے، میز پر جہاں چار سالوں بعد تیمور کا اضافہ ہوا تھا وہیں شہوار بہت عرصے بعد ناشتے کی میز پر نہیں تھی۔ اور کسی نے یہ بات نوٹ کی ہو یا نہ کی ہو مگر تیمور نے ضرور کی تھی۔ سب لوگ خاموشی کے ساتھ ناشتا کر رہے تھے کچھ لوگوں کے چہرے پر ناراضگی چھائی ہوئی تھی اور کچھ لوگ۔۔۔ بلکہ زُلیخا کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔۔۔ اس سچویشن سے کافی لطف اندوز ہو رہی تھیں۔ وہ اُن لوگوں میں سے تھیں جو اپنے آس پاس رہنے والے لوگوں کو ہنستا بولتا نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ اُنہیں اپنی بہنوں کو سنانے کے لیے روز کچھ نہ کچھ مسالے دار چاہیے ہوتا تھا۔

"تمہیں شرم نہیں آرہی۔۔۔ کس طرح منہ اٹھا کر سب کے درمیان بیٹھے ہو؟" ٹیبل پر قمر الدین یعنی تیمور کے والد کی آواز گونجی اور ظاہر ہے کہ وہ اپنے ولی عہد سے ہی مخاطب تھے۔

"ابّو۔۔۔ منہ کمرے میں رکھ کر سب کے درمیان بیٹھنا مناسب نہیں سمجھا میں نے۔۔۔" اس نے کافی ادب سے جواب دیا تھا

"ناہنجار۔۔۔۔ باپ کو آگے سے جواب دیتے ہوئے شرم نہیں آتی۔۔ وہ تو امّاں جان نے تمہیں یہاں رہنے کی اجازت دے دی ہے ورنہ میرا بس چلے تو تمہیں ہمیشہ کے لیے عاق کر دوں" وہ سخت غصّے میں لگ رہے تھے اور ٹیبل پر بیٹھا ارحم پریشان سا ساری صورتحال دیکھ رہا تھا۔

"ابّو کیا اب میں آپ لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا بھی نہیں کھا سکتا؟" اس نے روہانسے لہجے میں کہا

"ساتھ بیٹھنے والوں کی حرکتیں تمہاری جیسے نہیں ہوتی، اٹھو اور دفع ہو جاؤ اپنے کمرے میں۔۔۔" قمر الدین چراغ پا ہوئے

"امی سمجھائے نہ ابّو کو۔۔۔۔"اس نے ماں کو مخاطب کیا جو اس سے لاکھ ناراض صحیح مگر اب یوں باپ بیٹے کو لڑتا دیکھ پہلو پر پہلو بدل رہی تھیں۔

"بس کر دو قمر۔۔۔اتنا غصّہ نہ کرو،بچہ شرمندہ ہے اپنی غلطی پر "اظہر تایا ابّا نے سمجھایا تو وہ چپ ہوئے

"ہونہہ۔۔۔۔بچہ ہے "وہ بڑبڑاتے ہوئے بولے

کچھ دیر میں سب بڑے اپنا اپنا ناشتہ کر کے میز پر سے جانے لگے۔جس میں پہل زُلیخا نے کی تھی **(آخر کو یہ تازہ خبر بھی تو سنانی تھی)** آخر میں جب میز پر صرف نوجوان نسل رہ گی تو قمر صاحب بھی اٹھ کر جانے لگے لیکن تیمور نے موقعہ غنیمت جان کر اُنہیں پیچھے سے پُکارا

"ابّو۔۔۔"ارحم سمیت سب نے ایک ساتھ اُسے دیکھا تھا

"مت کہو مجھے باپ۔۔۔تم اس لائق ہی نہیں "انہوں نے سخت لہجے میں کہا

https://zeelazafar.com/

"دیکھیں والد محترم! کل تک آپکی ایکٹنگ اسکلز کی میں داد دے رہا تھا لیکن آج آپ اوور ایکٹنگ کر رہے ہیں"

اس نے سنجیدگی سے کہا تو ارحم نے آنکھیں پھاڑ کر اُسے دیکھا تھا اب تو یہاں گھمسان کا رن پڑنے والا تھا۔ جبکہ باقی سب کے چہروں پر دبی دبی مسکراہٹ تھی۔

"بکومت، اتنی محنت کی ہے میں کل سے اب تک اور تم اسے اوور ایکٹنگ کہہ رہے ہو" وہ منہ بناتے ہوئے دوبارہ اپنی جگہ پر بیٹھ گئے

"کوئی نہیں چاچو۔۔۔ بہترین اداکار ہیں آپ تو، بلاوجہ اپنے آپ کو بزنس میں برباد کیا آپ نے۔۔۔" فیضان نے اُنہیں تسلّی دی تھی۔

"لیکن تایاابّو کل رات کو دادی کے ساتھ ساتھ آپ بھی تیمور بھائی کو ایک تھپڑ رسید کر دیتے نا تو آپکی ایکٹنگ میں جان پڑ جاتی" یہ مشورہ صبا کی جانب سے آیا تھا۔ تیمور نے اُسے صرف گھورنے پر ہی اکتفا کیا تھا

"دل تو میرا ابھی بڑا کیا تھا، مگر اماں جان کی طرف سے پڑنے والا تھپڑ ہی دو کے برابر تھا اسی لیے رکنا پڑا" انہوں نے مصنوعی افسوس کے ساتھ کہا تھا۔اُن سب کے درمیان بیٹھا ارحم اب حیران ہونا چھوڑ چکا تھا اور انکی نا سمجھ میں آنے والی گفتگو ملاحظہ فرمارہا تھا۔

"ورنہ آپکی تو دیرینہ خواہش تھی مجھے تھپڑ مارنے؟" تیمور نے تاسف سے سر ہلاتے ہوئے کہا

"اور نہیں تو کیا؟" مقابل بھی اُسکا باپ تھا

"خیر یہ سب باتیں چھوڑیں اور یہ بتایئے کہ یہ ڈراما کب تک چلے گا؟" تبریز نے پوچھا

"جب تک تیمور کہے گا" قمر چاچو نے جواب دیا

"میں صدقے جاؤ اپنے فرمابردار باپ کے" تیمور نے انکے جواب پر انہی کی بلائیں لے ڈالی

"شکریہ شکریہ۔۔۔" انہوں نے سر جھکا کر اُسکا شکریہ ادا کیا تو سب ہنس پڑے جبکہ ارحم نے یہ تسلیم کر ہی لیا کہ وہ سب نارمل انسان نہیں ہیں۔یقیناً ماضی میں کسی پاگل خانے سے فرار ہو کر یہاں آ بسے تھے۔

-----+------------+----------

شام کا وقت ہے اور لان میں ریکٹ کا میدان سج چکا ہے درمیان میں نیٹ بھی لگ چکا ہے۔لان میں موجود تمام لڑکیوں کو اس وقت صبا لیڈ کر رہی ہے ماسوائے شہوار کے جو کہ کل سے اب تک اپنے کمرے میں گوشہ ءنشین تھی۔رمشا بینچ پر بیٹھی ایک ہاتھ میں ایک چھوٹی سی کاپی رکھے اس پر ٹیم کی چاروں لڑکیوں کے نام لکھ رہی ہے، ناموں کے نیچے فلحال جگہ خالی ہے غالباً اسکور لکھنے کے لیے، جس سے معلوم ہوتا ہے کے رمشا کو اس کھیل میں قطعاً دلچسپی نہیں ہے لہٰذا وہ صرف سب کے اسکور نوٹ کرے گی۔

دوسری جانب صبا ریکٹ ہاتھ پر رکھے اُسکا معائنہ کر رہی ہے اور اب اس نے شٹل کوک کو ہوا میں اچھالا ہے اور اس سے پہلے کہ وہ ریکیٹ سے اُسے ضرب لگاتی درمیان میں کہیں سے نومی کو دپڑا

"رکو رکو۔۔۔"

"کیا ہے ؟؟"صبا نے کھیل چھوڑ کر اسکی جانب دیکھا

"کھیل بند کرو اور جگہ خالی کرو۔۔۔"اس نے کہا

"کیا مطلب جگہ خالی کرو؟"صبا نے زمین پر پڑی شٹل کاک اٹھاتے ہوئے پوچھا

"بھائی کا آرڈر ہے۔۔۔۔ وہ یہاں کرکٹ کھیلیں گے" بھائی کے بندے نے مکمل قبضہ مافیا کا روپ دھارتے ہوئے کہا

"ایک سیکنڈ۔۔۔۔ بھائی کون ؟" اب کے یمنی نے پوچھا۔ لیکن جواب دینے سے پہلے ہی "بھائی" یعنی سفیان، بذات خود اپنی ٹیم کے ہمراہ تشریف لے آئیں تھے۔

"سنائی نہیں دیا نومی نے کیا کہا ہے؟ جگہ خالی کرو فوراً" سفیان نے آتے ساتھ ہی رعب جھاڑا تھا

"تمہیں بھی نظر نہیں آرہا کہ ہم یہاں کھیل رہے ہیں؟" صبا نے جواب دیا

"ہمارے علاوہ یہاں کوئی نہیں کھیل سکتا۔ آئی سمجھ؟" تبریز نے اپنے چہیتے یار کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا

"کیوں؟ اس جگہ پر محترم تبریز قمر کا نام لکھا ہوا ہے کیا؟" یمنی نے کافی تمیز سے سوال کیا

"بدتمیزی نہیں کرو یمنی اور جو کہا ہے وہ کرو" سفیان نے بہن کو آنکھیں دکھائی

"ہم یہاں سے کہیں نہیں جا رہے" شیرنی صبا نے تن کر کہا

"میں دادی جان کو بتادونگا کے تم دونوں نے کل رات کو چھپ کر پزا آرڈر کیا تھا جب کہ انہوں نے سختی سے کہا تھا کہ جو کھانا بنا ہے وہی کھانا پڑے گا"

"فیضان بھائی۔۔۔ دیکھیں یہ ہمیں دھمکی دے رہا ہے" معاملہ بگڑتا دیکھ کر یمنی بدتمیز نے پینترا بدلا اور اپنے سب سے بڑے بھائی کو مخاطب کیا

"یار بہت دنوں سے ہم یہاں کھیلنا چاہتے ہیں مگر ہر بار تم لوگ یہی کرتی ہو۔بس اب اس مرتبہ ہماری بات مان کر معاملہ رفع دفع کرو" فیضان نے اطمینان سے سمجھایا تھا

"ہم یہاں سے کہیں نہیں جارہے۔اگر کرکٹ کھیلنے کا اتنا ہی شوق ہے تو جاؤ اور جاکر گلی میں کھیلو" صبا نے گھور کر سفیان کو دیکھا تھا

"صبا بہت بدتمیزی برداشت کرلی میں نے اب آخری بار کہہ رہا ہوں فوراً یہاں سے چلتی بنو۔"

"میں یہیں کھیلوں گی اگر میرے کھیل ختم ہونے کا انتظار کرسکتے ہو تو کرلو" اس نے ناک پر سے مکھی اڑائی

"بہت ہوگیا۔۔۔" سفیان غصّے میں آگے بڑھا اور نیٹ کھولنے لگا

"اوئے۔۔۔ کس کی اجازت سے ہاتھ لگا رہے ہو اسے "صبا چیختے ہوئے اسکے پیچھے گئی۔

"آہستہ بولو تم دونوں، آج چھٹّی ہے سارے بڑے گھر پر ہیں۔ "کافی دیر سے خاموش مرجان نے دونوں کو چپ کروانا چاہا

"مجھے تم سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے "سفیان نے جاناں کو نظر انداز کرتے ہوئے صبا کو جواب دیا

"یار کچھ کروان دونوں کا ابھی اندر سے کوئی بڑا آ گیا نا تو سہی والی کلاس ہو جائے گئ "تبریز نے فیضان سے کہا تو اس نے بس کندھے اچکا دیئے جیسے کہہ رہا ہوں میں کیا کر سکتا ہوں ؟**(واقعی وہ بیچارہ کر بھی کیا سکتا تھا؟)**

دوسری جانب صبا اپنے بچپن کے حریف پر برس رہی تھی۔

"ہر جگہ تمہاری اجارہ داری نہیں چلے گی "**(نہیں چلے گی بھئی،۔۔۔۔ نہیں چلے گی۔۔۔)**

"اپنی شکل یہاں سے گم کرو ورنہ اٹھا کر باہر پھینک آؤ نگا "**(روک سکّو تو روک لو سفیان آ یارے۔۔۔۔)**

"ہاتھ تو لگا کر دکھاؤ "**(دم ہے تو میدان میں آ)**

"کیا بد تمیزی ہو رہی ہے یہ "اظہر تایا ابّا کی گرج دار آواز پر دونوں نے مڑ کے دیکھا تو لان میں صرف وہ دونوں اور اظہر تایا ابّا موجود تھے یعنی باقی مخلوقات پہلے ہی رفو چکر ہو چکی تھیں۔**(اب آیانا اصل مزا)**

"وہ ابّو۔۔۔۔اصل میں۔۔۔وہ۔۔۔"سگا بیٹا ہونے کے ناطے پہلے سفیان نے بات شروع کی تھی لیکن بات کرنی کیا تھی یہ اُسے سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

"یہ تربیت ہوئی ہے تم دونوں کی ؟اس طرح زبان چلاتے ہو تم دونوں ایک دوسرے پر ؟کوئی شرم کوئی لحاظ نہیں ہے بڑے چھوٹے کا؟"وہ غصّے سے پوچھ رہے تھے۔

"تایا ابّو میری غلطی نہیں ہے اصل میں...."صبا نے بولنا شروع کیا

"میں نے تم سے پوچھا؟اب تم لوگ بتاؤ گے مجھے کہ کس کی غلطی ہے اور کس کی نہیں؟"انہوں نے اسکی بات کاٹتے ہوئے کہا تو دونوں نے سر جھکا کیا۔

"تم دونوں کو کھیلنے سے کسی نے نہیں روکا مگر اس طرح لڑنا جھگڑنا مجھے ہر گز نہیں پسند۔۔۔۔اب سے اگلے ایک مہینے تک تم دونوں کسی قسم کے کھیل کھیلتے ہوئے یہاں نظر نہ آؤ۔آئی سمجھ"دونوں نے سر ہلا دیا۔جج صاحب

مجرمین کو سزا سنا کر جا چکے تھے جب کہ دونوں مجرمین نظروں ہی نظروں میں ایک دوسرے کو کچا چباتے ہوئے واک آؤٹ کر گئے تھے کیونکہ دوبارہ جھگڑا کر کے وہ مزید خطرہ نہیں مول لے سکتے تھے۔

اور آپ، جو کہ سلطان محل کی بقیہ عوام کے ساتھ تایا ابّو کو دیکھتے ہی پورچ میں کھڑی گاڑیوں کے پیچھے چھپ گئے تھے، اب یقیناً اس منظر سے باقی کی مخلوقات کی طرح آپ بھی خوب لطف اندوز ہو رہے ہونگے۔

چچ چچ۔۔۔۔ہو گیا نہ آپ پر بھی انکا اثر؟؟

+------+-----------+----------

"کیا بات ہے؟ اکیلے اکیلے کیوں مسکرایا جا رہا ہے؟" ارحم بالکنی پر کھڑا صبا و سفیان کو ڈانٹ پڑتے دیکھ رہا تھا جب سہیل صاحب نے پیچھے سے اُسے مخاطب کیا

"کچھ نہیں بس ایسے ہی" اس نے کندھے اچکا دیئے۔ اب باپ کو کس منہ سے بتاتا کہ اپنے ماموں زادوں کی کلاس ہوتا دیکھ کر لطف اندوز ہو رہا تھا؟

"ویسے میں سوچ رہا تھا کہ ہم یہاں جس کام کے لیے آئے تھے وہ تو کیا ہی نہیں "اس نے باپ سے موقع دیکھ کر جاناں کے متعلق بات کر ہی دی

" صحیح کہہ رہے ہو، یہاں بزنس منتقل کرنے کے ساتھ ساتھ ہم اپنا گھر بھی لینا چاہتے تھے۔ وہ کام تو اب تک کیا ہی نہیں لیکن فکر نہ کرو، جلد ہی کوئی اچھا سا گھر ڈھونڈ لے گے "انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا **(اب اس مسکراہٹ کو منہ چڑاتی ہوئی مسکراہٹ کہنا زیادہ مناسب ہو گا)**

"میں اس حوالے سے بات نہیں کر رہا؟"اس نے چبا چبا کر کہا

"تو پھر کس حوالے سے کر رہے ہو" **(صدقے جاؤں اس لاعلمی کے۔۔۔)**

"بیٹے جوان ہو جاتے ہیں تو کس حوالے سے بات کرتے ہیں؟"

"اپنے کنوارے باپ کی شادی کے حوالے سے۔۔۔"**(تالیاں ہو جائے ذرا۔۔۔)**

"اپنی شادی کے حوالے سے۔۔۔"آگے سے تصیح کی گئی تھی۔

"حالانکہ تمہیں میری شادی کے بارے میں سوچنا چاہیے "انہوں نے منہ بناتے ہوئے کہا

"ابّو سیریس ہو جائے یار" وہ زچ ہوا

"میں تو سیریس ہی ہوں مگر تمہیں ہی کوئی خیال نہیں ہے اپنے اکلوتے اور کنوارے باپ کا" حالانکہ اسکے باپ کی دور دور تک کوئی خونی رشتے داری نہیں تھی سلطان محل والوں کے ساتھ لیکن نجانے انکی حرکتیں یہاں کے لوگوں جیسی کیوں تھیں؟ **(یقیناً انکی مرحومہ بیوی کے اثرات تھے اُن پر)**

"آپ ماموں سے کب بات کریں گے؟" اس نے تحمل سے پوچھا

"کس بارے میں؟" **(یا اللہ!۔۔۔بس ارحم کو صبر دیجئے گا)**

"میرے اور جاناں کے رشتے کے حوالے سے" آخر اس نے کہہ ہی دیا

"پہلے اپنا گھر تو لے لو۔۔۔ پھر یہاں سے جانے سے قبل بات کر لیں گے" انہوں نے بلا آخر اپنا پلان بتا ہی دیا

"سچی؟"

"ہاں تو اور کیا؟۔۔۔ اپنا گھر تمہارے پاس ہے نہیں، میں کس منہ سے اپنے کنگلے بیٹے کے لیے رشتا مانگنے چلا جاؤں؟ وہ گھر داماد ہر گز قبول نہیں کریں گے" **(کیا کہنے سہیل صاحب کے۔۔ بھئی واہ)**

"بہت شکریہ آپکا۔۔۔اب یہ گھر ڈھونڈنے کا کام آپ مجھ پر چھوڑ دیں، ورنہ آپ جس رفتار سے گھر ڈھونڈ رہے ہیں ناا گلے ایک سال تک ہم یہیں پر پڑے رہیں گے "اس نے کہا تو سہیل صاحب ہنس دیئے

-----+----------------+------

وہ دھلے ہوئے کپڑے لے کر سیڑھیاں چڑھ رہی تھیں، جب انہیں اپنا ولی عہد انہی سیڑھیوں سے نیچے اترتا دکھائی دیا۔وہ اُسے نظرانداز کرتیں آگے بڑھنا چاہتی تھیں لیکن اُنکا سپوت راستے میں آگیا۔

"یار امی بس بھی کر دیں اب۔۔۔۔دو دن ہو گئے مجھے آئے ہوئے اور آپ نے اب تک مجھ سے بات بھی نہیں کی دادی الگ تھپڑ مار چکی ہیں مجھے، ابّو مجھ سے اس قدر ناراض ہیں کہ گھر میں رکھنا تک نہیں چاہتے اور آپ بھی مجھ سے نظریں پھیری ہوئی ہیں۔میں کیا کروں بتائے مجھے؟"اس نے جذباتی ہوتے ہوئے کہا یہ اسکی ماں کا بچپن کا مسئلہ تھا خود چاہے کتنا بھی ڈانٹ لے بچوں کو، کتنا بھی ناراض ہو جائیں، لیکن اگر بچوں کا باپ انہیں ڈانٹ دیتا تو انکی ساری ہمدردیاں اپنے بچوں کے ساتھ ہو جاتی تھیں۔پھر چاہے غلطی کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو۔**(اب سمجھ آیا کہ قمر صاحب نے یہ ایکٹنگ کیوں کی تھی؟)**

"اچھا؟ تو وہ تمہیں گھر سے نکالنا چاہتے ہیں؟" انہوں نے بھونیں اُچکاتے ہوئے پوچھا

"ہاں تو اور کیا۔۔۔ دیکھا نہیں تھا انہوں نے کیسے ناشتے کی ٹیبل پر ڈانٹا تھا مجھے۔۔۔ مہمانوں کا بھی لحاظ نہیں کیا تھا" اس نے روہانسی لہجے میں کہا **(اداکاری تو جناب نے والد صاحب سے ورثے میں پائی تھی)**

"میں تو جیسے جانتی نہیں ہوں؟"

"کیا کہنا چاہتی ہیں آپ؟"

"تم نے اور تمہارے باپ نے جتنا بیوقوف مجھے سمجھ رکھا ہے نا۔۔۔ اتنی میں ہوں نہیں" بڑا کڑا وار تھا۔

"نہیں امی خدانخواستہ ہم کیوں آپکو بیوقوف سمجھیں گے؟"

"بس بس۔۔۔ زیادہ باتیں نہ بناؤ" چلو کوئی بات نہیں اگر انہیں سب پتہ چل بھی گیا تو، کم از کم وہ اس سے بات تو کر رہی تھیں ناں۔۔

"اچھا یہ بتائیں۔۔۔ "وہ" کدھر ہے" اس نے ذرا رازداری سے پوچھا

"وہ کون؟" جانتے بوجھتے انجان بننے میں تو یہاں سب ماہر تھے

"میری زوجہ محترمہ۔۔۔"وہ تیمور تھا رحم نہیں۔۔ صبر اُسے چھو کر بھی نہ گزرا تھا

"اچھا شہوار کی بات کررہے ہو؟"انہوں نے باآواز بلند کہا **(ستیاناس جائے ساری رازداری کے)**

"آہستہ بولیں امی۔۔۔"

"وہ اپنے کمرے میں ہے۔تم کیوں پوچھ رہے ہو اُسکا؟" **(ہاں واقعی۔۔۔وہ کیوں پوچھ رہا تھا اُسکا؟)**

"آہ۔۔۔ایسے ہی۔۔مجھے دو دن سے کہیں نظر نہیں آئی ناں اس لیے پوچھ لیا"اس نے بے نیازی سے کہا جیسے چلتے پھرتے ہر ایک کے متعلق باس پرس کرنا اُسکا روز کا مشغلہ ہو

"ہاں ہم نے بھی اُسے دو دن سے نہیں دیکھا، وہ کمرے سے باہر ہی نہیں آئی"انہوں نے بھی اتنی ہی بے نیازی سے کہا

"کیا؟ وہ دو دن سے کمرے میں بند ہے اور کسی نے اسکی خبر ہی نہیں لی؟ جا کر کوئی پوچھے تو وہ ٹھیک ہے بھی یا نہیں؟"وہ پریشانی سے بولا لیکن والدہ محترمہ کو ذرا فرق نہیں پڑا

"تم کیوں اسکی فکر کررہے ہو؟"انہوں نے طنزیہ نظروں سے دیکھا

"میں ؟"اس نے ذرا گڑبڑاتے ہوئے پوچھا(**ہاں واقعی۔۔۔وہ کیوں اسکی فکر کر رہا تھا؟**)

"میں تو اس لیے کہہ رہا تھا کے کہیں کوئی چلہ وغیرہ تو نہیں کاٹ رہی؟اگر ایسا کر رہی ہے تو پھر اس گھر پر جنات کا قبضہ ہو سکتا ہے،اور یہ بھی ہو سکتا ہے کے وہ اندر کمرے میں ہی اس دار فانی سے کوچ کر چکی ہو اور آپ لوگوں کو خبر ہی نہ ہو؟ایسے میں تو ہم پر قتل کا کیس بن سکتا ہے"اس نے بے پر کی ہانکی تھی۔

"لاحول ولا قوۃ۔۔۔۔۔"انہوں نے بس اتنا ہی کہا۔اور گھور کے اُسے دیکھا

"میں تو بس امکانات پر غور کر رہا تھا"اس نے دانت نکالے

"اس گھر میں اسکی فکر کرنے کے لیے بہت لوگ موجود ہیں۔تم اپنے امکانات اپنے پاس ہی رکھو" وہ اُسے تنبیہہ نظروں سے گھورتیں وہاں سے چلیں گئی۔پیچھے وہ بس سر ہی کھجاتا رہ گیا۔

----+------------+----------

یہ کیا بد تہذیبی ہے؟ہم نے یہاں آپکو کس کام کے لیے بھیجا تھا؟ماضی کا حال جاننے کے لئے ناں؟اور آپ یہاں سوئے پڑے ہیں۔۔۔ٹھیک ہے بھئی۔۔۔مانا کے اس وقت رات کے دو بج رہے ہیں اور تمام انسان اس وقت

سوتے ہیں۔ لیکن ذرا اپنے آس پاس نظریں دوڑائیں،۔۔۔ ہاں ہاں۔۔۔ غور سے دیکھیں۔۔۔ کیا کوئی بھی نوجوان آپکو اپنے بستر پر سوتا ہوا نظر آرہا ہے؟ نہیں ناں۔۔۔ تو آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ چلیں اٹھیں اور سیدھی شرافت سے کچن میں تشریف لے جائیں۔ کیا کہا؟ کیوں جانا ہے وہاں؟۔۔۔ بڑے ہی کوئی بے صبرے ہیں آپ تو۔۔۔ پہلے وہاں پہنچ تو جائے پھر معلوم ہو جائے گا۔

پہنچ گئے؟۔۔۔ شاباش۔۔۔۔ ابھی تو آپ کو یہاں کوئی زی روح نظر نہیں آرہی لیکن کچھ دیر بعد یہاں بڑے مزے کا منظر دیکھنے کو ملنے ولا ہے۔ اور یہی منظر دیکھنے کے لیے تو ہم آپکو یہاں لائے ہیں۔ ارے آپ باقی سب کی فکر نہ کریں، وہ بھی تھوڑی دیر میں اپنے آپ ہی یہاں ہونگے۔ پہلے آپ اپنی دائیں جانب دیکھیں جہاں سے تیمور کچن کی جانب آتا دکھائی دے رہا ہے۔ بس اب آپ دیوار کی اوٹ میں ہو کر کھڑے ہو جائیں۔

ٹھیک ہے بھئی۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔ آپ تنگ آگئے ہیں ہماری بک بک سے۔۔۔۔ اب خود ہی یہ منظر ملاحظہ کیجئے

تیمور کچن میں کیبنٹ کھولے کھڑا تھا۔اس نے وہاں سے چائے کی کیتلی نکالی اور اس میں بیک وقت چار سے پانچ کپ پانی ڈال کر چولہا آن کرنے لگا۔اب ذرا اپنے بائیں جانب دیکھیں۔۔۔۔ غور سے دیکھیں۔۔۔۔یہ کیا؟ یہ تو شہوار اپنا چشمہ درست کرتی ہوئے چلی آ رہی ہے۔ابھی اسکی نظریں تیمور پر نہیں پڑی تھیں۔

جیسے ہی اسکی نظریں تیمور پر پڑی اسکے قدم وہیں رک گئے۔

"یہ منحوس انسان یہاں کیا کر رہا ہے؟"اور منحوس انسان ارد گرد سے بے نیاز چائے کے ابلتے ہوئے پانی میں پتی ڈال رہا تھا۔

"میں اندر جاؤں کہ نہیں؟"اس نے سوچا۔ "مجھے واپس چلے جانا چاہیے۔مجھے نہیں منہ لگنا اس کے" وہ واپس جانے کے لیے مڑی لیکن پھر اگلے ہی لمحے اس نے سوچا

"ایک منٹ۔۔۔میں کیوں جاؤں یہاں سے؟ میں تو چائے بنانے آئی ہوں، بنا کر ہی جاؤں گی۔یہاں سے جائے میرے دشمن"اس نے فیصلہ کیا اور گردن تان کے چلتی دشمن کے علاقے میں داخل ہوئی۔اندر داخل ہونے کے بعد اس نے کیبنٹ کھولا اور بس۔۔۔۔یہی لمحہ تھا، جب کیبنٹ کھلنے کی آواز پر تیمور نے پلٹ کر دیکھا، اور

پورے چار سال بعد شہوار اُسے اپنے سامنے کھڑی ہوئی دکھائی دی تھی، وہ اُسے نہیں دیکھ رہی تھی بلکہ پورے کچن میں نظریں دوڑاتی کچھ تلاش کر رہی تھی۔اور تیمور جو بہت ہی برے موڈ کے ساتھ اپنے اور اپنے کام چور بھائیوں کے لیے رات کے اس پہر چائے بنانے آیا تھا، شہوار کو اپنے سامنے دیکھ کر اسکا دل خوش ہو گیا تھا۔

"کچھ چاہیے کیا؟" اس نے پوچھا لیکن آگے سے جواب نہیں آیا وہ اب بھی یہاں وہاں متلاشی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

اب آپ ذرا ایک مرتبہ سیڑھیوں کی جانب دیکھ لیں، کیا آپکو شیطان کی بچھڑی ہوئے اولاد المعروف یمنی بدتمیز نظر آرہی ہے؟ جی ہاں۔۔۔یہی تو ہے وہ بلا جو اپنی صدا کی بھوکی کزن جیا کے لیے رات کے اس پہر کھانا لینے آئی تھی (جی نہیں۔۔۔وہ اتنی فرمانبردار نہیں ہے کہ جیا کے ایک بار کہنے پر کھانا لینے اپنی نیند خراب کر کے آتی۔۔۔ نہیں نہیں وہ اتنی خوش اخلاق بھی نہیں ہے کہ انسانیت کے ناطے ہی ایسا کر دے۔وہ تو جیا اسکے موبائل کی بیٹری ختم ہونے کے باعث اُسے اپنے موبائل پر ہورر مووی دکھا رہی تھی لہٰذا اپنے کچھ کام کروانا تو فرض بنتا تھا)

"کرلو بیٹا جتنی حکمرانی کرنی ہے، یہ صرف آج کے لیے ہے۔اسکا بدلا تو میں لے ہی لونگی تم سے" یمنی غائبانہ جیا سے مخاطب تھی۔آخری سیڑھی پر پہنچ کر اسکی زبان اور قدموں کو بیک وقت بریک لگا تھا۔

"یہ کیا؟ تیمور اور شہوار ایک ساتھ۔۔۔"اس نے کئی مرتبہ آنکھیں مل کر کچن میں دیکھا کہ آیا وہ خواب تو نہیں دیکھ رہی؟لیکن نہیں یہ تو سچ تھا

"یہ خبر تو سب کو دینی پڑے گی" وہ جن قدموں سے آئی تھی انہیں قدموں سے واپس چلی گئی۔دوسری جانب شہوار کچن کے تمام کیبنٹ باری باری کھول کر دیکھ رہی تھی۔اور تیمور سلیب سے ٹیک لگائے کھڑا مزے سے اسی کو دیکھ رہا تھا

"گھور تو ایسے رہا ہی جیسے پہلی بار دیکھا ہو۔ذلیل انسان"اس نے دل ہی دل میں اُسے خطاب دیا

"تمہارا مراقبہ ختم ہو گیا؟ یا ابھی کچھ دیر کا وقفہ لے کر آئی ہو؟"ذلیل انسان نے اُسے پھر سے مخاطب کیا۔جواب ندارد۔۔

"ویسے تم اب بھی ویسی ہی ہو، نکچڑھی، اکڑو اور بد تمیز "اس نے جان بوجھ کر اُسے آگ لگائی تھی کہ شاید اب تو وہ جواب دے لیکن۔۔۔اکڑو، نکچڑھی اور بد تمیز لڑکی نے شدید ضبط کے عالم میں بس خون کے گھونٹ ہی بھرے تھے۔

اب ذرا ایک مرتبہ پھر سے سیڑھیوں کی جانب دیکھیں۔ اب آپکو وہاں لاتعداد افراد نظر آرہے ہونگے۔جی ہاں۔۔۔ شیطان نے اپنا کام کر دیا تھا **(یہاں یمنی کا ذکر ہو رہا ہے)** یمنی، جیا، رمشا، صبا اور مرجان آہستہ آہستہ سیڑھیاں اتر رہی ہیں۔انکے پیچھے سفیان، فیضان، تبریز اور ارحم بھی سیڑھیاں اترتے ہوئے آرہے ہیں۔**(جی ہاں ارحم بھی۔۔۔وہ لاکھ انکار کرتا لیکن اب اُسے آفیشلی تمام غیر اخلاقی کاموں میں شامل کیا جاتا تھا)** اب وہ سب باری باری بلی کی چال چلتے ہوئے اسی دیوار کی اوٹ لے رہے ہیں جہاں ہم نے آپکو چھپنے کا کہا تھا۔

"یہ دونوں آخر اتنی رات کو کر کیا رہے ہیں یہاں؟"سب سے پہلے جیا نے تفتیشی انداز میں پوچھا

"کینڈل لائٹ ڈنر "فیضان نے مزے سے جواب دیا۔

"کینڈل لائٹ ڈنر کا تو پتہ نہیں لیکن تھوڑی دیر میں یہاں WWE ضرور شروع ہونے والی ہے "یہ سفیان تھا

"آن ہاں۔۔WWE تو بہت چھوٹی چیز ہے یہاں تو اب تیسری جنگ عظیم شروع ہو گی" صبا نے اسکی بات کی تردید کی **(جو کے اس پر واجب تھا)**

"یار تم لوگ اپنی زبانیں بند کرو گے ؟" تبریز نے سب کو گھور کر دیکھا

" سننے تو دو آخر وہ دونوں کہہ کیا رہے ہیں ؟"

"فلحال تو مجھے صرف تمہارا بھائی ہی بولتے ہوئے نظر آرہا ہے" یہ ارحم تھا۔

"یار تم تو ابھی تک مراقبے میں ہی ہو۔" شہوار کی مسلسل خاموشی پر چوٹ کی گئی تھی۔

"یہ کیتلی کہاں ہے آخر ؟" وہ غصّے سے اونچی آواز میں بڑبڑائی

"اگر چشمہ لگا کر بھی انسان کو نظر نہ آئے تو آگ میں جھونک دینا چاہیے ایسے چشمے کو۔۔" وہ اس سے بھی زیادہ اونچی آواز میں بولا تو اس نے پلٹ کر اُسے دیکھا **(چلو دیکھا تو صحیح)**

"وہ دیکھو۔۔وہ رہی کیتلی" اس نے چولہے کی جانب اشارہ کیا جہاں کیتلی میں چائے بن رہی تھی۔ شہوار اُسے غصّے سے گھورتی آگے بڑھی، چولہے پر رکھی کیتلی اٹھائی، اُسکا ڈھکن کھولا اور سنگ پر جا کر اُسے الٹ دیا۔

https://zeelazafar.com/

"یہ کیا کیا؟" وہ جو مزے سے کھڑا ہوا تھا شہوار کے اس اقدام پر بلبلا اٹھا۔

"میں نے اتنی محنت سے چائے بنائی تھی" چائے بس بننے ہی والی تھی اور انکی زوجہ محترمہ نے اُسے اٹھا کر پانی میں بہادیا تھا۔اور اب آرام سے اسی میں اپنے لیے چائے بنارہی تھی

"یہ بہت غلط حرکت ہے ویسے،اللہ کے دیئے ہوئی رزق کو ایسے ضائع نہیں کرتے۔گناہ ملتا ہے"

"اور بھی بہت ساری باتوں پر گناہ ملتا، جیسے دل دکھانا، دھوکہ دینا، جھوٹ بولنا وغیرہ وغیرہ اور تمہارا کھاتہ تو ماشاءاللہ ان سب گناہوں سے بھرا ہوا ہوگا۔میرے میں تو بس رزق کا زیاں ہی آئیگا" بلاآخر اتنی کوششوں کے بعد وہ بولی تھی،اور کیا بولی تھی۔۔۔تیمور کی بولتی بند کرواگئی تھی۔وہ چند لمحے چپ رہا۔اب شہوار یہاں وہاں نہیں دیکھ رہی تھی بلکہ سینے پر ہاتھ باندھے ڈائریکٹ اُسے ہی دیکھ **(گھورنا کہنا زیادہ مناسب ہوگا)** رہی تھی۔

"ویسے تم پچھلے دو دن سے کمرے میں کرکیا رہی تھی" اس نے بات بدلنے کے غرض سے پوچھا **(داد دیجئے تیمور کی ہمت کو)**

"تمہارے آنے کی خوشی میں شکرانے کے نوافل پڑھ رہیں تھیں۔ وہ پورے ہو گئے تو باہر آ گئی" ٹرختا ہوا جواب آیا تھا

"ارے واہ۔۔۔اتنی خوشی ہوئی تم کو میرے آنے کی، مجھے یقین ہی نہیں آرہا" تیمور کو اسکے جواب سن کر مزا آیا تھا(**ڈھٹائی ملاحظہ کیجئے ذرا**)

"پوچھو ہی مت کتنی خوشی ہوئی تھی، میں تو گلی میں جا کر بھنگڑے ڈالنے والی تھیں وہ تو دادی نے روک لیا۔" چبا چبا کر جواب دیا گیا تھا(**ہٹس اُوف ٹو شہوار**)۔

"یہ اتنی جلی کٹی سنانا کیسے سیکھا تم نے؟"

"جیسے تم نے موقع سے فرار ہونا سیکھا ہے" وہ تو اسکی زبان کے جوہر دیکھ کر شاکڈ ہی رہ گیا تھا۔ وہ اتنی حاضر جواب تو کبھی نہیں تھی۔ ہمیشہ تیمور سے بحث میں وہ ہار جایا کرتی تھیں لیکن آج تو اسے ہی لاجواب کیے جا رہی تھی

"اوہو۔۔۔۔بہت زیادہ ہی زبان چلنے لگی ہے تمہاری۔۔۔وری نائس" اس نے داد دی تھی یا طنز کیا تھا، یہ سمجھنا ذرا مشکل تھا

"زبان کے ساتھ ساتھ ہاتھ بھی کافی چلنے لگے ہیں میرے" **(او تیری۔۔۔)** اس نے کپ میں چائے نکالی اور تیمور کی جانب مڑی

"کیتلی خالی ہے لے لو۔۔۔"اس نے گویا احسان جتایا اور جانے لگی

"شہوار میری بات سنو۔۔۔"

"کیا ہے؟" وہ پلٹی

"ناراض ہو؟"

"کس سے؟"

"مجھے معاف کر دو۔۔چاہو تو میرا سر پھاڑ دو لیکن پلیز۔۔معاف کر دو"اس نے شرمندہ لہجے میں کہا۔ شہوار چند لمحے اُسے دیکھتی رہی، پھر آگے بڑھی پاس پڑا فرائنگ پین اٹھایا اور کھینچ کر اسکے سر پر دے مارا۔ **(لو۔۔۔ جیسی تمہاری مرضی)**

"آہ۔۔۔" وہ چیخ پڑا۔ شہوار سے اس رد عمل کی کسی کو توقع نہ تھی۔ نہ کچن کے اندر والوں کو اور نہ ہی باہر والوں کو۔۔۔

"اب خوش۔۔" اس نے مسکراتے ہوئے اُسے دیکھا اور وہاں سے چلتی بنی۔ جبکہ بیچارہ تیمور ہکا بکا سا اپنا ماتھا پکڑے فرش پر بیٹھا رہ گیا۔

"یااللہ! یہ لڑکی کیا پاگل ہے؟" وہ کراہتے ہوئے بولا۔

"ہی ہی ہی۔۔۔۔۔" دیوار کے پیچھے سے آتی ہنسنے کی آوازوں پر اس نے گردن موڑ کر دیکھا تو وہاں کوئی پیٹ پر ہاتھ رکھے تو کوئی ایک دوسرے کو تالی مارتے ہوئے ہنس رہا تھا۔

"تم لوگ۔۔۔ کیا کر رہے ہو یہاں پر؟" اس نے حیرت سے اُن سب کو دیکھا

"ہاہاہا۔۔۔۔ ہاہاہا" جواب میں مزید زور کا قہقہہ پڑا

"کیا بدتمیزی ہے یہ۔۔"

"پہلے فرش سے اٹھ تو جاؤ۔۔۔ پھر بقایا تفتیش کر لینا" فیضان نے ہنستے ہوئے کہا اور آگے بڑھ کر اُسے ہاتھ دیا جسے

اس نے تھامنے کی ذرا بھی کوشش نہ کی تھی۔

"تم لوگ سب ابھی ابھی ہی آئے ہو نا۔" اس نے باقی سب کو بھی کچن میں داخل ہوتے دیکھ پوچھا کہ آیا ابھی

ابھی جو اسکے ساتھ ہوا ہے وہ اُن گنہگاروں کے مزید گنہگار آنکھوں نے دیکھا تو نہیں۔۔۔

"نہیں نہیں۔۔۔۔ ہم تو بس ابھی ابھی ہی آئے ہیں" تبریز نے اُسے تسلی دی۔

"تو تم سب ایک ساتھ کیا کرنے آئے ہو کچن میں؟" وہ ایک ہاتھ سے سہارا لے کر اٹھا اور مشکوک نظروں سے

اُن سب کو دیکھا، دوسرا ہاتھ اب بھی ماتھے پر تھا۔

"وہ۔۔۔۔اصل میں۔۔۔"

"کیا اصل میں؟ ہیں؟"

"ارحم نے پزا آرڈر کیا تھا ہم سب کے لیے تو وہی لینے آئے ہیں" سفیان نے جلدی سے کہا

"ابھی تھوڑی دیر پہلے جب میں کمرے میں تھا تب تک تو ایسا کوئی پلان نہیں بنا تھا؟"

"ہاں تو پلان تمہارے کمرے سے آنے کے بعد بنایا ہے ہم نے"

"وہ سب چھوڑیں تیمور بھائی یہ آپکے ماتھے پر کیا ہوا ہے؟" صبا نے معصومیت سے پوچھا۔

"کچھ نہیں پاؤں پھسل گیا تھا تو سر پر چوٹ آگئی" اس نے جھوٹ بولا۔ پہلے تو سب نے "اوہو" کہتے ہوئے افسوس سر ہلایا پھر وہ سب گلا پھاڑ کر ہنسے تھے

"اچھا ٹھیک ہے۔۔۔ معلوم ہے مجھے کہ دیکھ لیا ہے تم لوگوں نے سب" اس نے منہ بنایا تھا

"ویسے ٹھیک ٹھاک نہیں ہو گئی آج آپکی؟" یہ اتنی شرافت سے ارحم نے سوال کیا تھا

"میاں بیوی کی باتیں چھپ کر سننا گناہ ہے" اس نے اُن سب کو آنکھیں دکھائی تھیں، لیکن وہاں کسی کو بھی اثر نہیں ہوا۔

"کیا کہا میاں بیوی؟ ہاہاہا۔۔۔ ویری فنی" سفیان ہنسا تھا۔

"فنی کے بچے میں منہ توڑ دونگا تمہارا، پہلے ہی میرا دماغ گھوم رہا ہے اس سر کی چوٹ کی وجہ سے"

"تو کس نے کہا تھا تیس مار خان بننے کو؟ شہوار تم چاہو تو میرا سر پھاڑ سکتی ہو" یمنی بد تمیز نے اسکی نقل اُتاری تو وہاں پھر سب ہنس دیئے۔

"مجھے کیا پتہ تھا وہ جنگلی بلی سے شیرنی بن چکی ہے" اس نے منہ بسورتے ہوئے کہا

"اچھا اب زیادہ ہنسنے کی ضرورت نہیں ہے" اس نے اُن سب کو پھر سے دانت نکالتے ہوئے دیکھ کر تنبیہہ کی لیکن جب اگلے دو منٹ تک بھی کسی کے دانت اندر نہیں گئے تو وہ خود ہی پاؤں پٹختا وہاں سے واک آؤٹ کر گیا تھا۔

--------+--------------+-----

اگلا دن بنا کسی غیر معمولی واقعہ کے گزار گیا تھا۔ ارحم کے نئے آفس کے کولیگز میں سے ایک نے اپنی منگنی کی خوشی میں ڈنر دیا تھا۔ ارحم بھی مدعو تھا۔ اب کراچی میں رات کے کھانے کا مطلب رات کے بارہ بجے تک کھانا ملنا ہوتا ہے۔ لہٰذا وہاں سے واپس آتے آتے اسے رات کے دو بج گئے تھے۔ گھر کے دروازے پر پہنچ کر اس نے باہر

ہی گاڑی پارک کی اور مین گیٹ کی بیل بجانے لگا۔ لیکن کسی نے دروازہ نہیں کھولا۔ کچھ دیر مزید دروازہ بجانے کے بعد اس نے بلا جھجک تیمور کو کال ملائی کہ وہ یقیناً جاگ ہی رہا ہو گا۔ وہ لوگ رات کو سوتے ہی کہاں تھے؟

"تیمور! یار دروازہ کھولنا، پتہ نہیں یہ چوکیدار کیوں نہیں کھول رہا؟" تیمور کے فون اٹھاتے ہی اس نے کہا

"گھر سے باہر ہی کھڑے رہو دروازہ نہیں کھلے گا" اس نے مزے سے کہا

"کیا مطلب؟"

"مطلب جو اس گھر میں رات کو دیر سے آتا ہے وہ باہر ہی کھڑا رہتا ہے۔"

"یار تیمور مذاق مت کرو باہر بہت سنّاٹا ہو رہا ہے جلدی دروازہ کھولو پلیز"

"تمہیں میری بات مذاق لگ رہی ہے نا۔۔۔ تو ٹھیک ہے پھر دادی سے پوچھ لو کال کر کے" اس نے کہہ کر فون کاٹ دیا

"یہ کیا بد تمیزی ہے" ارحم نے بڑبڑاتے ہوئے یہاں وہاں دیکھا اُسے سو فیصد یقین تھا کہ وہ اسکے ساتھ کوئی مذاق کر رہا ہے۔ اس نے اپنے باقی کزنز کو بھی فون کیا کچھ نے اٹھایا نہیں اور جس نے اٹھایا اُن سب نے بھی وہی جواب

دیا جو تیمور نے دیا تھا۔اب اُسے یقین ہو گیا تھا کے وہ سارے پاگل مل کر اُسے بھی پاگل بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

"مطلب کے حد ہوتی ہے۔یہ کس قسم کا مذاق ہے"اس نے غصّے سے کہا پہلے ہی سنّاٹا دیکھ کر جان جا رہی تھی۔

"مجھے نانو کو ہی شکایت کرنی پڑے گی، تب ہی سدھریں گے یہ سارے"اس نے ثمینہ بیگم کو کال ملائی دوسری طرف سے فون اٹھا لیا گیا

"سوری نانو رات کے اس وقت آپ کو تنگ کر رہا ہوں، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ میں باہر گلی میں کھڑا ہوں اور مین گیٹ کی اندر سے کنڈی بند ہے۔چوکیدار بھی نہیں ہے اور میں نے جس کو بھی کال کی اس نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا اب بتائیں میں کیا کروں"نانی کے لاڈلے نواسے نے ایک ہی سانس میں سب کہہ ڈالا

"نہیں بیٹا دروازے کی صرف کنڈی بند نہیں ہے بلکہ اس پر تالا بھی لگا ہوا ہے"انہوں نے آرام سے کہا

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ یہ کونسا وقت ہے گھر واپس آنے کا؟" انہوں نے سخت لہجے میں پوچھا تو وہ حیران رہ گیا کیوں کہ ثمینہ بیگم نے کبھی اُس سے سختی سے بات نہیں کی تھی

"نانو میرے ایک کولیگ کی طرف سے ڈنر تھا وہیں گیا تھا۔ وہاں سے آنے میں دیر ہو گئی"

"اوّل تو آدھی رات کو گھر آنے والوں کے لیے اس گھر کے دروازے نہیں کھلتے اور اگر کسی کو جانا بھی ہو تو اُسے مجھ سے اجازت لے کر جانا چاہیے یا مجھے اطلاع دینی چاہیے کے وہ آج دیر سے آئیگا"

"پر نانو میں تو ابّو کو بھی کبھی نہیں بتا کر جاتا" وہ پریشان ہوا یہ اجازت لینے والا معاملہ اسکے گھر میں کبھی نہیں ہوتا تھا

"یہ تمہارے باپ کا گھر نہیں ہے۔" وہ غصّے سے بولیں

"اچھا نانو آئندہ ایسا نہیں ہو گا، ابھی تو دروازہ کھولیں۔" اس نے ہار مانتے ہوئے کہا

"دیکھو بھئی میں تو اتنے اوپر سے نیچے اتر کے آ نہیں سکتی۔ اب جب تک چوکیدار نہیں اٹھے گا دروازہ نہیں کھلے گا"

نانو نے کہہ کر فون کاٹ دیا **(مٹی ڈالو سارے لاڈ پیار پے)**

"یار۔۔۔۔"اس نے پریشانی سے ماتھا مسلا، پھر سہیل صاحب کو کال کی مگر اُنکا نمبر آف تھا۔اب اُسے سخت خوف آرہا تھا تبھی اچانک اُسے بالکنی میں کوئی سایہ سا نظر آیا تھا۔اس نے ذرا پیچھے ہو کر دیکھا تو وہاں جاناں کھڑی تھی۔

"یااللہ! یہ اس طرف دیکھ لے"اس نے دل میں دعا کی اور دعا قبول ہو گئی۔جاناں نے اگلے ہی لمحے اسکی طرف دیکھا۔اس نے ہاتھ ہلایا تاکہ وہ دیکھ لے، ظاہر ہے اتنی دور سے آواز تو دے نہیں سکتا تھا

"یہ کون پاگل آدھی رات کو مجھے اشارے کر رہا ہے؟"جاناں نے حیرت سے اسے دیکھا۔اس نے پھر اُسے اشارہ کیا تواب کے مرجان نے آگے بڑھ کر ذرا غور سے اُسے دیکھا

"ارے یہ تو ارحم ہے۔"اس نے اُسے پہچان لیا

"لیکن یہ اتنی رات کو باہر کیوں کھڑا ہے؟نیچے جا کر دیکھنا ہو گا"اس نے ارحم کو ہاتھ سے وہیں رکنے کا اشارہ کیا اور خود نیچے جانے کے لیے مڑ گئی۔دوسری طرف ارحم اُسکا اشارہ پا کر تھوڑا مطمئن ہوا تھا۔وہ نیچے پہنچی تو دیکھا کہ دروازے کی کنڈی اندر سے بند تھی اور اس پر تالا لگا ہوا تھا جب کہ چوکیدار اپنی کرسی پر گدھے گھوڑے خچر سب بیچ کر سو رہا تھا۔

"خلیل بھائی۔۔۔ خلیل بھائی" وہ اُن کے پاس جا کر زور سے چیخی تو وہ ہڑ بڑا کہ اٹھ بیٹھے

"جی۔۔۔جی جاناں بی بی۔۔۔ کیا ہوا؟"

"یہ دروازہ کیوں بند ہے ؟ارحم کب سے باہر کھڑا ہے"

"بی بی۔۔۔ بڑی بیگم صاحبہ نے منع کیا ہے کہ ارحم آج رات گھر سے باہر ہی رہے گا اور کوئی دروازہ نہیں کھولے گا"

"کیا واقعی میں ؟"اُسے حیرت کہ ساتھ ساتھ دل میں کمینی سی خوشی بھی ہوئی کہ چلو دادی نے اپنے لاڈلے نواسے کو بھی سزا دی۔ لیکن اگلے ہی لمحے افسوس بھی ہوا کہ وہ بیچارہ تو مہمان ہے۔

"اچھا ٹھیک ہے آپ سو جائیں میں اندر جا رہی ہوں" وہ خلیل بھائی کو کہتی واپس اندر مڑ گئی اور خلیل بھائی دوبارہ سو چکے تھے

""" یااللہ !اس نے مجھے دیکھا بھی تھا کہ نہیں ؟اگر دیکھا تھا تو اب تک آئی کیوں نہیں ؟" دوسری طرف ارحم کو پھر سے پریشانی نے آ گھیرا تھا۔

خلیل بھائی سو چکے ہیں، ارحم حیران پریشان سا گھر کے باہر کھڑا ہے جب کہ رات کے اس پہر آپکو گھر کے لان میں جاناں بلی کی چال چلتی دونوں ہاتھوں میں دو عدد اسٹول لیے لان کی دیوار کی طرف جاتی ہوئی نظر آ رہی ہو گی۔ وہ کیا کرنے جا رہی ہے یہ آپ خود ہی دیکھ لیں۔۔۔ ہاں ہاں ہمیں معلوم ہے کہ آپ کو اس گھر میں ایک رات بھی سکون کی نیند نصیب نہیں ہوئی ہے، لیکن آپکو خود ہی شوق تھا ماضی میں جانے کا اب ہم سے شکوہ نہ کریں۔ ہم نے تو پہلے ہی کہا تھا کے سلطان محل میں ہر دن اور ہر رات کوئی نہ کوئی تماشا ضرور دیکھنے کو ملتا ہے۔ اب اس میں ہمارا کیا قصور؟

"ہش ہش۔۔۔۔اے۔۔۔۔اِدھر سنو" ارحم کو سرگوشی نما آواز سنائی دی تو اس نے مڑ کر اپنی بائیں جانب دیکھا جہاں مین گیٹ کی برابر والی دیوار کے اوپر سے جاناں کا چہرہ نظر آ رہا تھا۔ وہ جلدی سے اس تک گیا۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" اس نے دیوار کے قریب پہنچ کر چہرہ اوپر کر کے اس سے پوچھا

"تم نے ہی تو بلایا تھا"

"ہاں تو دروازہ کھولو نہ جا کر"

"نہیں کھول سکتی یہ دادی کا اصول ہے کہ رات کے بارہ بجے کے بعد دروازے پر تالا لگ جانا چاہیے اب جو بھی دیر سے گھر آئیگا وہ باہر ہی رہے"

"تو اب؟"

تو اب یہ کہ میں تمہیں ایک اسٹول دے رہی ہوں، تم نے کرنا یہ ہے کہ اس پر کھڑے ہو کر دیوار پر چڑھنا ہے اور پھر اندر کود جانا ہے"

"کیا مطلب اب میں اپنے گھر میں چوروں کی طرح کودوں گا؟"

"ہاں تو؟۔۔۔ تبریز اور سفیان بھی رات کو ایسے ہی گھر آتے ہیں۔"اُن سے کسی نیک کام کی امید جا سکتی تھی بھلا؟

"اور تم انکی مدد کرتی ہو؟"

" کبھی میں کر دیتی ہوں تو کبھی جیا وغیرہ، اچھا اب اندر تو آؤ"

"ہاں لیکن ایک مسئلہ ہے؟"

"کیا؟"

"دیوار کے نیچے کیاری ہے اگر میں نے اسٹول رکھا تو پودے خراب ہو جائے گے۔"اس نے مسئلہ بیان کیا

"تم ذرا آگے بڑھ کر دیکھو بیچ میں تھوڑی جگہ خالی ہو گی، کیوں کہ تبریز وغیرہ کو عموماً یہ جگہ استعمال کرنی پڑتی ہے تو یہاں پر پودے نہیں ہیں،اب جلدی کرو" جاناں نے تفصیل سے بتایا۔ارحم نے کیاری میں جھانک کر دیکھا تو وہاں واقعی تھوڑی سی جگہ خالی تھی اس نے وہاں پر اسٹول رکھا اور تھوڑی سی دقّت کے بعد دیوار پر اس طرح چڑھ بیٹھا کہ اسکے دائیں جانب گلی اور بائیں جانب گھر کا لان تھا۔ دیوار پر چڑھنے کے بعد ہی اس نے دیکھا کے جاناں بھی اسی جیسے ایک اسٹول پر کھڑی ہو کر اس سے بات کر رہی تھی۔

"اب بیٹھے ہوئے کیوں ہو جلدی سے نیچے کودو اس سے پہلے کوئی دیکھ لے"

"باہر جو اسٹول پڑا ہے وہ کون اٹھائے گا"اب اوپر چڑھنے کے بعد اسٹول واپس اٹھانا نہ ممکن تھا۔

"وہ خلیل بھائی اٹھالیں گے اُنکا روز کا کام ہے"اس نے اطمینان سے کہا

"تم ایک کام کر سکتی ہو؟"

""کیا؟"

"تم اپنے اسٹول سے نیچے اتر کر وہ مجھے دے دو"

"کیوں؟"وہ حیران ہوئی

"تاکہ میں اس پر چڑھ کر نیچے اتروں"اس نے کان کھجاتے ہوئے کہا

"اوہ تو تمہیں نیچے چھلانگ لگاتے ہوئے ڈر لگ رہا ہے؟"اس نے شرارت سے پوچھا

"کیا کروں کبھی ایسے بے تکے کام کیے نہیں ہیں نا"اس نے وضاحت دی تو جاناں مسکراتے ہوئے نیچے اتر گئی۔وہ بھی اس اسٹول پر پاؤں رکھ کر نیچے آگیا۔اب وہ دونوں ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔

"ایک بات بتاؤ۔۔اگر نانو نے رات کو دیر سے گھر آنے پر پابندی لگا رکھی ہے تو پھر اس دن تیمور کیسے اندر داخل ہوا تھا وہ بھی رات کے ایک بجے"اس نے تیمور کی واپسی والی رات کا ذکر کیا

"اسکی خوش قسمتی کہ اس دن خلیل بابا جاگ رہے تھے اسی لیے وہ انہیں رشوت دے کر اندر آگیا تھا"جاناں نے مزے سے بتایا **(شرم تو چھو کر نہیں گزری تھی اسکے بھائی کو)**

"ویسے تم لوگوں کی یہ بات مجھے بہت پسند ہے"ارحم نے کہا

"کونسی بات؟"

"یہی کے تم لوگوں کے پاس ہر مسئلے کا حل ہوتا ہے"

"مسائل پیدا بھی تو ہم خود ہی کرتے ہیں" اس نے کہا تو دونوں ہنس دیئے۔

+-------+------------+-----

ٹھیک اسی رات جب جاناں کی مدد سے ارحم گھر میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا، محترمہ جویریہ عرف جیا سیڑھیوں کے پاس بے چینی سے چکر کاٹ رہی تھیں۔ غالباً کسی کا انتظار کر رہی تھیں۔ تب ہی خاموشی سے وہاں سے جاتے ارحم کی نظریں اس پر پڑیں۔

"اسے تم نے یہاں بلوایا ہے؟" اس نے جاناں سے اس کے متعلق پوچھا

"نہیں تو۔۔۔ رات کے اس پہر یہ یہاں کر کیا رہی ہے؟" اس نے زیرِ لب کہا

"جو بھی کر رہی ہو۔۔۔ میں تو چلتا ہوں تمہارا شکریہ" ارحم کہہ کر جانے لگا

"نہیں نہیں ابھی یہیں رو کو"

"کیوں؟"اس نے حیرت سے اُسے دیکھا تو جاناں نے سیڑھیوں کی طرف اشارہ کیا جہاں سے فیضان نیچے اترتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔(**یقیناً زوجہ محترمہ نے بلوایا تھا**)جاناں نے موبائل نکالا اور کسی کو میسیج کرنے لگی۔

"تم کیا کر رہی ہو؟"

"یمنی بدتمیز کو بتا رہی ہوں"

"پر کیوں؟"

"کیونکہ اُسے بتانے کا مطلب ہوتا ہے پوری دنیا میں مفت خبر نشر کروانا" اور یہ بات تو ارحم نے اس دن خود ملاحظہ فرمالی تھی، جب وہ اپنے کزنز کے ساتھ بیٹھا تیمور کے ہاتھ کی چائے پینے کا انتظار کر رہا تھا اور یمنی بدتمیز نے اسکے اور شہوار کے کچن میں ہونے کی اطلاع پہنچائی تھی۔دوسری جانب فیضان بھی جیا تک پہنچ گیا

"کیاہوا؟"اس نے جیا سے پوچھا

"تم نے میرے لیے پزا آرڈر کیا تھا نا"

"ہاں کیا تھا"

"تو وہ اب تک پہنچا کیوں نہیں"

"چچ۔۔۔ چچ۔۔۔ کوئی صبر بھی ہوتا ہے بھوکی لڑکی، مجھے آرڈر کیے بس پندرہ منٹ ہوئے ہیں" اس نے افسوس سے اپنی بیوی کو دیکھا

"لیکن میں نے تو تمہیں کوئی ایک گھنٹہ قبل آرڈر کرنے کو کہا تھا" بھوکی لڑکی میں واقع صبر نہیں تھا

"ہاں تو پہلے میں ساری احتیاطی تدابیر کر رہا تھا نا۔۔۔" اس نے وضاحت دی

"یعنی؟"

"یعنی کہ دادی نے دروازے پر تالا ڈالا ہوا ہے تو میں پہلے خلیل بھائی کی جیب سے چابی چوری کر کے لایا تا کہ ڈیلیوری بوئے کے آنے پر دروازہ کھولا جا سکے۔ جب سب ہو گیا تو میں نے پزا آرڈر کیا۔ اور تم مجھے ہی ڈانٹے جا رہی ہو یار" اس نے منہ بناتے ہوئے کہا

"سوری! کیا کروں بھوک ہی اتنی لگی ہے"

"مجھے پتہ نہیں ایسا کیوں لگتا ہی کے مستقبل میں میری ساری تنخوائیں تمہارے رات دِن کے کھانے پر ہی لگ جائے گی"

"اب میں اتنا بھی نہیں کھاتیں"

"ہاں اتنا نہیں کھاتی۔۔۔بس صبح کا ناشتہ، دن کا کھانا، رات کا کھانا، شام کا ناشتہ، آدھی رات کا کھانا، ٹینشن میں کھانا، خوشی میں کھانا، ڈانٹ پڑنے کے بعد کھانا اور ان سارے کھانوں کے بیچ میں چلتے پھرتے تھوڑا بہت کھانا،۔۔۔بس اتنا ہی سا تو کھاتی ہو تم" اس نے مزے سا کہا تو جیا نے بس گھورنے پر ہی اکتفا کیا۔ فیضان کے موبائل پر ڈیلیوری بوائے نے کال کی تو اس نے جیا کو خاموشی سے باہر آنے کا اشارہ کیا اور وہ دونوں باہر کی جانب چل دیئے۔ تھوڑی ہی دیر میں جب انکی واپسی ہوئی تو دونوں کے ہاتھوں میں ایک ایک پزا کا ڈبّہ تھا جسے یقیناً گھر کے کسی گوشے میں بیٹھ کر سکون سے کھانے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن۔۔۔۔یہ کیا؟

سامنے سیڑھیوں سے لے کر کچن تک انکے چچازادوں کی پوری فوج (**بشمول اکلوتا پھوپھوزاد ارحم۔۔۔۔اور ماسوائے شہوار صاحبہ کے**) سینے پر ہاتھ باندھے ملامتی نظروں سے اُنہیں دیکھ کم اور گھور زیادہ رہی تھی۔ جبکہ وہ دونوں ہکابکا سے اُنہیں دیکھ رہے تھے۔

"تو ہمارے پیچھے یہ ہو رہا ہے؟" سب سے پہلے جاناں نے اپنی بہن کو گھور کر دیکھا

"اتنے دنوں سے ہم پریشان ہو رہے ہیں کہ ڈائیٹنگ کرنے کے باوجود اس موٹی کا وزن کم کیوں نہیں ہو رہا ہے۔۔۔اب وجہ سمجھ میں آئی ہے" صبا نے کہا

"تت۔۔تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو؟" فیضان نے تھوک نگلتے ہوئے پوچھا

"ہم کافی دنوں سے یہ پتہ لگانا چاہ رہے تھے کہ ہمارا بھائی فیضان آدھی رات کو اچانک سے کہاں غائب ہو جاتا ہے تو آج ہم اسی سلسلے میں تفتیش کے لیے آئے تھے اور دیکھو نتیجہ ہمارے سامنے ہے" تیمور اسکی بات کا جواب دیتے ہوئے قریب آیا اور اسکے کندھے پر ہاتھ رکھ کر دل جلا دینے والی مسکراہٹ کے ساتھ اُسے دیکھا،

اور ساتھ ہی اپنی ایک عدد بہن کو گھوری سے بھی نوازا تھا۔اور وہ بیچاری تو بس سر جھکائے کھڑی تھی۔ یہ کمبخت بھوک بھی اُسے آدھی آدھی رات کو ہی رسوا کرواتی تھی

"شرم نہیں آتی۔۔۔ میاں بیوی کی باتیں چھپ کر سنتے ہوئے "فیضان نے آہستہ سے کہا

"بہن ہے میری۔۔" تیمور نے اپنے جگری یار کو کس کے دھپ لگائی تھی۔باقی سب سچویشن سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

" بھئی میں تو جا رہی ہوں دادی جان کو بتانے۔" شیطان کی اگر کوئی زنانہ ورژن ہوتی تو وہ یقیناً یمنی ہوتی۔

" مجھے پتہ ہے کہ کتنی فرمانبردار ہو تم چپ کر کے کھڑی رہو ورنہ پٹ جاؤ گی مجھ سے "فیضان کے اندر کا بڑا بھائی جاگا جسے یمنی نے ذرا خاطر میں نہ لاتے ہوئے اُسے زبان چڑائی تھی۔

"فرمانبردار تو ہم میں سے کوئی نہیں ہے البتہ ضرورت پڑنے پر ہم سب دادی کے چمچے ضرور بن سکتے ہیں "سفیان نے اسکے اندر کے بڑے بھائی کو واپس سلا دیا تھا

"یعنی تم لوگ چغلی کر کے گناہ کماؤ گے ؟"

https://zeelazafar.com/

"اسکے کھاتے میں پہلے ہی بہت گناہ ہیں۔ تھوڑے بہت اور آ بھی جائے تو کسے پرواہے" صبا نے مزے سے کہا تو سفیان کے علاوہ سب کھی کھی کرنے لگے جبکہ اس نے اُسے کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا تھا

"اچھا اب تم دونوں مت لڑنے لگ جانا۔۔ چلو بھئی کوئی دادی کو تو بلاؤ" تبریز نے پہلے اُن دونوں کو پھر باقی سب کو مخاطب کر کے کہا

"کیا چاہتے ہو تم لوگ؟" اس سارے معاملے میں شروع سے خاموش کھڑی جیا نے ہار مانتے ہوئے پوچھا

"ہمارا حصّہ۔۔۔۔" سب نے ہم آواز ہو کر کہا

"لیکن میں نے تو بس دو ہی لارج پزا منگوائے ہیں" وہ بے بسی سے بولی۔ مطلب پزا دو اور کھانے والے اتنے سارے۔۔۔۔

"کوئی بات نہیں مل باٹ کر کھانے میں برکت ہے" رمشا نے کہا

"لیکن تم میں سے کوئی بھی دادی کو نہیں بتائے گا" فیضان نے کہا

"پکا وعدہ نہیں بتائیں گے" صبا نے کہا

"تمہاری زبان پر تو مجھے ویسے ہی بھروسہ نہیں ہے" جیا نے اُسے گھور کر دیکھا

"تو کوئی بات نہیں میری زبان پر کر لو، میں تو رشتے میں تمہاری نند ہوں" یمنی نے شوخی سے کہا

پھر سب نے اُن دونوں کے ہاتھوں سے ڈبے لیے اور وہ دونوں بس اُن سب کا منہ ہی دیکھتے رہ گئے۔اور آپکو بھی للچائی نظروں سے پڑا دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے جا کر اپنے گھر میں کھانا کھائیں۔۔۔۔چلے شاباش۔۔۔

--------+------------+-------

آج کی صبح بہت ہی خوبصورت ہے کیونکہ آج بہت عرصے کے بعد گھر کے تمام افراد ناشتے کی ٹیبل پر موجود تھے۔ شہوار نے بھی گوشہ ء نشینی ترک کر کے سب کے ساتھ بیٹھنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔اب تیمور سے تو ملاقات ہو ہی چکی تھی تو پھر چھپنے کا کیا فائدہ؟

"کیا بات ہے آج تو بڑے بڑے لوگ موجود ہیں" تیمور نے کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ بڑے لوگ سے مراد انکی زوجہ محترمہ تھیں جو کہ اُسے نظر انداز کیے ٹیبل پر پلیٹیں لگانے میں مصروف تھی۔

"آج کے دِن کا آغاز تو کافی خوبصورت ہوا ہے" اس نے مزے سا کہا تھا اور ایسا کہتے ہوئے وہ بھول گیا تھا کے آس پاس گھر کے تمام بڑے موجود ہیں

"وہ کیسے بیٹا؟ ذرا روشنی ڈالنا پسند فرمائے گے آپ؟" تیمور کے ابّا حضور کے کان تو بس اسی کی طرف لگے رہتے تھے فوراً پوچھا۔ آنکھوں میں طنزیہ چمک واضح دیکھی جاسکتی تھی۔ وہ تھوڑا گڑ بڑا گیا

"آن۔۔۔۔وہ۔۔۔۔وہ ایسے ابّو کہ آج سب موجود ہیں ناں ناشتے کی میز پر"

"وہ تو کل بھی تھے بس شہوار کی کمی تھی"

"ہاں تو وہی تو میں کہہ رہا ہوں کے آج "سب" ہی موجود ہیں" اس نے دانت نکالیں

"بیٹا اب ذرا زبان پر قابو رکھنا کیونکہ امّاں جان سامنے ہی بیٹھیں ہیں۔" انہوں نے سرگوشی کے انداز میں اُسے سمجھایا تھا۔

"آج ناشتے میں خالی پلٹیں ہی ملیں گی کیا؟" سفیان نے میز پر رکھی خالی پلیٹوں کو دیکھ کر پوچھا۔ ناشتا کا تو کہیں نام ونشان تک نہ تھا۔

"نہیں میرے بھائی آج ہم یہی کھائیں گے" تبریز نے مزے سے کہا

"نومی گیا ہے حلوہ پوری لینے، آتا ہو ہو گا" رمشا نے اُسے تسلی دی

"ویسے بہت دیر نہیں ہو گئی اُسے۔۔۔اب تک تو آجانا چاہیے تھا نہ؟" چھوٹی چاچی نے پوچھا

"آتا ہی ہو گا دراصل آج اتوار ہے تو رش بہت ہو گا" مظہر چاچو نے کہا اتنے میں نومی بھی آ گیا

"بڑی لمبی عمر پائی ہے، ابھی ہم تمہارا ہی ذکر کر رہے تھے اور تم حاضر ہو گئے" فیضان نے اُسے دیکھ کر کہا

"غالباً آپ نومی کو شیطان کہنا چاہ رہے تھے؟" مرجان نے شرارت سے پوچھا

"غالباً نہیں یقیناً۔۔۔" جواب ارحم کی طرف سے آیا تھا۔

"نومی۔۔۔۔تم چائے نہیں لائے؟" ناشتا میز پر لگاتی شہوار نے پوچھا

"اور حلوا بھی نہیں ہے؟" صدا کی بھوکی جیا نے حلوے کی غیر موجودگی کا نوٹس لیتے ہوئے کہا

"ارے یار۔۔۔" اس نے سر پر ہاتھ مارا "میں دونوں چیزوں کے پیسے دے کر دوکان پر ہی بھول آیا۔"

"جاؤ جلدی لے کر آؤ"تائی امی نے کہا تو جلدی سے باہر کی طرف بھاگا واپس آیا تو اسکے ہاتھ میں چائے کا تھیلا تو تھا مگر حلوہ نہیں

"اب حلوہ کدھر ہے؟"اپنی مطلوبہ چیز نہ پا کر جیا نے پوچھا

"اف۔۔۔میں پھر سے دوکان پر بھول آیا۔۔میں ابھی لے کر آتا ہوں"

"کوئی بات نہیں نومی اگر ایک دن حلوہ نہیں آئیگا تو عذاب نہیں آجائے گا۔ تم بیٹھ کر ناشتہ کرو"زُلیخا چاچی نے بیٹے کی محبت میں کہا لیکن کہنے کا اندازا اچھا نہیں تھا

"کوئی بات نہیں امی۔۔۔میں بس یوں گیا اور یوں آیا۔ آپکو پتہ ہے حلوے کے بغیر جیا آپی کو پوریوں کا مزا نہیں آتا"اس نے خوش دلی سے کہا تھا

"ماصدقے میرا پیارا بھائی۔۔۔"جیا نے اسکی بلائیں لے ڈالی وہ جلدی سے باہر کی جانب دوڑا

"مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کے اگلی مرتبہ نومی خود کو ہی دوکان پر بھول آئیگا؟"صبا نے معصومیت سے پوچھا

"ہاہاہا۔۔۔اور پھر حلوہ چلتا ہوا گھر تک آئیگا اور کہے گا کہ ۔۔۔ارے یار میں اپنے مالک کو تو دوکان پر ہی بھول آیا"

سفیان نے آگے سے بونگی ماری تھی لیکن وہاں ہنسے سب ہی تھے۔

"انتہائی کم عقل ہے یہ لڑکا بھی" کافی دیر سے اُن سب کی گفتگو ملاحظہ فرماتی دادی جان نے کہا

"تو امّاں جان میرا بیٹا سارے گھر کا ناشتا لا رہا ہے۔ بھول چوک تو ہو ہی جاتی ہے نہ۔۔۔اتنے سارے لڑکے بیٹھے ہیں ادھر لیکن یہاں کسی نے بھی اٹھ کر مدد نہیں کی اسکی یہ نہیں کے کوئی ساتھ ہی چلا جاتا۔ میرے بچے کا تو ویسے ہی سارا دن ان لڑکیوں کے کاموں میں گزار جاتا ہے" زُلیخا چاچی کو امّاں کی بات ناگوار گزری تھی۔

"زُلیخا بی بی۔۔۔ ہر اتوار کو باہر سے ناشتا آتا ہے تاکہ ایک دن گھر کی خواتین کو آرام ملے، اور ناشتہ لینے کی ذمے داری ہر بار کسی دوسرے لڑکے کی ہوتی ہے۔تب تو ان میں سے کوئی نہیں کہتا کے میری مدد کے لیے آؤ جسکو جو ذمے داری دی جاتی ہے وہ اُسے بخوبی نبھاتا ہے۔اور نومی کونسا پیدل گیا ہے؟ گاڑی ہے اسکے پاس۔۔۔اور چونکہ تمہیں یہ لگتا ہے کہ اس گھر میں تمہارے اور تمہارے بچوں کے ساتھ سوتیلوں جیسا سلوک ہوتا ہے تو تمہیں یہ نظر آجانا چاہیے کہ یہاں پر کوئی بھی ناشتا نہیں کر رہا سب نومی کا انتظار کر رہے ہیں۔جب سب بڑی میز

پر موجود ہونگے تبھی ایک ساتھ ناشتہ شروع کیا جائیگا۔" بڑی میز کا ماحول خراب ہو رہا تھا، سب ہی خاموش ہو چکے تھے۔

"نہیں امّاں جان زُلیخا کا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا"

"تم مجھے سمجھانے کے بجائے اگر کسی دن اپنی بیوی کو سمجھالو تو اس طرح سب کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے"

امّاں جان نے سرد لہجے میں جواب دیا تھا۔ زُلیخا سلگ اٹھی تھی اور جب کوئی جواب نہیں بن پڑا تو وہ غصّے سے اٹھ کر جانے لگی۔

" یہاں سے کوئی نہیں جائے گا۔ سب ایک ساتھ بیٹھ کر ناشتا کرینگے جیسے امّاں جان کا حکم ہے "مظہر چاچو نے بلند آواز میں کہا تو زُلیخا نے حیرت سے اُنہیں دیکھا۔ اب وہ اپنی بیوی کے خلاف بولیں گے ؟ انکی اتنی ہمت ؟

"سنا نہیں تم نے ؟" انہوں نے سخت لہجے میں کہا تو زُلیخا کو نا چاہتے ہوئے بھی بیٹھنا پڑا تھا۔

نومی واپس آیا تو سب نے ناشتا شروع کر دیا۔ اور یقیناً ماحول کشیدہ ہی رہتا اگر تیمور، تبریز اور سفیان اپنی نوک جھونک سے ماحول کو واپس خوشگوار نہ بنا دیتے۔

----------+---------+---------

شام کے وقت ارحم لاؤنج میں بیٹھا چائے پی رہا تھا سامنے ٹی وی پر کوئی میچ چل رہا تھا تب ہی وہ ساری لڑکیاں ایک ساتھ لاؤنج میں داخل ہوئی اور ارحم کے سامنے والے لمبے صوفے پر اس طرح بیٹھ گئی کہ مرجان، رمشا، جیا اور شہوار صوفے پر جبکہ صبا اور یمنی اسکے ہینڈل پر تھیں۔۔۔ارحم نے نا سمجھی سے اُن سب کو دیکھا۔

"آپ سب۔۔۔ خیریت تو ہے؟"

"وہ۔۔ارحم بھائی ہمیں آپ سے کچھ پوچھنا تھا" رمشا نے کافی شرافت سے بات شروع کی تھی

"جی کہیے میں سن رہا ہوں" اس نے ٹی وی کی آواز آہستہ کرتے ہوئے کہا

"گاڑی کا جو سامنے کا شیشہ ہوتا ہے اسکی قیمت کتنی ہوتی ہے؟" شہوار نے ڈائریکٹ پوچھا

"مطلب۔۔۔؟" وہ سمجھا نہیں

"مطلب یہ کہ اگر گاڑی کے سامنے کا شیشہ ٹوٹ جائے تو کتنے میں دوبارہ بن جاتا ہے"

"تقریباً بھی دس پندرہ ہزار تو لگتے ہونگے" اس نے اندازاً بتایا

"اچھا یہ بتائے آپکی ماہانہ تنخواہ کتنی ہی؟"ایک اور سوال جیا کی جانب سے آیا تھا

"یہی کوئی دس لاکھ"

"اوہ پھر تو دس پندرہ ہزار کا نقصان آپ کے لیے کوئی بڑی بات نہیں ہو گی"صبا نے خوش ہوتے ہوئے کہا

"کیا مطلب؟میں سمجھا نہیں"

"مطلب یہ کے ہم نے آپکی گاڑی کا شیشہ توڑ دیا ہے۔"یمنی نے مزے سے کہا

"کیا۔۔۔"وہ ہکا بکا رہ گیا

"ہم نے نہیں تم نے۔۔۔تم ہی تھی وہ جس نے چھکّہ مار کر شیشہ توڑا ہے"صبا نے اسکی تصیح کی

"اچھا بیٹا۔۔۔سارا قصور میرا۔۔۔بال کس نے کرائی تھی؟تم نے۔۔۔"یمنی باقاعدہ لڑنے پر اُتر آئی تھی۔جبکہ ارحم اُنہیں لڑتا چھوڑ کر ٹیرس کی جانب بھاگا تھا۔اس نے جھانک کر پورچ میں دیکھا تو وہاں اسکی ہر دل عزیز گاڑی کے فرنٹ شیشے پر ایک گیند کے برابر سوراخ ہو چکا تھا۔اپنی محبوب ترین گاڑی کا یہ حال ارحم سے برداشت نہیں

ہوا تھا۔ وہ جن قدموں سے باہر گیا تھا اُنہیں قدموں سے واپس اندر آیا۔ وہ لوگ ابھی تک لڑنے میں مصروف تھیں۔

"تو کس نے کہا تھا اتنی زور کا چھکہ لگانے کو؟ بڑی آئی لالہ کی فین۔۔۔" اس سے پہلے کے یمنی کوئی جواب دیتی ارحم کی سخت آواز نے اُن سب کی زبانوں کو بریک لگایا تھا۔

"کیا کیا ہے یہ تم لوگوں نے؟ ہاں؟" اس نے سختی سے پوچھا لیکن اگلے ہی لمحے وہ ہوش میں آیا کیونکہ وہاں سنّاٹا چھا چکا تھا اور وہ سب اب دم سادھے اُسے ہی دیکھ رہی تھیں۔ اُسے اپنے لہجے کی سختی کا احساس ہوا۔ ٹھیک ہے وہ اسکی محبوب ترین گاڑی تھی مگر وہ سب بھی تو آخر اسکی چھوٹی بہنیں ہی تھیں **(جاناں کو اس گنتی میں شامل کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے)**

"وہ۔۔۔ میرے کہنے کا مطلب تھا کہ۔۔۔" ارحم شرمندہ سا کوئی وضاحت دینے ہی لگا تھا کہ جاناں نے اسکی بات کاٹ کر سرد لہجے میں کہا

"کیا مطلب تھا تمہارے کہنے کا؟ کیا سمجھتے ہو تم خود کو؟ دادی کے لاڈلے ہو تو ہمیں پاؤں کی جوتی سمجھتے ہو"

"نہیں مرجان میرا وہ مطلب نہیں تھا۔۔میں بس اپنی گاڑی سے تھوڑا زیادہ لگاؤ۔۔۔"

"ایک منٹ۔۔۔"جاناں نے پھر اسکی بات مکمل نہیں ہونے دی وہ سخت غصّے میں لگتی تھی۔

"کیا لگتا ہے تمہیں؟ تمہاری گاڑی بہت مہنگی ہے؟اور ہم بہت غریب ہیں جو دس پندرہ ہزار کا نقصان نہیں بھر سکتے؟اگر تم ایسا سمجھتے ہو نا تو۔۔۔"وہ سانس لینے کو رکی اور پھر اگلے ہی لمحے روہانسی لہجے میں بولی" بلکل صحیح سمجھتے ہو۔ ہم دس پندرہ ہزار تو کیا دس پندرہ سو بھی نہیں دے سکتے تمہیں، بہت غریب ہیں ہم لوگ"

(ہونہہ۔۔۔ڈرامے باز نہ ہو تو)

"کیا مطلب؟"ارحم ہکابکا رہ گیا اسکے ایکدم سے پینترا بدلنے پر۔۔

"یہ صحیح کہہ رہی ہے ارحم۔۔۔ہم سب اگر اپنی جیب خرچ سے چندہ بھی کر لیں نہ تو بھی تمہارا نقصان نہیں بھر سکتے۔۔"جیا نے بہن کی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔ کیا چیز تھیں وہ لوگ آخر؟

"اسی لیے تم ہم پر احسان کرتے ہوئے اپنا نقصان خود ہی پورا کر لو۔"شہوار نے مفت مشورہ دیا تو وہ مسکرایا

"لیکن میں یہ احسان کیوں کروں؟"

"کیوں کہ میں نے بھی اس روز تمہاری مدد کی تھی جب تم رات کو دیر سے گھر آئے تھے" جاناں نے جلدی سے کہا

"اچھا تو گویا احسان کا بدلا مانگ رہی ہو؟"

"نہیں۔۔۔بس آپ کی بہن بن کر مدد مانگ رہی ہوں" **(بیڑا غرق۔۔۔۔سارا موڈ خراب کر دیا ارحم کا)**

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔۔۔مجھے کوئی پیسے نہیں چاہیے" اس نے منہ بناتے ہوئی کہا تو سب نے "ہرے" کا نعرہ لگایا

"جلدی چلو کہیں دادی ڈھونڈتے ہوئے یہاں نہ آجائے ہمیں" رمشا نے کہا تو وہ لوگ واپس جانے کے لیے مڑنے لگیں۔

"اور تم۔۔۔پلیز، آئندہ خود کو میری بہن نہ کہنا" جاتے جاتے ارحم نے اُسے کہہ ہی دیا۔

"اچھا نہیں کہونگی۔۔بس تم دادی کے دیکھنے سے پہلے اپنی گاڑی بنوا لینا اور ہماری شکایت نہ لگانا" وہ عجلت میں کہتی آگے بڑھ گئی تھی۔

"عجیب لوگ ہیں اس گھر کے بھی۔۔۔ کسی بات کا برا ہی نہیں مانتے۔۔۔" ارحم نے اُن سب کو جاتا دیکھ کر سوچا اور مسکرا دیا۔

-----------+------------+----

ثمینہ بیگم کی چنگھاڑتی ہوئی آواز نے اسکی نیند میں خلل ڈالا تھا۔ وہ شام کو آرام کرنے کی غرض سے لیٹا تو آنکھ لگ گئی تھی جو کہ اب نانو کی چنگھاڑ سے کھلی تھی۔اس نے آنکھیں مل کر یہاں وہاں دیکھا پر کوئی نہیں تھا۔

"لگتا ہے اوپر والے فلور سے آواز آرہی ہے" وہ اٹھ کر لاؤنج میں آیا اور اوپر جانے والی سیڑھیوں کی جانب چہرہ کر کہ کھڑا ہو گیا۔ **(ہاں ہاں۔۔۔اس میں اخلاقیات ختم ہو چکی تھیں)**

دوسری جانب ثمینہ بیگم اپنی پوتیوں پر گرج برس رہیں تھیں۔

"کوئی شرم اور حیا باقی بچی ہے تُم لوگوں میں کہ نہیں؟ اتنی بڑی لڑکیاں ہو کر ایسی غیر زمہ درانہ حرکت۔۔۔۔ حد ہے" وہ غصّے اور افسوس کے ساتھ کہہ رہیں تھیں۔ باقی سب سر جھکائے کھڑی تھیں۔ **(شرمندگی کا چہروں پر شائبہ تک نہ تھا)** اور ارحم کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کس بات پر ناراض ہو رہی تھیں۔

"دادی ہم نے جان بوجھ کر نہیں کیا" بڑے ہونے کے ناطے شہوار نے بات شروع کی

"جان بوجھ کر کیا یا غلطی سے کیا۔۔۔اس بات سے میرا کوئی لینا دینا نہیں ہے۔میں صرف اتنا پوچھ رہیں ہوں کہ جب تم لوگوں کو منع کیا تھا کے لان میں کرکٹ نہیں کھیلنی تو کیوں کھیلی؟"

"تو دادی اور کہاں کھیلتے؟" یہ صبا تھی

"چھت پر پردے کا انتظام کیا ہوا ہے نا۔۔کہا بھی ہے کے جیتنا مرضی ہو وہاں کھیلا کرو۔لان میں تو پورے محلے والوں کی نظریں پڑتی ہیں" وہ اُسے گھورتے ہوئے بولیں۔

"پر دادی چھت پر دھلے ہوئے کپڑے ڈلے ہوئے تھے۔اسی لیے ہم نے لان میں کھیلا تھا۔"

"ہر بات پر بحث۔۔۔ہر بات پر بحث" وہ تیز لہجے میں بولیں تو صبا خاموش ہوئی۔

"ایک دن صبر نہیں ہو سکتا تھا؟اور جیا۔۔۔شہوار کیا کہا تھا میں نے تم دونوں کو؟کچھ عرصے میں شادی ہے تُم دونوں کی ختم کرو یہ بچپنا۔۔۔لیکن کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی" وہ سانس لینے کو رکیں پھر گویا ہوئیں۔

"نہیں بیٹا۔۔ تم لوگ ایسے نہیں سدھرو گی۔ میں تُم لوگوں کا یہ بلا اور بال سٹور روم میں بند کر رہی ہوں۔ خبردار جو شادی تک کسی نے اُسے ہاتھ بھی لگایا تو" اس بات پر تو صبا اور یمنی کی حقیقی معنوں میں سانس رک گئی تھی۔

"دادی پلیز۔۔ ایسا نہ کریں۔ پکا وعدہ آئندہ لان میں نہیں کھیلیں گے" یمنی نے منّت آمیز لہجے میں کہا

"تم تو اپنی زبان بند ہی رکھو۔۔۔ تمہاری تو ماں سے آج ہی بات کرتی ہوں کے تمہیں کچھ گھر کے کام سکھائے، بگاڑ کر رکھ دیا ہے تمہیں بلکل۔۔۔ غضب خدا کا۔۔ آج ارحم کی گاڑی کا شیشہ توڑا ہے کل آس پڑوس والوں کی کھڑکی کا شیشہ توڑ دو گی، کیا کہیں گے محلے والے۔۔ شرم نام کی تو کوئی چیز ہی نہیں ہے"

"دادی پلیز۔۔۔"

"بس۔۔۔ کہہ دیا ہے نا میں نے۔۔۔" انہوں نے ہاتھ اٹھا کر سخت لہجے میں کہا اور وہاں سے چلیں گی۔

"میں نے تو دادی کو نہیں بتایا کہ میری گاڑی کا شیشہ ٹوٹ گیا ہے۔ پھر انکو کیسے پتہ لگا؟" نیچے کھڑے ارحم نے خود سے سوال کیا تھا۔

"زُلیخا چاچی نے بتایا تھا" تیمور کی آواز پر اُسے مڑ کر دیکھا۔ وہ ناجانے کب سے وہاں کھڑا تھا۔ ارحم بری طرح شرمندہ ہوا تھا۔

"سوری یار۔۔۔ میں وہ۔۔ "وہ اپنی اس حرکت کی کوئی وضاحت دینے ہی لگا تھا جب تیمور نے اسکی بات کاٹی

"ارے پریشان نہیں ہو جگر۔۔۔ میں بھی یہاں یہی کرنے آیا ہوں۔ جب بھی ان چڑیلوں کی کلاس ہوتی ہے نا دل کو سکون مل جاتا ہے "وہ مزے سے کہہ رہا تھا ارحم سیڑھیوں کی جانب سے ہٹ گیا تھا

"ہاں لیکن میں نہیں چاہتا تھا کہ اتنی سی بات پر انہیں ڈانٹ پڑے۔ اسی لیے میں نے نانو کی نظر میں آنے سے پہلے ہی گاڑی بننے بھجوادی تھی "اس کو اب بھی اُن سب کی کلاس ہونے پر افسوس ہو رہا ہے تھا۔ وہ دونوں ساتھ چلتے چلتے لاؤنج میں رکھے صوفے پر آبیٹھے تھے۔

"ہاں ویسے بات اتنی بڑی نہیں تھی۔ لیکن زُلیخا چاچی کو عادت ہے ایک کو دس بنا کر بتانے کی"

"وہ ایسی کیوں ہیں؟ میرا مطلب جب سے میں آیا ہوں میں نے اُنہیں گھر میں سب سے مختلف پایا ہے "(وہ کہہ **نہیں سکا ورنہ تو "مختلف" کی جگہ فسادی اور پھاپھا کٹنی جیسے الفاظ استعمال کرنے کو دل کر رہا تھا)**

"وہ ایسی ہی ہیں، گھر کا پر سکون ماحول اُنہیں راس نہیں آتا۔ اُنہیں لگتا ہے کہ انکے اور انکے بیٹوں کے ساتھ اس گھر میں سوتیلوں جیسا سلوک کیا جاتا ہے۔ اور ایسا صرف اُنہیں ہی لگتا ہے، اسی لیے ہر وقت کڑوی زبان بولتی ہیں"

"کوئی اُنہیں کچھ کہتا کیوں نہیں ہے"

"ایک حد سے زیادہ ہم اُنھیں کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ ہم نہیں چاہتے کے گھر کا ماحول خراب ہو یہی وجہ ہے کہ اکثر خاموش ہو جاتے ہیں۔ وہ بہت زبان دراز خاتون ہیں"

"شہوار اور رمشا کے ساتھ اُنکا رویّہ کیسا ہے؟"

"بہت برا۔۔۔ رمشا تو پھر بھی چپ کر کے انکی سن لیتی ہے مگر شہوار بہت صاف گو ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کافی عرصے سے زُلیخا چاچی کی شہوار سے بات چیت بند ہے۔"

"اللہ اُنھیں ہدایت دے۔" وہ بس اتنا ہی کہہ سکا۔ بن ماں کی بچیوں کے ساتھ اُنکا یہ سلوک واقعی قابل مذمت تھا۔ تیمور نے جواب میں بس سر ہی ہلایا تھا۔

نجانے وہ ایسی کیوں تھیں؟ کیا خدشات تھے اُنہیں جو اس گھر میں سب اُنہیں اپنے اور اپنے بچوں کے دشمن نظر آتے تھے۔

-----------+-----------+------

وہ کچھ دیر قبل ہی آفس سے گھر آیا تھا اور فریش ہونے کے بعد اب بیٹھا امرود کھا رہا تھا جب دروازے پر دستک ہوئی۔وہ مسکرادیا، جانتا تھا کہ وہی ہو گی۔

"آجاؤ۔۔"اسکی اجازت ملنے پر وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تھی۔

"وہ مجھے تم سے ایک کام تھا"اس نے شرافت سے کہا۔وہ شرافت جو عام دنوں میں اُسے چھو کر بھی نہ گزرتی تھی۔

"مجھ سے؟"اس نے اپنی طرف اشارہ کر کے تصدیق کرنی چاہی **(واقعی میں؟ مجھ سے ہی کام ہے؟)**

"میری مدد کر دو پلیز۔۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ تم میرے اچھے دوست ہونا" وہ منّت آمیز لہجے میں کہتی اسکے سامنے آبیٹھی

"بلکل نہیں۔۔" وہ بھی سینے پے ہاتھ باندھے مزے سے بولا۔ جانتا تھا کس سلسلے میں مدد مانگی جارہی ہے۔ کیونکہ اسکے تازہ تازہ کارنامے کی اطلاع اس تک بھی پہنچ چکی تھی

"یار سفیان پلیز۔۔۔ میری مدد کردو۔۔" وہ جھنجھلائے ہوئے لہجے میں بولی

"مدد مانگ رہی ہو یا حکم دے رہی ہو؟" اس نے آنکھیں دکھائی۔

"نہیں نہیں۔۔۔ حکم نہیں دے رہی۔۔ درخواست کررہی ہوں"

"کسی مدد چاہیے؟"

"دادی نے ہمارے کرکٹ کھیلنے پر پابندی لگادی ہے۔ وہ تو تمہیں پتہ ہی ہوگا، لیکن انہوں نے ہماری بیٹ بال بھی چھین لی ہے۔ تم کچھ بھی کر کہ وہ واپس لادو۔ اور یہ تمہی کر سکتے ہو کیونکہ کل تُم نے دادی کو لے جاکر اُنکا تفصیلی چیکپ کروایا ہے اور رات بھر انکے پاس بیٹھ کر اُنکا سر بھی دباتے رہے ہو تو وہ تُم سے بہت خوش ہیں۔ تُم

ہماری سفارش کروگے تو شاید سن بھی لیں۔ ورنہ ہم چھ میں سے تو کسی سے بھی بات نہیں کر رہیں۔" صبا نے مطلب کی بات کر ہی دی

"میں یہ کیوں کروں ؟"اس نے بھی مطلب کا سوال کیا

"کیا مطلب کیوں کروں ؟میں تمہاری دوست نہیں ہوں کیا؟"

" بلکل بھی نہیں" ٹکہ ساجواب آیا۔ صبا نے خون کے گھونٹ بھرے کوئی اور وقت ہوتا تواُسے بھاڑ میں جھونک کر یہاں سے جاچکی ہوتی لیکن ابھی اپنا کام نکلوانا تھا

"سفیان پلیز۔۔۔"اس نے منّت کی

"نہیں۔۔۔میں مفت میں جا کر بھیڑوں کے چھتے میں ہاتھ نہیں دالوں گا۔بدلے میں مجھے بھی کچھ دو"

"کیا چاہیے ؟۔۔"اس نے ہار مانتے ہوئے کہا

"نہیں، کچھ چاہیے تو نہیں۔۔۔بس جو میں تم سے کہنے کو بولوں وہ کہنا ہو گا"

"بس اتنی سی بات۔۔ کہو کیا بولنا ہے"وہ تو سمجھ رہی تھی کہ پتہ نہیں کیا مانگنے گا۔۔

"کہو کہ میں صبا اطہر اپنی آج تک کی جانے والی تمام بد تمیزی اور زبان درازیوں کے لیے سفیان اظہر الدین سے تہے دل سے شرمندہ ہوں۔اور تُم سے معافی مانگتی ہوں۔پلیز سفیان مجھے معاف کر دو۔۔۔"

"سوری؟؟۔۔۔"اُسے لگا کہ اُسے سننے میں غلطی ہوئی ہے

"نہیں سوری نہیں کہنا۔۔۔ جیسے میں نے کہا ہے ویسے معافی مانگنی ہے" وہ مزے سے بولا تو صبا نے کھینچ کر اُسے پاس پڑا تکیہ دے مارا

"دماغ تو سہی ہے؟نشہ وشہ تو نہیں کرنے لگے ہو؟"

"تمیز سے بات کرو۔۔۔"وہ غصّے سے بولا

"نہیں کرونگی۔۔۔"اُسے تو آگ ہی لگ گئی

"ٹھیک ہے پھر۔۔۔میں بھی تمہاری مدد نہیں کرونگا"

"نہ کرو۔۔میں خود کچھ کرلونگی۔لیکن بھول جاؤکے تمہیں سوری بولوں"وہ غصّے سے کہتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

https://zeelazafar.com/

"جیسے تمہاری مرضی۔۔۔وہ رہادروازہ۔۔آپ جاسکتی ہیں "اس نے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہاتو

وہ پاؤں پٹختی باہر نکل گئی

"ہونہہ۔۔۔ بڑی آئی مجھ سے مدد مانگنے۔۔" اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ دوسری طرف صبانے بھی دل میں

یہی کہاتھاکہ

"بڑاآیامجھ سے معافی منگوانے والا۔۔۔ہونہہ۔۔"

----------+------------+-----

رات کے کوئی تین بج رہے ہیں، تمام انسان، جانوراور چرند پرنداپنے اپنے گھروں اور گھونسلوں میں محو خواب ہیں

لیکن ایسے میں آپکو دوعدد لوفر گھپ اندھیرے میں سیڑھیاں چڑھتے ہوئے دکھائی دے رہے ہونگے۔ وہ دونوں

بلی کی چال چلتے ہوئے چڑھ رہے ہیں تاکہ کسی کو معلوم نہ ہوں کہ وہ دونوں کیاکارنامہ انجام دے کر آرہے ہیں۔

قدموں کی چاپ سے لگتاہیں کہ وہ دونوں اس کام میں کافی ماہر ہیں۔ دو فلور تواُن دونوں نے آسانی سے پار کر لیا تھا

لیکن تیسرے فلور پر پہنچ کر جب وہ دونوں اپنی کامیابی کا جشن منانے ہی لگے تھے عین اسی لمحے کسی نے رنگ میں بھنگ ڈالا تھا

"کہاں سے آرہے ہو تم دونوں؟" دونوں نے مڑ کے دیکھا تو اپنے ہی جیسی دو مخلوقات کو سینے پر ہاتھ باندھے خود کو گھورتا پایا

"آن۔۔۔ کہیں سے نہیں۔۔۔ ہم تو یہیں تھے۔۔ ہیں ناں تبریز" سفیان نے تبریز کی جانب دیکھتے ہوئے کہا

"ہاں ہاں۔۔۔۔ ہم تو یہیں تھے" اس نے بھی اسکی ہاں میں ہاں ملائی

"جھوٹ، میں نے اور صبا نے اپنی آنکھوں سے تُم دونوں کو باہر سے آتے دیکھا ہے" یمنیٰ نے کمر پر ہاتھ رکھ کر کہا

"ہاں تو ہم۔۔۔ لان میں چہل قدمی کرنے گئے تھے"

"اوہ۔۔۔ یہ کونسا وقت ہوتا ہے چہل قدمی کا ذرا بتانا پسند فرمائے گے آپ؟" صبا نے سفیان کو گھورتے ہوئے پوچھا

"وہ۔۔۔۔ تبریز کا دل گھبرا رہا تھا تو میں اسکو لے کر کھلی ہوا میں آگیا"

"اچھا۔۔۔" دونوں نے ایک ساتھ کہا اور پھر جانے کے لئے مڑ گئی

"کہاں جا رہی ہی تم دونوں؟" تبریز نے اُنہیں روکا

"ابّو کو بتانے کہ تم دونوں انکے منع کرنے کے باوجود نائٹ میچ کھیل کر آ رہے ہو۔" یمنی نے کہا۔ وہ کہہ کر دوبارہ جانے کے لیے پلٹی تھی

"کیا چاہتی ہی تُم دونوں؟" سفیان نے چبا چبا کر اپنی بہن اور بچپن کی حریف کو دیکھا

"مجھ سے معافی مانگو۔۔۔" صبا نے کہا

"پاگل ہو گئی ہو؟ نشہ وغیرہ کرنے لگی ہو؟"

"ٹھیک ہے جا رہے ہیں ہم۔۔۔" وہ دونوں تیسری مرتبہ جانے کے لئے مڑیں

"میرے پاس ایک ڈیل ہے" تبریز کی آواز پر اُن دونوں نے رک کر دیکھا

"تبریز انکے ہاتھوں بلیک میل ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے" سفیان نے اُسے آنکھیں دکھائیں تھی جسے مقابل نے نظرانداز کر دیا تھا

"کیسی ڈیل؟"

"میں تم دونوں کو بر گر کھلا سکتا ہوں۔"

"ابھی؟"

"ہاں ابھی اور اسی وقت"

"صرف کھلانا نہیں ہے بلکہ پیمنٹ بھی خود کرنی ہے"یمنی نے اُسے یاد کروایا

"ہاں پتہ ہے۔۔۔لیکن تم بھی تایا ابّا ابّو کو کچھ نہیں بتاؤ گی"

"پہلے اپنے دوست سے تو پوچھ لو لگتا ہے اسکو یہ سودا پسند نہیں آیا۔"صبا نے سفیان کو دیکھتے ہوئے کہا جو اس سارے معاملے میں لاتعلق سا کھڑا تھا

"ہاں لاؤ سفیان ہزار روپے دو"تبریز نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا

"کس بات کے لیے؟"

"ان بھوکی عورتوں کو بر گر کھلانا ہے اسکے پیسے آدھے میں دونگا تو آدھے تم بھی تو دو گے نا"

"ڈیل تُم نے کی ہے تو پیسے بھی تم ہی بھرو" وہ سخت تپا ہوا تھا

"ٹھیک ہے تبریز ہم تایا ابّو کو تمہارا نام نہیں لیں گے لیکن اسکا ضرور بتا دینگے" صبا نے مزے سے کہا تو اُسے آگ ہی لگ گئی

"کیا مطلب اس بات کا؟ تمہیں تمہارے مطلب کی چیز مل رہی ہے نہ تو پھر کیا مسئلہ ہے؟ تبریز دے یا میں بات تو ایک ہی ہے"

"ایک بات نہیں ہے۔جب جرم دونوں نے کیا ہے تو سزا بھی دونوں کو ملنی چاہیے"

"سفیان کیوں وقت برباد کر رہا ہے یار۔۔۔پیسے دو اور جان چھڑاؤان چڑیلوں سے" تبریز نے معاملہ بگڑتا دیکھ کر کہا

"لیکن۔۔۔"

"لیکن ویکین کچھ نہیں جلدی پیسے دو انہیں اور چلو یہاں سے۔۔۔پلیز" تبریز نے منّت آمیز لہجے میں کہا تو اس نے برے برے منہ بناتے ہوئے جیب سے پیسے نکالے اور اسکے ہاتھ پر رکھ دیا

"یہ لو۔۔۔اور بر گر خود ہے آرڈر کر دینا ہمیں بخش دو" تبریز نے اُن دونوں کے ہاتھ پر پیسے رکھتے ہوئے ہاتھ جوڑیں تھے۔

"گڈ بوائز۔۔۔"یمنی نے مزے سے کہا اور وہ دونوں وہاں سے چلتی بنی تھیں۔

"چلو اب۔۔۔ کیا یہیں کھڑے رہنے کا ارادہ ہے؟" تبریز نے سفیان کو اپنی جگہ پر ٹکے دیکھ کر کہا

"بات مت کرنا مجھ سے۔۔"وہ انگلی اٹھا کر کہتا وہاں سے واک آؤٹ کر دیا

"سفیان۔۔۔ بات تو سنو یار۔۔۔سفیان۔۔"وہ پیچھے سے آوازیں ہی دیتا رہ گیا تھا۔

"ایک تو یہ بھی بیویوں کے طرح ہر وقت ناراض ہو جاتا ہے۔۔"وہ بھی بڑبڑاتا ہوا اسکے پیچھے چلا گیا۔اب جگری یار کو منائے بغیر تو اُسے بھی نیند نہیں آنی تھی۔

-------+--------------+------

"یہ لو سٹور روم کی چابی، اور جا کر اپنا بلا اور بال واپس لے لو" اگلے دن دادی نے مرجان کے ہاتھ پر چابی رکھتے ہوئی کہا تو وہ سب حیرت سے بت بن گئی۔

"ایسے کیا گھور رہی ہو مجھے ؟"

"دادی آپ سچ میں واپس کر رہی ہیں ؟میرا مطلب آپ نے تو کہا تھا کہ آپ کبھی بھی واپس نہیں کرینگی "رمشاء نے حیرت سے پوچھا

"وہ تو میں پہلے بھی ہزار مرتبہ کہہ چکی ہوں لیکن ہر بار واپس کر ہی دیتی ہوں۔"

"تھنک یو دادی۔۔آپ کتنا پیار کرتی ہیں نہ ہم سے "جیا نے جذباتی ہوتے ہوئے کہا

"یہ شکریہ جا کر میرے نواسے سے کہو جس کی تم لوگوں نے گاڑی کا نقصان کیا تھا۔اسی نے سفارش کی ہے تو میں نے دے دیا۔۔ پتہ ہے نا اسکی بات نہیں ٹال سکتی میں ،"انہوں نے تفصیل سے بتایا تو باقی سب کو تو آگ ہی لگ گئی۔**(بلاوجہ سمجھنے لگی تھی کہ وہ بھی دادی کی سگی پوتیاں ہیں)**

"اب جاؤ اور ایک بات ذہن میں رکھنا کہ چھت کے علاوہ کہیں اور کھیلتے ہوئے دکھائی دی نہ تو آگلی مرتبہ کسی کی بھی سفارش پر واپس نہیں ملے گا یہ "دادی نے وارن کرنے والے انداز میں بتایا تو وہ سب جی اچھا کہتی وہاں سے چلیں گئی۔

"آپ نے انہیں جھوٹ کیوں بولا امّاں؟" انکے جاتے ہی پاس بیٹھی کشمالہ تائی نے پوچھا

"کیسا جھوٹ۔۔۔" انہوں نے انجان بنتے ہوئے پوچھا

"یہی کہ ارحم نے آپ سے کوئی سفارش نہیں کی بلکہ آپ نے خود ہی اُنکا بیٹ اور بال واپس کیا ہے"

"ہاں میں نے بھی سوچا کہ بچیاں ہی ہیں کھیل لینے دو چند دن۔۔۔ آ گئے پتہ نہیں زندگی کیسی ہو؟ میں ان سب بچیوں سے بہت محبت کرتی ہوں۔ انکا ہنسنا کھیلنا مجھے زندگی کی امید دلاتا ہے۔ یہ لوگ خاموش ہوتی ہیں ناں۔۔۔ تو گھر بہت ویران لگتا ہے۔ اور اسی ویرانیات سے خوف زدہ ہو کر میں انکی ہر غلطی معاف کر دیتی ہوں۔ لیکن۔۔۔" وہ سانس لینے کو رکیں۔ کشمالہ تائی مسکرا رہی تھیں

"یہ سب باتیں انہیں بتا کر ان سبکو سر پر چڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک بار پتہ چل گیا نہ کہ دادی کو اچھا لگتا ہے ہمارا کھیلنا کودنا تو اسی کمزوری کا فائدہ اٹھائیں گی" وہ پھر سے وہی دادی بن گئی تھیں۔ **(چھپی رستم نہ ہو تو۔۔۔)**

-----------+----------+-------

"اسلام و علیکم۔۔"ارحم نے گھر میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"وعلیکم السلام۔۔۔آج دیر ہو گئی تمہیں؟"سہیل صاحب نے موبائل پر سے نظریں ہٹاتے ہوئے پوچھا وہ باقی

دنوں کی نسبت آج ذرا دیر سے گھر آیا تھا

"ہاں کچھ کام تھا۔۔"وہ انکے سامنے رکھے تخت پر بیٹھ کر جوتے اُتارنے لگا۔

"کیسا کام؟"

"وہ جو قرض رکھتے تھے جان پے

وہ حساب آج چکا دیا"اس نے جواب میں شعر پڑھا تھا

"چلو اچھا کیا۔۔۔اب میرا اُدھار بھی چکا دو جو پچھلے ماہ لیا تھا"انہوں نے جواباً کہا

"یار ابّو حد ہے ویسے۔۔۔کبھی تو سیدھی زبان میں بات کر لیا کریں۔۔"

"تم نے سیدھی زبان میں جواب دیا مجھے؟"انہوں نے اسکے شعر پڑھنے پر کہا

"ارے آپ نے جو ذمے داری ڈالی تھی میرے کندھوں پر کہ مجھے گھر ڈھونڈ کر دو۔۔۔وہ ذمے داری آج پوری کر دی۔"

"تم نے گھر ڈھونڈ لیا؟" وہ حیران بھی ہوئے اور خوش بھی

"صرف ڈھونڈا ہی نہیں ہے بلکہ پسند بھی آگیا ہے بس اب آپ دیکھ لیں ایک بار، پھر فائنل بھی کر دیں گے"

"لیکن تمہیں اتنے جلدی گھر ملا کیسے اور کہاں؟"

"میں نے چند دن پہلے تیمور وغیرہ کے سامنے ذکر کیا تھا تو آج ہی فیضان نے بتایا مجھے کہ پچھلی سٹریٹ میں اُسکا کوئی دوست ہے وہ اپنا نیا گھر سیل کر رہا ہے۔ کیونکہ اسکی فیملی سعودیہ شفٹ ہو رہی ہے۔ لہٰذا میں آفس کے بعد وہیں گیا تھا فیضی بھی وہیں تھا، گھر بہت اچھا ہے خاص طور پر نانو کے گھر سے صرف واکنگ ڈسٹنس پر ہے۔ یہی بات مجھے سب سے اچھی لگی۔"

"یہ تو بہت اچھا ہو گیا۔ تو پھر کیا خیال ہے؟" انہوں نے مسکراتے ہوئے پوچھا

"کس بارے میں؟"

"میری شادی کے بارے میں"

"کوئی بات نہیں بڑھاپے میں اس قسم کے شوق ہو جاتے ہیں۔ زیادہ توجہ نہ دیں" اس نے سکون سے جواب دیا تھا

"میں تمہارا باپ ہوں۔۔۔" انہوں نے برامانتے ہوئے کہا

"میں بھی اسی بات کا ثبوت دے رہا ہوں" اس نے مزے سے کہا تو کچھ دیر وہ برے برے منہ بناتے رہے پھر ہنس پڑے

"کل گھر دیکھنے جاؤنگا اور اگر گھر پسند آ گیا تو واپس آ کر قمر سے تمہارے اور جاناں کے رشتے کے لیے بات کرونگا" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا

"جیتے رہے"۔۔اس نے خوشی سے کہا تو دونوں ہنس دیئے۔ لیکن کیا کل کا دِن واقعی ویسا ہو گا جیسا وہ دونوں سوچ رہے تھے؟

-----------+------------+-----

شام کا وقت تھا شہوار ہاتھوں میں کتابیں پکڑے لان سے گزر رہی تھی۔ اُسے شاید کہیں باہر جانا تھا جبھی اسکے قدم مین گیٹ کی جانب بڑھ رہے تھے۔ لان کی دوسری جانب رکھی کرسیوں پر فیضان، ارحم اور تیمور بیٹھے تھے۔ تینوں ہی اپنے اپنے آفس سے واپس آکر شام کی چائے پی رہے تھے۔ شہوار انکے پاس سے گزرتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ سب سے پہلے تیمور نے یہ بات نوٹس کی تھی۔

"ارے شہوار۔۔۔ تُم کہیں جارہی ہو؟" تیمور نے اچانک ہی اُسے آواز دے کر روکا تو باقی دونوں جو کوئی سنجیدہ نوعیت کی گفتگو کررہے تھے، دونوں نے ایک ساتھ اُسے دیکھا

"تم سے مطلب؟" شہوار نے الٹا سوال پوچھا۔ **(کافی سنجیدگی سے)**

"مغرب کا وقت ہو رہا ہے شہوار۔۔۔ اس وقت تم اکیلے کہاں جارہی ہو؟" تیمور کے جواب دینے سے پہلے فیضان نے پوچھا کہ آیا یہاں پھر سے جنگ نہ چھڑ جائے۔ ارحم اس ساری سچویشن میں سر جھکائے چائے پی رہا تھا۔ البتہ کان اسکے اُن دونوں کی طرف ہی لگے تھے

"مجھے اپنی ایک دوست کی طرف جانا ہے۔ اسکی چھوٹی بہن کو میرے پرانے نوٹس چاہیے تھے"

"تو اکیلے کیوں جا رہی ہو؟ میں چھوڑ دیتا ہوں" تیمور نے خوشدلی سے آفر کی۔۔(**سر پر فرائنگ پین کی ضرب شاید یاد نہیں رہی تھی جناب کو**)

"چھوڑ تو آپ مجھے بہت پہلے ہی چکے ہیں تیمور صاحب" بنا کسی لحاظ کے ٹرختہ ہوا جواب آیا تھا۔اس جواب پر تو تیمور کو چلو بھر پانی میں ڈوب کہ مرنا چاہیے تھا لیکن تھا وہ بھی ڈھیٹ۔۔۔آگے سے بولا۔۔

"اوہو۔۔۔آگے سے جواب دینا بری بات ہے۔" حالانکہ فیضان اُسے آنکھیں بھی دکھا رہا تھا کہ بھائی اس بار صرف سر نہیں پھٹیگا شاید موت ہی واقع ہو جائے لیکن وہ اُسے دیکھ ہی کہاں رہا تھا۔لہٰذا فیضان نے ایک بار پھر شہوار کو مخاطب کیا

"شہوار چلو میں چھوڑ دیتا ہوں تمہیں۔۔۔"اب کے تیمور نے اُسے دیکھا تھا، بلکہ گھورا تھا۔آنکھوں میں ایک تنبیہہ تھی کہ "خبردار! میری بیوی کو کہیں بھی ڈراپ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔اُسکا شوہر ابھی زندہ ہے"

"نہیں نہیں فیضان۔۔۔میں چلی جاونگی تُم پریشان نہ ہو"

"میں کہہ تو رہا ہوں کہ میں ڈراپ کر دیتا ہوں۔" تیمور نے ڈھٹائی کی انتہاؤں کو چھوتے ہوئے ایک بار پھر اُسے آفر کی تھے۔

"لگتا ہے سر کی چوٹ نے دماغ پر اثر کیا ہے تمہارے۔۔۔" شہوار نے طنز کیا تھا

"چچ۔۔ چچ۔۔۔ شوہروں کی نافرمان بیویوں کو نا جنت نصیب نہیں ہوتی ہے۔اور تمہارے کھاتے میں تو ویسے ہی کوئی نیکی نہیں ہے میری نافرمانی کر کے سیدھا جہنّم میں جاؤ گی" اس نے اپنے تیئں کافی پتے کی بات کی تھی۔

فیضان کا اپنا سر پیٹ لینے کو دل چاہ رہا تھا جبکہ ارحم اپنی مسکراہٹ دبانے کی کوششوں میں تھا

"اچھا ہے نا۔۔ جہنّم میں کوئی تو ہونا چاہیے تمہیں کمپنی دینے کے لیے" اب تو تیمور لاجواب ہو گیا تھا اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا سامنے سے آتے نومی پر فیضان کی نظر پڑ گئی۔

"ارے نومی۔۔۔ یہاں آؤ ذرا۔۔"اُسے مسئلے کا حل نظر آ گیا تھا

"جی فیضان بھائی۔۔۔"وہ بھاگا بھاگا آیا

https://zeelazafar.com/

"شہوار کو اپنی دوست کے گھر جانا ہے ذرا چھوڑ آؤ اسے "اس نے معاملہ رفع دفع کرنے کے غرض سے کہا اور اس پر واقع سب ہی راضی ہو گئے تھے۔ شہوار اپنے شوہر کم دشمن زیادہ کو نظروں ہی نظروں میں کچا چباتے ہوئے نومی کے ساتھ چلی گئی تھی۔اسکے جاتے ہی فیضان نے تیمور کے کندھے پر زوردار قسم کی دھپ رسید کی تھی

"کیا ہے بھائی۔۔۔۔مرنے کا بہت شوق ہو رہا ہے تمہیں؟"

"میں نے کیا کیا؟"اس نے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے تو بس زوجہ محترمہ سے بات کرنے کی کوشش کی تھی مگر انکے مزاج ہی نہیں ملتے "اس نے معصومیت سے کہا تو ارحم ہنس پڑا تھا

"میں کہہ رہا ہوں تیمور، باز آجاؤ اپنی حرکتوں سے۔۔۔۔ورنہ اس مرتبہ سر نہیں پھاڑے گی بلکہ سیدھا قبر میں اُتارے گئی تمہیں "فیضان نے اُسے وارن کرنے والے انداز میں کہہ تھا لیکن وہاں اثر ہی کب ہونا تھا۔

---------+-------------+-----

شہوار سے بے عزتی کروانے کے بعد جناب تیمور صاحب چھت پر ٹھنڈی ہوا کھانے کی غرض سے پہنچے تو وہاں انکے اکلوتے بھائی محترم تبریز، پہلے سے ہی ڈیرہ جمائے بیٹھے تھے۔

"تم اکیلے کیا کر رہے ہو یہاں پر؟" تیمور نے اسکے برابر والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا

"کیوں میں اکیلا نہیں رہ سکتا؟"

"رہ تو سکتے ہو لیکن تم سفیان کے بنا کم ہی نظر آتے ہو" یہ سچ تھا تبریز اور سفیان تو ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم تھے۔ گزارا ہی نہیں ہوتا تھا دونوں کا ایک دوسرے کے بنا

"جناب ناراض ہیں مجھ سے۔۔۔" نہایت ہی سڑا ہوا منہ بنا کر جواب دیا گیا تھا۔

"خیر ہے وہ کون سا زیادہ دیر ناراض رہتا ہے تُم سے" اس نے تبریز کو تسلی دیتے ہوئے

"اسکی تو خیر ہے۔۔۔ لیکن اُسکا کیا کروں جو ناراض بھی نہیں ہے لیکن بات بھی نہیں کرتی" اس نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا۔ وہ تیمور کو نہیں دیکھ رہا تھا۔ تیمور نے اسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو چھت کے گیٹ سے رمشا چائے کی ٹرے ہاتھوں میں تھامے داخل ہوتی دکھائی دی۔ وہ مسکرایا

"یہ لیں تیمور بھائی آپکی چائے "اس نے تیمور کو چائے کا کپ پکڑاتے ہوئے کہا

"ہم بھی ہیں یہاں پر "تبریز نے اپنی موجودگی کا احساس دلایا تھا

"جی؟۔۔۔"اُسے سمجھ نہیں آیا

"مجھے چائے نہیں ملے گی؟"اس نے ٹرے میں دوسرا کپ دیکھتے ہوئے پوچھا جواب بھی رمشا کے ہاتھ میں تھا

"لیکن یہ تو شہوار کے لیے بنائی ہے"

"ارے بھابھی جی۔۔۔ آپکی بہن اپنی دوست کے گھر گئی ہیں لہٰذا آپ یہ چائے میرے بھائی کو ہی دے دیں"

تیمور نے کہا تو اس نے سر جھکاتے ہوئے چائے تبریز کو دے دی۔لفظ "بھابھی" پر اُسے ویسے ہی عجیب لگ رہا تھا۔

وہ وہاں سے بھاگنا چاہتی تھی لیکن تیمور سے ایک ضروری بات بھی کرنی تھی۔لہٰذا بولی

"تیمور بھائی آپ شہوار کی باتوں کا برا نہیں مانا کریں وہ بس غصّے میں ہے اسی لیے آپ سے بدتمیزی کر جاتی ہے

ورنہ دل کی بری نہیں ہے"بہن کے لیے فکر مند ہوتی رمشا اس وقت تبریز کو بہت پیاری لگی تھی۔

"تم سے کس نے کہا کہ میں اسکی باتوں کا برا مناتا ہوں؟ مجھے پتہ ہے کہ وہ غصّے میں ہے۔ تم سارے گھر کی فکر کرنے کے بجائے اسکی فکر کرو نا جسکی کرنی چاہیے "اس نے اُسے چھیڑتے ہوئے کہا تو وہ بیچاری پریشان ہو گئی۔

"میں نے کس کی فکر نہیں کی ہے تیمور بھائی؟"

"میری۔۔۔"تبریز صاحب بول پڑے

"آپکی؟"

"ہاں بلکل۔۔۔ سارے گھر والوں کو چائے دینے کا خیال ہے لیکن مجھے جھوٹے منہ پانی بھی نہیں پوچھتی یہ لڑکی۔۔۔"اس نے مصنوعی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے تیمور سے کہا، وہ چائے کا کپ لبوں سے لگائے مسکرا رہا تھا۔

وہ دونوں اسکے لیے بچے تھے، مگر دونوں ہی اُسے بہت عزیز تھے

"آپ کو چائے بنوانی تھی تو بول دیتے نا۔۔۔"وہ تو رونے والی ہو گئی تھی یہ سوچ کر کہ اسکی کوئی بات تبریز کو بری لگی ہے۔

"بس کرو۔۔۔ مزید تنگ نہیں کرنا میری بہن کو" تیمور نے اسکے سر پر چپت لگاتے ہوئے کہا

"واہ واہ۔۔۔ یہ بھابھی سے بہن کب ہوئی؟"

"بہن وہ پہلے ہے بھابھی بعد میں "اس نے آنکھیں دکھائی تھیں۔

"اچھا اب تُم یہ رونے والی شکل بنانے کے بجائے مسکرادو پلیز۔۔۔"اس نے پھر سے پریشان کھڑی رمشا کو مخاطب کیا

میں۔۔"

"ہاں تم۔۔۔تاکہ میرا بھی باقی کا دن اچھا گزار جائے"اسکی بات پر وہ بیساختہ مسکرائی تھی۔

"کیوٹ۔۔۔"تبریز نے بھی بیساختہ کہا تھا

"اگر آپکو دو چار ڈائیلاگ اور کہنے ہو تو میں یہاں سے چلا جاؤں؟" تیمور نے اپنی موجودگی کا احساس دلایا تھا(**انداز اُسکا بھی کافی بیساختہ ہی تھا)**

رمشا فوراً وہاں سے بھاگی تھی اور اسکے جاتے ہی تبریز صاحب کرسی پر گردن پیچھے گرا گئے تھے۔

"کیا ہوگا میرا۔۔۔"اس نے آہ بھرتے ہوئے کہا

https://zeelazafar.com/

"وہی ہو گا جو منظور خدا ہو گا" تیمور نے مزے سے جواب دیا اور پھر اسکے کندھے پر تھپڑ لگاتے ہوئے بولا

"انسان بن جاؤ اگر ہر وقت یہی حرکتیں رہی نا تمہاری تو وہ سامنے آنا بھی چھوڑ دے گی" **(دیکھیں زرا۔۔۔ کہہ کون رہا ہے)**

"انسان تو نہیں بن سکتا کیونکہ آخر میں، میں تمہارا ہی بھائی ہوں"

"وہ بھی اسی کی بہن ہے سر پھاڑنے میں دیر نہیں لگائے گی۔"اس بات پر دونوں ہنس پڑے تھے۔

---------+-----------+-------

رات کے دو بجے اُسکا کام ختم ہوا تو وہ لیپ ٹاپ بند کر کے سونے لیٹا، سونے سے پہلے ایک مرتبہ موبائل چیک کرنا بھی ضروری تھا۔ موبائل اٹھایا تو چودا طبق روشن ہو گئے۔ کوئی دو ڈھائی سو میسیج آئے ہوئے تھے۔ سہیل صاحب کی نیند کے خیال سے اس نے موبائل سائلینٹ پر رکھا ہوا تھا۔ اسی لیے اُسے خبر ہی نہ ہوئی اور اتنے میسیج آ گئے۔ اس نے حیران ہوتے ہوئے واٹس ایپ کھولا تو وہاں اُسے تازہ تازہ کسی گروپ میں شامل کیا گیا تھا۔ گروپ کا نام تھا "لوفرز"۔۔۔ وہ سمجھ گیا کے یہ کن لوگوں کا گروپ ہو گا۔ اسکے علاوہ گروپ کے اور پانچ ممبر تھے۔ تبریز،

تیمور، فیضان، سفیان اور نومی۔ سب کے سب اس وقت ایکٹو تھے۔اس نے چیٹ کھولی اور میسج پڑھنا شروع کیے۔ تبریز نے کوئی "meme" شیئر کی تھی جس پر تبصرے کے غرض سے ہی اُن لوگوں نے ڈھائی سو میسج کر دیے تھے۔ وہ مسکراتے ہوئے انکی بکواس پڑھ رہا تھا۔انکی گفتگو سے ظاہر ہوتا تھا کہ گروپ کافی پرانا ہے ارحم کو اس میں ابھی شامل کیا گیا ہے۔اسی لمحے فیضان نے گروپ میں ایک تصویر شیئر کی، تصویر میں ایک ببر شیر بیزار سا بیٹھا تھا، برابر میں ایک شیرنی کھڑی دھاڑ رہی تھی۔اوپر کیپشن لکھا تھا

WIFE WILL BE WIFE NO MATTER WHO THE HELL"

"YOU ARE

(بیوی، بیوی ہوتی ہے۔چاہئے آپ کوئی بھی ہوں)

نیچے اس بد تمیز نے تیمور کو ٹیگ کیا تھا۔اور کسی کو سمجھ آئے نہ آئے لیکن ارحم کو اچھے سے سمجھ آگئی تھی وہ آج شام ہونے والے تیمور اور شہوار کے ٹاکرے پر اُسے چھیڑ رہا تھا۔ارحم نے کوئی پندرہ بیس لافنگ ایموجی بنا کر بھیج دیئے تھے۔جواباً تیمور کا غصّے سے بھرا ایمجو جی آیا تھا۔

"اسکا کیا مطلب ہے ؟" تبریز کا میسیج

"اپنے بھائی سے پوچھو۔۔۔" فیضان کا جواب

"ہاں بھائی آپ بتانا پسند کرینگے ؟" تبریز کا سوال، آگے تیمور کو ٹیگ کیا گیا تھا

"میں بتادوں تیمور ؟" ارحم نے ٹائپ کر کے بھیجا ساتھ میں منہ چڑاتا ہوا ایموجی تھا۔

"ابھی پٹوگے یا بعد میں ؟" یہ جواب تیمور کی جانب سے تھا

"ایسی کونسی بات ہے جو ارحم کو بھی پتہ ہے لیکن ہمیں نہیں ؟" سفیان نے کافی دیر بعد میسیج کیا تھا ساتھ میں ایک سوچتا ہوا ایموجی بھی تھا۔

"آپکے بھائی کی آج کلاس ہوئی ہے۔۔۔ بھابھی کے ہاتھوں" فیضان نے بلا آخر بتا ہی دیا۔ اسکے بعد لافنگ ایموجی آنے کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔

"وہ تو اکثر و بیشتر ہوتی ہے رہتی ہے۔ کوئی نئی بات نہیں ہے" نعمان کا میسیج

"شٹ اپ" تیمور کا ریپلائے جواب میں اس نے منہ چڑاتے ہوئے بہت سارے ایموجی بھیج دیئے۔

"یہ ارحم کیسے جاگ رہا ہے آج۔۔۔" اپنی طرف سے دھیان ہٹانے کے لیے تیمور نے لکھا

"خوشی میں جاگ رہا ہوں"

"کونسی خوشی بھائی؟" سفیان نے پوچھا

"کل بتاؤں گا"

"اوہو۔۔۔ایسی کونسی بات ہے شہزادے۔۔" تبریز نے پوچھا

"کہا نہ کل بتاؤں گا۔اب سو جاؤ جا کر" ارحم میسیج کر کہ آفلائن ہو گیا تھا۔ مگر وہ لوگ کہاں سونے والے تھے کوئی نہ کوئی میسیج کرتے ہی جا رہے تھے۔ لہٰذا اس نے بارہ گھنٹوں کے لیے گروپ mute کر دیا۔ ورنہ ان لوگوں نے تو ساری رات نہیں سونا تھا۔ کل کا دن اسکے لیے بہت اہم تھا لیکن یہ دن بہت سارے مسائل کھڑے کرنے والا بھی تھا۔

---------+-----------+-------

ناشتے کی ٹیبل پر آج بھی سبھی لوگ موجود تھے۔ مظہر صاحب تھوڑے بے چین سے لگ رہے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ انکی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے پھر بھی وہ سب کے درمیان بیٹھے تھے۔ ناشتے کے دوران کافی مرتبہ انکے بھائیوں نے اُنہیں کہا بھی کہ وہ اپنے کمرے میں ناشتہ کرلیں لیکن انہوں نے انکار کردیا۔

"اگر آپ لوگوں کو کوئی کام نہیں ہے تو میں ناشتے کے بعد آپ سب سے ضروری بات کرنا چاہتا ہوں" سہیل صاحب نے سبکو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں ضرور، ہم ناشتے کے بعد چائے پینے بیٹھے گے تب آپکو جو بھی بات کرنی ہے کہہ دیجئے گا" اظہر الدین نے خوش اخلاقی سے کہا۔ کچھ ہی دیر بعد جب سب بڑے ساتھ بیٹھے تھے تب سہیل صاحب نے ثمینہ صاحبہ کو مخاطب کیا

"خالہ جان آپ جانتی ہیں ارحم نے گھر ڈھونڈ لیا ہے۔ کل اسکی رنوویشن کا کام شروع ہو جائے گا۔ انشااللہ جیا اور شہوار کی شادی کے بعد ہم وہاں شفٹ ہو جائیں گے۔" وہ سانس لینے کو روکے۔۔

"جانے سے پہلے میں قمر سے اور آپ سے اپنی صاحبہ کی امانت۔۔۔۔"

"آہ۔۔۔"مظہر چاچو دل پر ہاتھ رکھ کر کراہائے تھے۔سب ایکدم ہی انکی جانب متوجہ ہوئے۔

"کیاہوامظہر" قمر چاچو نے جلدی سے اُنہیں تھاما تھالیکن وہ دل پر ہاتھ رکھتے زمین پر بیٹھتے گئے تھے۔آخری لفظ جوانکی زبان سے اداہواتھاوہ تھا۔"امّاں جان"

"مظہر۔۔۔میرے بچے کیا ہو گیا۔۔۔"ثمینہ صاحبہ اُنکا سر گود میں رکھے رو رہی تھیں۔ہر طرف شور شرابہ شروع ہو چکا تھا۔سب کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔تیمور ایمبولینس کو کال کر رہا تھا۔زُلیخا چاچی کی حالت الگ خراب ہو رہی تھی۔کسی کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا ہوا ہے۔کچھ ہی دیر میں اُنہیں ہسپتال لیجایا گیا تو ڈاکٹر نے ہارٹ اٹیک تشخیص کرتے ہوئی آئی سی یو میں داخل کر دیا تھا۔انکی حالت خراب تھی۔دل کی دھڑکن کی رفتار معمول سے زیادہ سست تھی۔

گھر کے آدھے مرد ہسپتال میں تھے،عورتوں میں صرف زُلیخا چاچی اور ثمینہ صاحبہ موجود تھیں۔

کافی دیر گزار جانے کے بعد بھی جب اُنہیں ہوش نہ آیا تو اظہر تایا،زُلیخا چاچی کے پاس آئے اور بولے۔

"زُلیخا بھابھی۔۔۔آپ اور امّاں گھر چلی جائے۔کل صبح آجائے گا۔"

"نہیں۔۔۔میں کہیں نہیں جاونگی۔پلیز مجھے یہیں رہنے دیں"

"بھابھی ڈاکٹر نے زیادہ لوگوں کو رکنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ جیسے ہی مظہر بھائی کو ہوش آئے گا ہم آپکو یہاں بلوالیں گے "اطہر چاچو نے کہا

"پھر آپ مجھ سے وعدہ کریں کہ جیسے ہی مظہر کو ہوش آئیگا، چاہئے آدھی رات ہی کیوں نہ ہو آپ مجھے یہاں بلوائے گے۔"انہوں نے روتے ہوئے کہا

"ٹھیک ہے بھابھی ایسا ہی ہوگا، نومی۔۔ جاؤ اپنی امی اور دادی کو گھر لے جاؤ اور خود بھی آرام کرو۔ ہم یہاں ہیں" اظہر صاحب نے کہا تھا

----+----------+------------+

وہ جلے پیر کی بلی کی مانند یہاں وہاں پھر رہی تھی۔رمشا ساکت بیٹھی تھی۔لاؤنچ میں تیمور اور ارحم کے علاوہ سب ہی موجود تھے۔

"شہوار بیٹھ جاؤ پلیز۔۔۔"مرجان نے اُسے پریشانی سے یہاں وہاں ٹہلتے دیکھ کر کہا

"کیسے بیٹھ جاؤ جاناں۔۔۔ بابا کی کوئی خبر نہیں ہے"

"انشاءاللہ کوئی اچھی خبر ہی آئے گی۔" فیضان نے اُسے تسلّی دی تھی۔

"فیضی پلیز فون کر کے پتہ کرو نا" جیا نے اسکی حالت کی پیش نظر فیضان سے کہا تو اس نے سر ہلاتے ہوئے موبائل نکالا، عین اسی لمحے نومی اور زُلیخا چاچی لاؤنج میں داخل ہوئے تھے۔ دادی یقیناً اپنے فلور پر ہی چلی گئی تھی تبھی انکے ساتھ نہیں دکھائی دے رہی تھیں۔ شہوار بھاگتے ہوئے انکے پاس گئی۔

"امی۔۔۔ ابّو کیسے ہیں؟ پلیز مجھے بتائیں وہ ٹھیک تو ہے نا" اس نے بے تابی سے زُلیخا چاچی سے پوچھا اور غلط کیا۔۔۔ وہ نعمان سے بھی پوچھ سکتی تھی۔ انہوں نے غضب ناک نظروں سے اُسے دیکھا

"یہ تم پوچھ رہی ہو؟" انکے لہجے نے وہاں کھڑے ہر شخص کو ساکت کر دیا تھا

"تم پوچھ رہی ہو۔۔۔ تم۔۔۔ جس کے لیے اپنا باپ کوئی اہمیت ہی نہیں رکھتا، جو اپنی خوشی، غمی، کامیابیوں و پریشانیوں تک میں بھی اپنے باپ کو شریک کرنا گناہ سمجھتی ہے۔ تُم۔۔۔ جس نے کتنے ہی عرصے سے اپنے باپ کو

مخاطب بھی نہیں کیا ہے۔۔۔ تُم پوچھ رہی ہو انکی حالت۔۔۔ کس منہ سے پوچھ رہی ہو؟ تُم ہی تو ہو انکی اس حالت کی ذمے دار۔۔۔۔"

"میں؟" اس نے بے یقینی سے پوچھا۔

"ہاں تم۔۔۔ پہلے تمہارا نکاح ٹوٹا اور جو دوسرا ہوا اس سے تو تم ہی ناخوش ہو۔ ساری ساری رات مظہر تمہارے رویے کے بارے میں سوچ سوچ کر کڑھتے رہتے ہیں۔ کیا نہیں کیا انہوں نے تمہارے لیے،۔۔۔ سب کچھ۔۔۔۔اور تم کیا کرتی ہو؟ اُن سے زیادہ اہمیت ان لوگوں کو دیتی ہو" انگلی سے تمام گھر والوں کی جانب اشارہ کیا تھا۔ شہوار ساکت کھڑی تھی۔ جبکہ زُلیخا شاید اپنے ہوش میں نہیں لگتی تھیں۔

"تم ہی ہو انکی اس حالت کی ذمے دار، کبھی باپ سے جھوٹے منہ پانی تک نہیں پوچھا ہو گا تُم نے۔۔۔ انتہائی خود غرض اور خود پرست ہو تم۔۔۔"

"بس زُلیخا تائی بس۔۔۔۔ آپ نے بہت بول لیا ہے۔ آپ کس حق سے اُسے خود غرض کہہ سکتی ہیں جبکہ آپ خود مظہر تایا کو اس گھر سے الگ کرنا چاہتی تھیں۔ ہم سب سے جدا کرنا چاہتی تھی آپ اُنہیں۔۔۔ اتنی جلدی بھول

گئیں کیا؟"اور کسی سے برداشت ہو یا نہ ہو لیکن صبا سے انکی باتیں اب مزید برداشت نہ ہونی تھی لہٰذا وہ بھی چیخ اٹھی تھی۔

"صبا خاموش رہو۔۔۔" ثمرہ چاچی نے اُسے آنکھیں دیکھانا چاہی تھیں

"کیوں امی۔۔۔ ہمیشہ ہم ہی کیوں خاموش رہے؟ کوئی انکو کچھ کیوں نہیں کہتا، انکا جو دل چاہتا ہے وہ کرتی ہیں۔ آپ ہی تو ہیں جو ہمیشہ شہوار کی شکایاتیں لگا کر مظہر تایا کو اسکے خلاف کرتی رہی ہیں۔" صبا دوبدو کھڑی ہوگئی تھی۔

"واہ ثمرہ وہ۔۔۔۔ یہ تربیت کی ہے اپنی بچی کی۔۔۔۔" انہوں نے حقارت سے ثمرہ چاچی کو مخاطب کیا تھا۔

"میری ماں کی تربیت ہی ہے کہ میں اتنے پر ہی لحاظ کر رہی ہوں ورنہ آپکو آپ ہی کے کارنامے یاد دلانے بیٹھ گئی نا تو مظہر تایا کی اس حالت کا ذمے دار آپکو اپنا آپ ہی لگے گا" آج صبا بھی چپ نہیں ہونی تھی۔

"بس صبا۔۔۔ خاموش ہو جاؤ" سفیان نے اُسے آکر پیچھے کیا

"کیوں خاموش ہو جاؤں۔۔۔ کوئی دیکھتا کیوں نہیں ہے وہ ہمیشہ رمشا اور خصوصاً شہوار کے ساتھ سوتیلوں والا سلوک کرتی ہیں"

"سوتیلوں جیسا سلوک تو میرے اور میرے بچو کے ساتھ ہوتا ہے۔ دوسرے درجے کے شہریوں جیسا سلوک کرتے ہیں سب ہمارے ساتھ۔۔۔ صرف اور صرف ان دونوں کی وجہ سے۔۔اگر یہ دونوں نہیں ہوتیں تو شاید مجھے اور میرے بچوں کو بھی کچھ اہمیت مل جاتی اس گھر میں۔۔۔" وہ روتے ہوئے بولیں تھیں۔صبا نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا تھا لیکن اس سے پہلے ہی فیضان بول پڑا

"بس کر دیں آپ دونوں۔۔۔ خدا کے لیے بس کر دیں۔۔۔ وہاں مظہر تایا زندگی اور موت سے لڑ رہے ہیں اور یہاں آپ دونوں اپنے اپنے جھگڑے نکال کر بیٹھ گئی ہیں۔ اُنہیں آپکی دعاؤں کی ضرورت ہے، پلیز وہ کر لیجئے۔۔۔"

"امی پلیز چلے یہاں سے۔۔۔ چلیں خدا کے لیے" نعمان اُنہیں تقریباً کھینچتے ہوئے اپنے ساتھ وہاں سے لے کر گیا تھا۔

"صبا تُم کبھی خاموش نہیں رہ سکتی؟" ثمرہ چاچی نے سختی سے پوچھا تھا

"امی کب تک چپ رہیں گے ہم؟اور کیوں؟"

"بڑوں سے آگے سے بحث نہیں کرتے۔۔۔"

"پر امی۔۔۔"

"بس صبا۔۔۔ جاؤ یہاں سے اب تم" وہ پاؤں پٹختی وہاں سے چلی گئ تھی۔ شہوار اُسی طرح ساکت انداز میں چلتی اپنے کمرے میں گئ تھی۔ اور کمرے میں جاتے ہی اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا۔ اور سب جانتے تھے کہ دروازہ اب دو سے تین دن تک نہیں کھلے گا۔

---------+-----------+-------

اُسے پورے گھر میں ڈھونڈھتا ہوا وہ بلا آخر لان میں پہنچا۔ وہ سامنے ہی گھاس پر بیٹھی، انگلی اور انگوٹھے کی مدد سے گھاس اُکھاڑ رہی تھی۔ جانتا تھا کہ وہ رونے دھونے والی لڑکیوں میں سے تو ہے نہیں لہٰذا یہاں بیٹھ کر بس کڑھ ہی رہی ہو گی اور اپنا خون جلا رہی ہو گی۔ وہ اسکے پاس ہی چلا آیا۔

"کیا ہوا اب؟" اس نے پوچھا

"دیکھا نہیں کیا ہوا؟" آگے سے ٹرختا ہوا جواب آیا تھا۔

"تواب منہ بنا کر بیٹھنے سے کیا ہو گا؟"

"سفیان میرا موڈ پہلے ہی خراب ہے میں اس وقت تمہارے متھے نہیں لگنا چاہتی۔ بہتر ہے چلے جاؤ یہاں سے "

کوئی اور وقت ہوتا تو یقیناً سفیان اُسے وہیں چھوڑ کر چلا بھی جاتا لیکن اس وقت نہ ہی اُسے غصّہ آیا تھا اور نہ ہی وہ وہاں سے گیا تھا۔ بلکہ گھاس پر اسکے سامنے ہی براجمان ہو گیا تھا۔

"تم نے بھی تو اُنہیں ٹھیک ٹھاک سنادی نا۔۔۔دل کی بھڑاس نہیں نکلی اب تک؟"

"نہیں۔۔۔"اس نے منہ بسورتے ہوئے کہا "بلکہ مجھے شدید غصّہ آرہا ہے۔ وہ کیوں ہیں ایسی؟ کیوں کرتی ہیں ایسے؟"وہ کوفت زدہ سی لگ رہی تھی۔

"یہی تو میں تُم سے پوچھنے آیا ہوں۔ کہ کبھی سوچا ہے کہ وہ کیوں ہیں ایسی؟ کیوں کرتی ہیں وہ یہ سب؟"اس نے سوال کیا

"کیونکہ انکی فطرت ہی ایسی ہے "وہ کچھ سننے کے موڈ میں نہیں لگتی تھی۔ صوفیان نے گہرا سانس لیا

"نہیں صبا۔۔۔ کوئی انسان بری فطرت لے کر پیدا نہیں ہوتا اسکے circumstances (حالات و واقعات)

اُسے ایسا بنا دیتے ہیں۔"

"کیا مطلب تمہارا؟" اب کے وہ تھوڑا حیران ہوئی تھی۔

"وہ ہمیشہ سے ایسی نہیں تھیں صبا"

"خیر میں تو اُنہیں ہمیشہ سے ایسا ہی دیکھ رہی ہوں"

"نہیں صبا۔۔۔ جب وہ اس گھر میں آئی تھیں، تب وہ بھی باقی سب کی طرح بہت اچھی تھیں۔"

"تو پھر کیا ہوا اُنہیں؟" اب وہ بھی حیران ہوئی۔

"پتہ نہیں۔۔۔ لیکن جہاں تک مجھے لگتا ہے، شاید۔۔۔ اُنہیں کوئی انسکیورٹی ہے۔ جیسے اس گھر میں انکو یا نومی اور

فاروق کو وہ مقام نہیں ملتا جو باقی سب کا ہے۔ سنا نہیں آج وہ کیا کہہ رہیں تھی؟ انکے اور انکے بچوں کے ساتھ

تیسرے درجے کا سلوک کیا جاتا ہے۔"

"لیکن سفیان ہم نے تو کبھی ایسا نہیں کیا۔فاروق کو وہ خود ہم میں سے کسی کے پاس آنے نہیں دیتیں۔ نعمان کو وہ روک نہیں پاتی تو دیکھو وہ ہم سب کو اپنا ہی سمجھتا ہے۔ہم میں سے تو کوئی بھی انکے یا انکے بچوں کے ساتھ برا رو ایہ نہیں رکھتا پھر کیا انسکیورٹیز ہیں انکو؟"

"میں نے کب کہا کہ ہم نے انکے ساتھ دہرا رویّہ رکھا ہے؟"اسکی بات پر صبا ایک لمحے کو ساکت ہوئی

"تو پھر کس نے؟۔۔۔"

"شاید۔۔۔مظہر چاچو نے"اس پہلو پر تو کسی نے کبھی غور ہی نہیں کیا تھا۔

-----------+------------+-----

"شہوار پلیز دروازہ کھولو، پلیز۔۔۔"رمشاء دروازے پر پچھلے آدھا گھنٹے سے کھڑی اُسے آوازیں دے رہی تھی۔

مگر جواب ندارد تھا

"شہوار تُم نے ناشتے کے بعد سے کچھ نہیں کھایا ہے، پلیز ایسا مت کرو۔۔۔دیکھو تم باہر نہیں آؤ گی تو میں بھی بھوکی پیاسی بیٹھی رہونگی"وہ تقریباً رو ہی رہی تھی۔

"رمشا۔۔۔" تبریز نے اُسے پیچھے سے پُکارا تو اس نے روئی روئی آنکھوں سے مڑ کر اُسے دیکھا

"کیوں خود کو ہلکان کر رہی ہو۔ پتہ بھی ہے تمہیں کہ جب وہ کمرہ بند کر لیتی ہے تو اسکے بعد تب تک باہر نہیں آتی جب تک اسکی مرضی نہیں ہوتی۔ تم چلو اور آ کر کھانا کھا لو"

"نہیں تبریز۔۔۔ اُسے امی نے بہت برا بھلا کہا ہے وہ ہرٹ ہوئی ہو گی۔ میں کیسے کھانا کھا سکتی ہوں؟" ایک تو اسکی خود سے بے نیاز رہنے اور اور ہر ایک کی فکر میں گھلنے والی عادت کبھی اُسے سکون سے رہنے نہیں دیتی تھی۔

"رمشا پلیز۔۔۔ مجھے پتہ ہے وہ دکھی ہے لیکن اس وقت اُسے اکیلا ہی رہنے دو تو بہتر ہے۔۔۔" تبریز نے اُسے سمجھانا چاہا لیکن وہ کسی طور وہاں سے جانے کو راضی نہیں تھی۔

"کیا ہوا ہے؟" تیمور اسی وقت ہسپتال سے واپس آیا تھا اور اُن دونوں کو شہوار کے کمرے کے باہر کھڑا دیکھ کر حیران ہوتا انکے پاس ہی چلا آیا تھا

"تیمور بھائی دیکھے نا شہوار نے خود کو کمرے میں بند کر لیا ہے" اس نے روتے ہوئے بتایا

"پر کیوں؟" وہ حیران ہوا۔ تبریز نے جواب میں سارا قصہ اسکے گوش گزار کر دیا تھا۔

"یہ تو بہت برا ہوا" اس نے افسوس سے کہا "لیکن رمشا پلیز تُم کچھ کھالو، تبریز صحیح کہہ رہا ہے وہ اب اپنی مرضی سے ہی باہر آئے گی" تیمور نے اُسے سمجھایا

"لیکن۔۔۔"

"لیکن ویکن کچھ نہیں، میں یہیں بیٹھا ہوں وہ جیسے ہی باہر آتی ہے میں دیکھ لونگا اُسے۔ تُم جاؤ اور جا کر چاچو کے لیے دعا کرو۔ جاؤ شاباش۔۔۔" اس نے اُسے جانے کو کہا پر وہ سوں سوں کرتے ہوئے نفی میں سر ہلا رہی تھی۔

"تبریز لے کر جاؤ اسے" اس نے تبریز سے کہا تو وہ زبردستی اُسے وہاں سے لے کر چلا گیا۔ تیمور وہیں سامنے رکھے کاؤچ پر بیٹھ گیا تھا۔

-----+-------------+------------

"میری کسی کو کوئی پرواہ ہی نہیں ہے۔ کوئی نہیں ہے میرا۔۔۔ماں میری مر چکی ہے، ابّو ہسپتال میں ہیں اور بہن کو میری فکر ہی نہیں ہے۔ کمرہ بن کر کے بیٹھ گئی ہے" وہ اپنے کمرے میں بیڈ پر بیٹھی روتے ہوئے کہے جا رہی تھی۔

سامنے کھانا رکھا تھا جسے اس نے کھانے کی زحمت نہیں کی تھی۔ تبریز کمپیوٹر سسٹم کے ساتھ رکھی کرسی گھسیٹ کر بیٹھا ہوا تھا۔

"رمشا۔۔۔مجھے ہے تمہاری فکر" اس نے اُسے تسلی دینی چاہی، پر اس وقت وہ صرف رونے کے موڈ میں تھی۔

"آخر کب تک ایسے ہو گا؟ ہم کبھی ایک فیملی کی طرح خوش نہیں رہ سکتے؟ میں جب بھی تمہیں اور تیمور بھائی، جیا وجاناں کو اپنے ماں باپ کے ساتھ خوش دیکھتی ہوں تو مجھے رشک آتا ہے کہ تُم لوگ کتنے خوش نصیب ہو۔ اور ایک ہم لوگ ہیں" وہ سخت شاکی تھی اپنی قسمت سے۔۔

"ایسے نہیں کہتے رمشا، تُم تو ہمیشہ اتنی پوزیٹو رہتی ہو۔ تمہیں آج کیا ہو گیا ہے؟"

"میں تنگ آگئی ہوں"

"ہر برا وقت آنے والے اچھے وقت کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ جیسے ہر طویل اور مشکل راستہ ہمیں بلا آخر ہماری منزل پر پہنچاتا ہے۔ بلکل اسی طرح ہمارا برا وقت ہمیں ہمارے اچھے وقت کی جانب لے کر بڑھ رہا ہوتا ہے لیکن ہمیں سمجھ نہیں آتا۔" تبریز نے سمجھایا۔ وہ اب رو نہیں رہی تھی لیکن کھانا بھی نہیں کھا رہی تھی۔

"ہمارے پاس دوسروں کے مقابلے میں بہت کچھ ہوتا ہے، بہت سی ایسی چیزیں ہمارے پاس ہوتیں ہیں جس کے لیے دوسرے ترس رہے ہوتے ہیں، ہم اُنکا شکر تو کبھی ادا نہیں کرتے پر جو نہیں مل پاتا اسکے لیے فوراً سے شکوہ کرنے لگتے ہیں"

"نہیں تبریز میں شکوہ نہیں کر رہی تھیں" اس نے سر جھکاتے ہوئے آہستہ آواز میں کہا

"میرا یقین کرو، یہ جتنا بھی برا وقت ہے نا یہ گزار جائے گا۔ بس تُم ایسے ہمت نہ ہارو اور اللہ پر بھروسہ رکھو" اس نے جواب میں سر ہلا دیا

"چلو اب کھانا کھاؤ، شاباش۔۔۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا تو رمشا نے اچھے بچوں کی طرح اسکی بات مان لی۔

اسکی یہی بات اچھی تھی کہ وہ فوراً مان جایا کرتی تھی، شہوار کی طرح اُسے لمبی لمبی تاویلیں دے کر یا منّتیں کر کے منانا نہیں پڑتا تھا۔

----------+-----------+------

"ارحم۔۔۔" وہ سیڑھیاں چڑھ رہا تھا جب جاناں نے اُسے پیچھے سے آواز دی تو وہ رکا۔

"ہاں مرجان۔۔۔"

"چاچواب کیسے ہیں؟" وہ چہرے سے پریشان لگتی تھی۔

"ہارٹ بیٹ پہلے سے بہتر ہے لیکن ہوش ابھی تک نہیں آیا ہے۔ڈاکٹرز کافی حد تک پرامید ہیں کہ اُنہیں صبح تک ہوش آجائے گا۔انشاءاللہ"

"انشاءاللہ۔۔۔"اس نے بھی جواباً کہا

"گھر میں توسب بہت پریشان ہونگے نا"

"ہاں پریشان تو ہیں مگر گھر کا باقی ماحول زُلیخا چاچی اور صبا کی تکرار سے خراب ہو گیا ہے"اس نے افسردگی سے کہا تو وہ حیران ہوا

"کیا مطلب؟کچھ ہوا ہے کیا؟"جواب میں اس نے سارا قصہ گوش گزار کر دیا

"اوہو۔۔۔"اس نے افسوس سے کہا

"گھر کا ماحول ایک بار پھر ویسا ہی ہو گیا ہے جیسا آج سے چار سال پہلے تھا"

"چار سال پہلے ؟"اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھا

"ہاں چار سال پہلے شہوار اور تیمور کے نکاح کے بعد بھی گھر کا ماحول ایکدم وحشت زدہ سا ہو گیا تھا۔وہ تو ہم سب نے بڑی مشکل سے سب کچھ پہلے جیسا کیا تھا لیکن دیکھو آج پھر زُلیخا چاچی نے ہمیں وہیں لا کھڑا کیا ہے" وہ افسردہ سے کہہ رہی تھی

"ایک بات پوچھوں ؟"

"ضرور۔۔۔"

"یہ ممانی ایسی کیوں ہیں ؟ مطلب گھر میں باقی سب تو بہت اچھے ہیں"

"یہ سوال ہم سبکی زبانوں پر کئی سالوں سے ہے پر جواب کسی کے پاس نہیں ہے"

"تمہیں کیا لگتا ہے ؟"

"دیکھو ارحم۔۔۔میرا ماننا ہے کہ کوئی بھی انسان فطرتاً برا نہیں ہوتا، معاشرے کا اسکے ساتھ برا رویّہ، اسکے ساتھ کی گئی زیادتیاں یا اسکی اپنی محرومیاں اُسے ایسا بنا دیتی ہیں۔اور چاچی کے معاملے میں مجھے کافی حد تک یہ یقین ہے

کہ اُنہیں کچھ چھین جانے کہا خوف ہے اور اس خوف نے اُنہیں بلکل ہی منفی کردار بنادیا ہے "نہایت ہی سمجھداری سے بولتی وہ کہیں سے بھی تیمور اور تبریز کی بہن نہیں لگ رہی تھی **(یہ ارحم کی اپنی سوچ تھی)**

"اللہ اُنھیں ہدایت کا رستہ دکھائے "ارحم نے دل سے دعا دی تھی۔

"آمین۔۔۔"اس نے جواباً کہا پھر بولی "میں تمہارے لیے کھانا لگادوں؟"

"نہیں اسکی ضرورت نہیں ہے۔میرا دل نہیں کر رہا "اس نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ سر ہلاتی وہاں سے جانے کو مڑی

"سنو مرجان۔۔۔"اس نے اُسے پُکارا تو وہ رکی۔

"ہاں؟"

"پریشان نہ ہو۔۔۔انشاءاللہ سب کچھ بہتر ہو جائے گا "اس کا لہجہ تسلّی دیتا تھا۔مرجان کو اچھا لگا

"انشاءاللہ" وہ کہہ کر وہاں سے چلی گئی۔ لیکن ارحم سچ میں اُداس ہو گیا تھا۔اس گھر میں کبھی اتنا سنّاٹا نہیں ہوتا تھا جتنا آج ہو رہا تھا۔اور اسے یہاں آنے کے بعد سے اس خاموشی کی عادت نہیں رہی تھی۔گھر کے اس ماحول پر وہ اس وقت سب سے زیادہ اُداس تھا۔

-----------+-------+----------

صبح کہ چار بجے شہوار کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ وہ سامنے ہی کاوچ پر بیٹھا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ ساری رات نہیں سویا، شہوار کو دیکھ کر وہ اٹھا اور اسکے پاس چلا آیا پر کچھ بولا نہیں۔ وہ بس خالی خالی نظروں سے اُسے دیکھ رہی تھی۔ دماغ الگ ماؤف ہو رہا تھا۔ چشمے کے پیچھے متورم آنکھیں اس بات کا واضع ثبوت تھیں کہ وہ ساری رات روتی رہی تھی۔ وہ خاموش کھڑا تھا اور اسکی خاموشی دیکھ کر وہ خود ہی بولی

"مجھے بھوک لگی ہے" جواب میں وہ اب بھی کچھ نہیں بولا بلکہ الٹے پاؤں واپس چلا گیا، شہوار حیرت سے اُسے جاتا ہوا دیکھ رہی تھی۔ لیکن اس وقت اُسے غصّہ آنے کے بجائے رونا آرہا تھا۔ کچھ ہی دیر میں آنکھیں آنسوؤں سے

لبالب بھر گئی تھیں۔ آنسو چھلکنا ہی چاہتے تھے کہ وہ واپس آگیا۔ اسکے ہاتھ میں ایک تھیلا تھا جس میں دو ڈسپوزیبل باکس نظر آرہے تھے۔دوسرے ہاتھ میں بل کی پرچی تھی۔

"تم جاکر ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھو میں یہ پلیٹوں میں نکال کر لاتا ہوں" اُسے ہدایت دے کر وہ رکا نہیں بلکہ کچن چلا گیا۔اگر وہ کھانا لایا تھا تو اتنے جلدی کیسے لے آیا آس پاس کوئی ریسٹورانٹ نہیں تھا اور اگر اس نے یہ پہلے سے اپنے لیے آرڈر کیا تھا تو کھانا دو بندوں کا کیوں تھا؟ شہوار اُلجھتی ہوئی میز تک گئی اور کرسی گھسیٹی ہوئی بیٹھ گئی۔ سامنے کچن میں وہ پلیٹوں میں دونوں باکس باری باری خالی کرتا ہوا نظر آرہا تھا۔ باکس میں بریانی تھی۔ پھر دونوں پلیٹیں لے کر وہ ٹیبل پر آیا۔ وہ سوالیہ نظروں سے اُسے ہی دیکھ رہی تھی۔ وہ اسکی نظروں میں چھپا سوال سمجھ گیا تھا۔

"رمشا نے بتایا کہ تم نے رات کا کھانا نہیں کھایا تھا۔ مجھے معلوم ہے کہ تمہیں صبح چار بجے بھوک لگنے کی عادت ہے اور چونکہ گھر والوں سے ناراضگی ہے تو تم دیر رات سے چھپ کر کھانا کھانے نکلو گی اسی لیے میں نے یہ آدھا

گھنٹے پہلے ہی آرڈر کر دیا تھا"اس نے تفصیل سے بتایااور کرسی گھسیٹ کر بیٹھنے ہی لگا تھا کہ شہوار کی آواز نے اُسے

روکا

"مجھے ٹشو لادوگے ؟میرا چشمہ گندا ہو رہا ہے ہے صاف کیے بغیر کھانا نہیں کھا سکتی "اس نے عام سے لہجے میں کہا

"لاؤ دو میں صاف کر کے لادیتا ہوں "اس نے ہاتھ بڑھا کر چشمہ مانگا

"نہیں میں کرلونگی"

"اِدھر دو۔۔"اس نے خود ہی اسکی آنکھوں سے چشمہ اُتار لیا۔"بچپن سے میں ہی صاف کرتا آیا ہوں" وہ کہتے

ہوئے چلا گیا۔ شہوار کو آٹھ سال کی عمر میں چشمہ لگا تھا۔اور واقعی وہ ہی اکثر اسکے گلاسز صاف کر کے دیتا تھا۔

بچپن کتنا خوبصورت تھانا،اس نے سوچا

تھوڑی دیر میں وہ واپس آیا شہوار نے نظریں اٹھا کر اُسے دیکھا اور جسطرح وہ چشمہ لے کر گیا تھا اُسے طرح اُسے

واپس پہنا بھی دیا اور اپنی کرسی نکال کر بیٹھ گیا۔

"چلو کھانا شروع کرتے ہیں۔" شہوار نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اُسے نہ وہ اچھا لگ رہا تھا نہ ہی برا، اس وقت وہ اس سے گھر کے باقی لوگوں کی طرح مخاطب تھی،

"تمہیں پتہ ہے مجھے آدھی رات کو بھوک لگتی ہے؟" وہ چمچ سے نوالا منہ میں ڈالتے ہوئے بولی۔ لہجے میں کچھ عجیب سا تھا، نہ طنز نہ شکوہ اور نہ ہی کوئی خوشی، ایسا لگتا تھا جیسے کوئی اپنی بات سمجھانے سے قبل سامنے والے کے آگے ایک سوال رکھتا ہے۔ اور پھر اُسکا جواب سننے کے بعد اپنی بات مکمل کرتا ہے

"ہاں مجھے پتہ ہے"

"لیکن بابا کو تو نہیں معلوم۔۔۔"

"مطلب؟" اُسے سمجھ نہیں آئی تھی

"بابا کو یہ بھی نہیں یاد رہتا کہ میں ماسٹرز کر رہی ہوں یا بیچلرز۔۔۔ وہ کبھی یہ بھی نہیں پوچھتے کہ مجھے کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے۔" وہ پتہ نہیں کونسے قصے نکال کر بیٹھ گئی تھی۔ بار بار آنسو پینے کی کوشش کی جا رہی تھی

https://zeelazafar.com/

"حتٰی کہ تُم۔۔۔ جو کہ پچھلے چار سال سے مجھ سے ملے تک نہیں،۔۔۔ تُم۔۔۔ جو شاید مجھے پسند نہیں کرتے، تمہیں تک یہ بات معلوم ہے خ مجھے کیا پسند ہے اور کیا نہیں لیکن میرے باپ کو نہیں معلوم، پھر وہ کہتی ہیں کہ میری وجہ سے بابا کی یہ حالت ہے۔ لاپرواہ تو وہ ہے مجھ سے" وہ شکوہ کرنا چاہتی تھی۔ چاہے سامنے جو بھی ہو۔۔۔ یا پھر۔۔۔ سامنے کوئی بہت اچھا اور گہرا دوست ہو۔

"تمہیں پتہ ہے کہ اُنکا بلڈ پریشر پچھلے کئی دنوں سے کنٹرول سے باہر ہے؟ تمہیں پتہ ہے اُنہیں پچھلے کئی سال سے بنا دوائی لیے نیند نہیں آتی۔ اگر وہ گولیاں نہ کھائے تو وہ کئی کئی رات سو نہ سکے۔ تمہیں پتہ ہے جب زُلیخا چاچی اپنے میکے ہوتی ہیں تب وہ اکیلے ہی اپنا کھانا گرم کرتے ہیں خود ہی اپنا بی پی چیک کرتے ہیں۔ کیا تُم نے کبھی پوچھا؟" وہ لاجواب ہو گئی۔ اُسے تو واقعی یہ سب نہیں پتہ تھا۔

"حتٰی کہ میں۔۔۔ میں جو کہ پچھلے چار سال سے یہاں نہیں ہوں۔ مجھ تک کو یہ بات معلوم ہو گئی کے وہ بیمار ہیں لیکن انکی اپنی بیٹی۔۔۔ سب سے بڑی بیٹی کو یہ نہیں معلوم۔۔۔" وہ ساکت بیٹھی رہی پھر بولی۔۔

"تم کیا کہنا چاہتے ہو" لہجے میں غصّہ نہیں تھا۔ بس سوال تھا۔

"کہنا یہ چاہتا ہوں کہ ۔۔۔تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی، تمہارے اور چاچو کے معاملے میں غلطی دونوں جانب سے ہوئی ہے۔ قصوروار وہ ہیں تو تم بھی تو ہو، وہ تمہاری خبر نہیں رکھتے تو تم بھی اُن سے اتنی ہی لاتعلق ہو۔"اس نے سمجھایا تو وہ کچھ لمحے اُسے دیکھتی رہی، پھر نہایت ہی سرد لہجے میں بولی۔

"تمہارے اور میرے معاملے میں غلطی کس فریق کی تھی؟"اس بات کا اسکے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

"ہمیشہ تالی دونوں ہاتھوں سے نہیں بجتی تیمور"وہ کہہ کر اٹھی اور وہاں سے چلی گئی۔ پیچھے وہ خاموش ہی رہ گیا۔

بس اس جگہ آکر وہ لاجواب ہو جاتا تھا۔ پتہ نہیں یہ سب کب ختم ہونا تھا؟

~بہت نزدیک رہ کر بھی انائیں ایک جیسی ہیں

تکلف وہ نہیں کرتے مخاطب ہم نہیں کرتے

-----------+-----------+------

اس واقعے کو دو دن گزر گئے تھے۔ مظہر چچا کی طبیعت بہت حد تک سنبھل چکی تھی۔ ایک آدھ دن میں انکے ڈسچارج کر دیئے جانے کے امکانات تھے۔ دادی کو بھی زُلیخا والے قصّے کی خبر ہو چکی تھی۔ وہ مظہر کے ہوش میں

آنے کا انتظار کر رہی تھیں اسی لیے کچھ نہ بولی۔ لیکن اب جب کہ وہ صحت یاب ہو رہے تھے، تو وہ چاہتی تھیں کہ انکے واپس آنے سے پہلے یہ معاملہ نمٹادیں تاکہ زُلیخا انکے بیٹے کے سامنے کوئی تماشا نہ کریں۔ اسی لیے آج انہوں نے صبا، شہوار اور زُلیخا کو بلوایا تھا۔ تینوں ہی انکے سامنے بیٹھی تھیں۔ وہ پہلے صبا سے مخاطب ہوئیں

"جو بھی اس دن ہوا مجھے اسکی خبر مل چکی ہے۔ صبا مجھے ہر گز نہیں معلوم تھا کہ تم اتنی زبان دراز ہو چکی ہو۔" وہ ناراض تھیں

"دادی میں غصّے میں تھیں" اس نے وضاحت دینے کی کوشش کی

"بڑوں پر غصّہ ہونے کا حق کس نے دیا ہے تمہیں؟"

"دادی وہ غلط بات کر رہی تھیں۔"

"تو وہاں تُم سے بڑے لوگ موجود نہ تھے اُنہیں سمجھانے کے لیے؟" دادی کا لہجہ تیز ہوا۔

"پر دادی کیا میں نے غلط کہا" اس نے منمناتے ہوئے کہا

"بحث پر بحث۔۔۔ مجھے اس بات سے کوئی لینا دینا نہیں ہے کے تم صحیح تھی یا غلط۔۔ سوال یہ ہے کہ بات کرنے کا کونسا طریقہ تھا یہ؟ اپنی بات تمیز اور ادب کے دائرے میں رہ کر بھی سمجھائی جا سکتی تھی۔ میں نے گھر کے کسی بچے کو یہ حق نہیں دیا ہے کہ وہ بڑوں سے بد تمیزی سے پیش آئے۔ پھر چاہے غلطی کسی کی بھی ہو۔ یہ تربیت ہوئی ہے تمہاری؟"

"سوری دادی۔۔۔" وہ شرمندہ تھی۔

"اپنی چاچی سے کہو" انہوں نے حکماً کہا

"سوری چاچی۔۔۔ میں غصّے میں لحاظ اور ادب سب بھول گئی تھیں۔ معذرت چاہتی ہوں" زُلیخا چاچی نے جواب میں بس سر ہلایا تھا۔

"اب تم جواب دو زُلیخا۔۔۔" دادی نے اب کہ اُنہیں مخاطب کیا تو چونکی

"میں؟" انہوں نے حیرت سے پوچھا

"ہاں تُم؟ جو باتیں تم نے شہوار سے کی اُن سب کا کیا مقصد تھا؟" اُنکا لہجہ اب بھی سخت تھا۔

"میں نے کچھ غلط تو نہیں کہا امّاں"

"غلط یا صحیح کے بارے میں بعد میں بات کرینگے۔ ابھی بس اس بات کا جواب دو کہ جو باتیں تم نے شہوار سے کہیں، وہ کیوں کہی؟ کیا مطلب تھا اُن سب کا؟ کیا مظہر سے تم اکیلے محبت کرتی ہو؟" اُن سے کوئی جواب نہیں بن پڑا

"میں غصّے میں تھیں، پریشان تھیں اور۔۔۔۔" وہ بودی سے وضاحت دینے کی کوشش کر رہی تھیں کے دادی نے انکی بات کاٹی

"تو؟ تُم اکیلے پریشان تھی؟ کیا اُسکا باپ نہیں ہے مظہر؟" (انگلی سے شہوار کی جانب اشارہ کیا) "کیا میں اور اس گھر کے باقی لوگ پریشان نہیں تھے اسکے لیے، کیا ہمارا کوئی رشتہ نہیں تھا اس سے؟ کیا ہم سب بھی پریشانی میں تمہیں تمہاری کوتاہیاں گنوانے بیٹھ گئے تھے؟ ہاں؟۔۔۔" زُلیخا خاموش تھیں لیکن شرمندہ بلکل نہ تھیں۔

"اب اپنے الفاظ واپس لو اور تسلیم کرو کہ اس رات تمہاری غلطی تھی۔ شہوار نے اس رات تم سے کوئی بدتمیزی نہیں کی تھی" زُلیخا کو جیسے کرنٹ لگا تھا

"کیا مطلب آپکا امّاں؟ میں بڑی ہو کر اس سے معافی مانگوں؟ آپ مجھے اس سے معافی مانگنے کا کہہ رہی ہیں؟" وہ اپنے ازلی انداز میں چیخنا شروع ہو چکی تھیں۔

"زُلیخا میں نے تمہیں کسی سے معافی مانگنے نہیں کہا ہے۔ میں نے بس اتنا کہا ہے کہ اپنی غلطی تسلیم کرو اور آئندہ ایسا نہ ہو"

"امّاں جان آپ آج مجھے صرف ایک بات بتائیں، اگر آج میری جگہ شہوار کی سگی ماں نے اُسے ڈانٹا ہوتا تو کیا آپ اُسے بھی یہاں کھڑا کر کے اپنی غلطی تسلیم کرنے کہتی؟ کیا اس گھر کی کوئی بھی عورت اپنے بچے کو ڈانٹتی ہے یا اسکے کان کھینچتی ہے چاہے غلطی کسی کی بھی ہو، تو آپ تب بھی ایسے ہی عدالت لگا لیتی ہیں؟ یا صرف میرے ساتھ یہ دھرا سلوک اس لیے ہے کہ میں سوتیلی ہوں؟" وہ جذباتی ہو رہیں تھی۔

"تم بات کو غلط رخ دے رہی ہو زُلیخا۔۔ کوئی ماں اپنے بچے سے ایسے الفاظ نہیں کہتی۔۔ نہ ہی اپنے شوہر کی بیماری کا ذمے دار ٹھہرا دیتی ہے"

"میں نے اسے ذمے دار نہیں ٹھہرایا امّاں، میں نے بس اسے اسکی کوتاہیاں بتائی تھیں۔ اور اگر آپ اسے غلط سمجھتی ہیں تو میں کچھ نہیں کر سکتی کیوں کہ میرے نزدیک یہ غلطی نہیں ہے اور نہ ہی میں یہ تسلیم کرونگی۔ یہ آپ لوگ ہی ہیں جنہوں نے شہوار اور رمشا کو ہمیشہ یہ باور کروایا ہے کہ میں انکی سوتیلی ماں ہوں" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں انکی تیز آواز سے گھر کی باقی خواتین بھی وہاں جمع ہو گئی تھیں۔

"یہ کیا کہہ رہی ہو زُلیخا؟ میں ایسا کیوں کرونگی؟" دادی صدمے سے بولی تھیں

"آپ نے کیا ہے، ہمیشہ کیا ہے۔ میں نے جب بھی شہوار یا رمشا کو کی بات پر ڈانٹا ہے یا روکا ٹوکا، تو آپ نے اسی لمحے مجھ سے باز پرس کی ہے صرف اسی لیے کہ میں انکی سگی ماں نہیں ہوں۔ آپ نے کبھی مجھے ان دونوں کی ماں سمجھا ہی نہیں۔۔۔ ساری غلطی آپکی ہی ہے امّاں۔ صرف آپکی۔۔۔" وہ شاید روتے ہوئے وہاں سے چلی گئی تھیں۔ شہوار خاموش تھی۔ اور دادی ساکت۔۔۔ اتنا زہر کہاں سے آیا تھا زُلیخا کے دل میں؟

---------+-----------+-------

اگلے دن مظہر کی ہسپتال سے واپسی ہو گئی تھی۔سب انکے پاس تھے سوائے شہوار کے، تیمور سے بات کرنے کے بعد اس نے اپنا احتساب کیا تو اپنی کوتاہیاں بھی نظر آئی تھیں۔وہ چھپ کر اُنہیں دیکھ رہی تھی سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیسے جا کر اُن سے بات کرے، وہ کشمکش میں تھی کے مظہر صاحب کی نظریں خود ہی اس پر پڑ گئی۔انہوں نے اشارے سے اُسے اپنے پاس بلایا وہ ٹرانس کی کیفیت میں چلتی ہوئے انکے پاس آئی۔

"اتنا ناراض ہو کہ ملنے بھی نہیں آؤ گی؟"انہوں نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا تو وہ اُن کے برابر بیٹھی پھر انکے کچھ بولنے سے پہلے ہی انکے گلے لگ کر رو پڑی

"بابا۔۔"وہ روتی جاتی تھی اور کہتی جاتی تھی۔نہ کوئی گلے شکوے ہوئے، نہ کسی نے کسی سے معافی مانگی اور نہ ہی کوئی پرانی بات دہرائی گئی۔اور سب کچھ خود ہی ٹھیک ہو گیا۔

بس اتنی سی بات تھی۔۔۔۔

https://zeelazafar.com/

مطلع صاف ہو چکا تھا۔ شہوار بھی رو رو کر چپ ہو چکی تھی لہٰذا اب مسکرا رہی تھی، مظہر صاحب ہسپتال کا کوئی مزیدار سا قصہ سنا رہے تھے، انکی دوسری جانب رمشا بیٹھی تھی۔ دونوں بیٹیوں کو انہوں نے اپنے ساتھ لگا یا ہوا تھا۔ یہ منظر دیکھنے والی آنکھوں کو بھلا معلوم ہوتا تھا۔

رشتوں میں چھوٹی چھوٹی رنجشیں یا اختلافات آجائے تو اُنہیں فوراً دور کر دینا چاہیے، سب کچھ کہہ سن کر بات ختم کر دینی چاہیے، سامنے والا پہل نہ بھی کرے تو خود قدم بڑھا لینا چاہیے۔۔۔ یقین مانیے، بعض اوقات تو کہنے سننے کی نوبت بھی نہیں آتی، سامنے والا بس ہمارے آنے کا منتظر ہوتا ہے۔ کیونکہ محبتوں میں انا کی بات نہیں چلتی۔۔۔ ایسے نہ دیکھیں ہمیں، ہم بھی کبھی کبھی سنجیدہ ہو جاتے ہیں۔۔۔

---------+------------+-------

اگلا دن کافی نہ خوش گوار تھا، کیونکہ مظہر صاحب کو پچھلے تمام واقعی کی خبر ہو گئی تھی اور یہ خبر کرنے والی خود زُلیخا تھیں۔ مقصد اُنکا شکایت کرنا تھا لیکن مظہر صاحب الٹا انہی سے سوال جواب کرنے بیٹھ گئے اور انکی بیگم نے کبھی اپنی غلطی تسلیم تو کرنی نہ تھی۔ بحث بڑھتی گئی حتٰی کہ مظہر صاحب نے غصّے میں اُنہیں اپنی بیٹیوں سے گزشتہ

تمام غلطیوں کے لیے معافی مانگنے کا حکم دے دیا۔انکے نزدیک زُلیخا نے جو انکی ماں کی توہین کی تھی اُسکا بدلا اسی طرح لیا جاسکتا تھا۔وہ بھی اکڑ کہ بولیں۔

"اگر نہ مانگوں تو؟"آنکھوں سے چیلنج چھلکتا تھا

"تو تم جہاں جانا چاہتی ہو چلی جاؤ مگر اس گھر میں رہنے کی ضرورت نہیں ہے"انہوں نے سرد لہجے میں کہا

"ٹھیک ہے۔۔۔یہ گھر ویسے بھی،میرا کبھی تھا ہی نہیں۔یہاں رہنے کا مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے۔"وہ کہہ کر رکی نہیں،وہاں سے کا کر وہ اپنا اور اپنے چھوٹے بیٹے فاروق کا سامان باندھنے لگیں۔مظہر صاحب نے ایک بار بھی اُنہیں نہیں روکا،انہوں نے نعمان سے ساتھ چلنے کو کہا تو اس نے بس اتنا کہا کہ۔۔۔

"میں آپکو نانی کے گھر چھوڑنے تو جاسکتا ہوں امی،لیکن مجھ سے یہ گھر چھوڑنے کی توقع نہ کیجیۓ گا۔میں وہاں نہیں رہونگا"اُسکا لہجہ اٹل تھا۔فاروق تو بچہ تھا لیکن نعمان پر وہ زبردستی نہیں کرسکتی تھیں

"تم بھی میرے نہیں رہے۔۔افسوس"وہ عجیب سے لہجے میں کہتی گاڑی کی طرف بڑھ گئی تھیں۔گھر میں سب کو اس واقعے کا علم انکے جانے کے بعد ہوا تھا لیکن سب نے چپ سادھ لی تھی

---------+------------+------

فجر کے وقت نماز ادا کرنے کے بعد شہوار ٹریس پر آکر کھڑی ہوئی تو نیچے گیٹ سے اُسے تیمور داخل ہوتا دکھائی دیا، سر پر نماز کی ٹوپی پہنے وہ مسجد سے آرہا تھا۔ شہوار مسلسل اُسے ہی دیکھ رہی تھی۔ وہ اتنا برا تو اسے کبھی نہیں لگتا تھا، کتنی اچھی دوستی تھی اُن دونوں کی۔۔۔ ساتھ کھیلنا، لڑنا جھگڑنا، شرارتیں کرنا۔۔اسکی نظریں بھی شہوار پر پڑی تھی اُسے دیکھ کر وہ رکنے کے بجائے اندر کی جانب بڑھ گیا۔ شہوار جانتی تھی کہ وہ ضرور اسی کے پاس آئیگا۔اس نے گہرائی سانس لے کر خود کو اس سے بات کرنے کے لیے تیار کیا۔ آج آر یا پار ہو کر رہے گا، آج یہ بات ختم ہو ہی جانی چاہیے اگر وہ نہیں چاہتا تو وہ بھی اسکی زندگی میں زبردستی شامل نہیں ہوگی۔ایسے ہے تو ایسے ہی سہی، تھوڑی دیر میں وہ بھی اوپر موجود تھا۔ ریلنگ سے ہاتھ ٹکائے اس سے کچھ دور کھڑا تھا۔

"کیسے ہو؟" وہ چکّر کھا کر گر جاتا شاید۔۔۔ آج کتنے سالوں بعد شہوار نے اُسے خود سے مخاطب سے کیا تھا۔ وہ بھی عام سے لہجے میں۔۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔۔ تم بتاؤ چاچو کیسے ہیں؟"

"بہت بہتر ہیں اللہ کا شکر۔۔۔بی پی کافی دنوں کے مقابلے میں نارمل ہے۔دوائی کھانے میں نخرے کرتے ہیں لیکن میں دیتی ہوں تو کھا لیتے ہیں۔دادی کہتی ہیں کے پہلوٹی کی اولاد ماں باپ کی لاڈلی نہیں ہوتی بلکہ انکی دوست ہوتی ہے،اپنی بات منوا ہی لیتی ہے۔کبھی پیار سے، کبھی ناراض ہو کہ تو کبھی لڑ جھگڑ کر۔۔۔جیسے کہ میں" وہ مسکراتے ہوئی کہہ رہی تھی۔

"لیکن یہ پہلوٹی کی اولاد ناماں باپ کو تنگ بھی بہت کرتی ہی۔جیسے کہ میں "اس نے جواباً کہا تو دونوں ہنس دیئے۔

"تمہارے ساتھ بھی غلط ہوا ہے،ایک طلاق یافتہ لڑکی زبردستی تمہارے سر پے تھونپ دی گئی۔اب میں سوچتی ہوں کہ اگر میں تمہاری جگہ ہوتی تو جتنی میں ضدی ہوں، شاید میں بھی وہی کرتی جو تم نے کیا۔۔۔"وہ آج اُسے حیران کر رہی تھی۔ہر بار وہ ایک نئے روپ کے ساتھ اسکے سامنے آتی تھی۔

"میں اپنے عمل کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں"

"اسکی ضرورت نہیں ہے۔میں نے کہا نا۔۔۔تم اپنی جگہ سہی تھے"

"تو تم کوئی وضاحت نہیں سننا چاہتی؟"

"نہیں۔۔۔پرانی باتیں دہرانے کا کیا فائدہ؟"

"تو پھر میں یہ بتاؤں کہ میں نے ان چار سالوں میں کیا کیا؟ میں تمہیں بتاؤں کہ میں نے تمہیں کتنا یاد کیا؟ میں بتاؤں رخ میرے ضمیر نے مجھے ہر دن اور ہر رات ملامت کیا۔۔اور یہ کہ میں اپنی انا کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنی شرمندگی کی وجہ سے واپس آنے سے گھبراتا تھا۔اور یہ کہ جو فیصلہ مجھ سے میری شرمندگی نہ کرواسکی وہ ایک جھوٹے خلع کے نوٹس نے کروالیا۔تم سے دور ہونے کے خیال نے مجھے وہاں مزید رکنے نہیں دیا۔۔کیا میں بتاؤں کہ تُم مجھے کتنی اچھی لگتی ہو؟"

"کیا بکواس کررہے ہو؟"اسکی تیوری پر بل ضرور پڑے لیکن لہجے میں غصّے سے زیادہ حیرانی تھی

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔جب تمہارا نکاح ہورہا تھا تب تک تم میری اچھی دوست تھی میں نے ایسا کچھ نہیں سوچا تھا،جب تمہارا نکاح ٹوٹا تو مجھے بھی بہت غصّہ آیا تھا۔کسی اور وقت میں، کسی اچھے لمحے میں سب گھر والے مجھ سے میری رائے پوچھ کر فیصلہ کرتے تو میں بخوشی ہاں کہتا لیکن جس طرح سب کچھ ہوا اس نے مجھے ضدی بنا دیا تھا۔ لیکن ایک بات بتاؤں شہوار۔۔۔"وہ رکا، شہوار سن سی اُسے دیکھ رہی تھی۔

"مجھے چار سال میری انا یا میری ضد نے وہاں نہیں روکا تھا بلکہ میرے ضمیر کی مار نے مجھے اتنے عرصے سب سے چھپنے پر مجبور کیا تھا۔ میرا غصّہ تو ایک آدھ ماہ میں ہی اُتر گیا تھا اور وہ یقیناً یہاں رہ کر بھی اُتر جاتا لیکن گھر چھوڑ کر جانے کی جو میں نے غلطی کی تھی۔ اس غلطی کی بہت بڑی سزا کاٹی ہے۔ اپنوں سے دور رہ کر، اتنے رمضان، اتنی عیدیں میں نے اکیلے گزاری ہیں، کاش کے میں ایسا نہ کرتا۔ ڈر لگتا تھا مجھے کے کس منہ سے واپس گھر آؤنگا؟ خاص طور پر تمہارا سامنا کیسے کرونگا؟ تم مجھے اچھی لگتی تھی، لیکن جب سے نکاح ہوا ہے تب سے۔۔۔" وہ رکا،

"تب سے؟"

"تب سے تم مجھے اور بھی زیادہ اچھی لگتی ہو"

"تم سچ کہہ رہے ہو؟" وہ حیران تھی یا خوش، یہ اندازہ لگانا مشکل تھا

"ہاں۔۔ جب دادی نے تمہاری طرف سے خلع کا نوٹس بھیجا اور یہ کہا کے وہ کسی اور سے تمہاری شادی کر رہی ہیں تو مجھے لگا کہ شاید میری سانس رک گئی ہے۔ اسی لمحے میں نے سوچا کہ اگر میں اب بھی واپس نہیں گیا تو دیر

ہو جائیگی۔اور میرے ذلیل کمینے بھائیوں میں سے کسی نے بھی نہیں بتایا کہ یہ دادی کی جانب سے ایک دھوکہ تھا"اس نے ایکدم ہی منہ بسورتے ہوئے کہاتووہ ہنس پڑی۔وہ خوش ہوا۔۔

"تم نے مجھے معاف کر دیا"اس نے امید سے پوچھا

"نہیں۔۔۔"

"کیوں؟"

"تمہیں معلوم ہے کہ میں نے کتنا کچھ برداشت کیا ہے؟خاندان کا ہر فرد مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھتا تھا۔مجھ سے نہیں لیکن میرے سامنے بیٹھ کر کبھی دادی سے تو کبھی کسی اور بڑے سے بار بار میری رخصتی کے حوالے سے سوال کرتا تھا۔ایسے میں دادی کتنے بہانے بناتی تھیں مجھ سے پوچھو۔"وہ غصّہ نہیں تھی لیکن جتاناضروری تھا۔

"مجھے احساس ہے،اسی لیے تو کہہ رہا ہوں کہ مجھے ایک موقع دو۔میں دوبارہ ایسی غلطی نہیں کرونگا۔پلیز شہوار۔۔۔"

"شہوار معاف کردو نا بیچارے کو۔۔۔ دیکھو کتنا مسکین لگ رہا ہے" پیچھے سے آتی آواز پر وہ دونوں اچھلے تھے۔ سیڑھیوں پر یمنی بدتمیز ہاتھ باندھے چہرے پر اپنی ٹریڈ مارک شیطانی مسکراہٹ سجائے اُن دونوں کو دیکھ رہی تھے۔

"تم کیا کر رہی ہو یہاں ؟"

"ارے ارے دولہے بھائی۔۔۔ غصّہ کیوں ہو رہے ہیں۔ میں تو آپ ہی کی سفارش کے لیے یہاں آئی ہوں" وہ چلتی ہوئے اس تک آئی شہوار کھا جانے والی نظروں سے اُسے دیکھ رہی تھی۔ جسے وہ بندر خاطر میں نہیں لا رہی تھی

"ایک تو اس گھر میں بندہ دو گھڑی سکون سے بات بھی نہیں کر سکتا" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔ پھر سیڑھیوں کی جانب منہ کر کے بولا

"آجاؤ باقی سارے باہر، پتہ ہے مجھے کے تُم لوگ بھی یہیں ہو" باقی سارے شیطان کھی کھی کرتے دیوار کے پیچھے سے برآمد ہوئے تھے،اُن دونوں کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اُنہیں کچا چبا جائیں۔رنگ میں بھنگ ڈالنا کوئی ان سے سیکھے۔

"بھئی ہم نے سوچا کہ شاید ہماری سفارش کی یا مدد کی ضرورت ہو اسی لیے آ گئے۔"

"بہت اچھا کیا۔۔" تیمور نے منہ بگاڑتے ہوئے کہا

"بھابھی۔۔۔معاف کر دیں ہمارے بھائی کو" سفیان کے بھابھی کہنے پر شہوار نے اُسے گھورا تھا

"ہاں ہاں۔۔اسکی شکل پر نہ جائیں، یہ دل کا بہت اچھا ہے" تبریز نے کہا تو وہاں قہقہ پڑا

"کیا مطلب تھا آپکا؟" تیمور نے پوچھا

"وہی جو آپ نے سمجھا" فیضان نے جواب دیا

"چلو نا شہوار۔۔معاف کر دو اُسے۔۔۔" رمشا نے بھی کہا۔سب ہی ایک ساتھ اُسے منانا شروع ہو گئے تھے

"پلیز شہوار مان جاؤ۔۔" مرجان نے بھی پیار سے کہا

"ایک شرط پر۔۔"

"کیسی شرط؟"

"اپنے بھائی سے کہو کہ وہ مجھے شادی کے فنکشن کے لیے وہی جوڑے لا کر دے گا جو میں نے پسند کیے تھے۔۔"

"کونسے جوڑے؟" تیمور کو سمجھ نہیں آئی کن جوڑوں کی بات ہو رہی ہے

"وہ جو ڈھائی لاکھ کا ایک جوڑا تھا۔۔۔وہ والا" جیا نے تصدیق کرنی چاہی

"ہاں وہی۔۔۔"

"ڈھائی لاکھ کا جوڑا۔۔" تیمور کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں

"صرف ایک فنکشن کا۔۔" شہوار نے شان بے نیازی سے کہا

"خدا کا خوف کرو کچھ میری ایک مہینے کی تنخواہ ہے یہ۔۔"

"ٹھیک ہے پھر، میری طرف سے انکار ہے" اس نے مزے سے کہا

"اوہ بھائی۔۔۔مان جا اتنی مشکل سے تو ہو رہی ہے تمہاری شادی" فیضان نے اسکے کان میں کہا

"اچھا ٹھیک ہے۔۔"اس نے بے بسی سے کہا

"تو پھر میں ہاں سمجھوں؟"

"ہمم۔۔۔"اس نے سوچنے کی اداکاری کی پھر مسکراتے ہوئی بولی

"اب تم اتنا کر ہی رہے ہو میرے لیے تو ٹھیک ہے۔میری طرف سے ہاں ہے"اس نے گویا احسان کیا

"یاہو۔۔۔"وہاں سب خوشی سے بھنگڑے ڈالنے والی ہو گئے تھے۔

"انسان بنو۔۔۔ صبح صبح کا وقت ہے محلے والے پاگل سمجھیں گے"مرجان نے وقت کا احساس دلایا تھا**(آپ یقیناً ہنسنا چاہتے ہیں نا)**

"کیا مطلب؟ وہ اب تک تم لوگوں کو نارمل سمجھتے تھے؟"ارحم نے حیرانی سے پوچھا۔اس بات پر تو چھت پھاڑ قہقہ گونجا تھا۔**(بلاآخر اس پر بھی سلطان محل کی ہوائیں اثرانداز ہونے لگی تھیں)**

"تو اس خوشی میں آج کا ناشتا تیمور کی جانب سے"تبریز نے خود ساختہ اعلان کیا تھا

"اوہ بھائی۔۔۔میں کچھ نہیں کھلا رہا۔۔۔ابھی دو دن پہلے تو مجھے پتہ چلا ہے کہ شہوار کی شادی مجھ سے ہی ہو رہی ہے ورنہ پرسوں تک تو میں خلع کے عدالتی نوٹس کو سچ سمجھے اس غائبانہ دولہے کو تلاش کر رہا تھا" یہ سچ تھا دو دن پہلے تمام حقیقت معلوم ہونے پر وہ اپنے والدین اور دادی سے خوب ناراض ہوا تھا

"ہاہاہا۔۔۔ صحیح والی ہوئی ہے آپکے ساتھ "سفیان ہنسا تھا

"زیادہ ہنسو مت، تم لوگوں کی غداریاں تیر کی طرح لگی ہے مجھے۔۔"**(ایموشنل ہونے کی ناکام کوشش)**

"ایک بات بتاؤ۔۔اگر یہ سچ ہوتا اور واقعی کوئی دوسرا دولہا ہوتا تو پھر تم کیا کرتے؟"ارحم نے پوچھا

"اغوا کر لیتا، براءت لانے سے پہلے ہی ٹانگیں توڑ دیتا اسکی"اس نے آرام سے کہا

"اوہو۔۔۔"وہاں ہوٹنگ شروع ہو گئی تھی۔ شہوار کے چہرے پر سچی خوشی تھی۔ تیمور دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کر رہا تھا کہ اللہ نے اُسے وقت پر عقل دے دی تھی۔سب ہنسی مذاق کر رہے تھے۔اور بہت عرصے بعد گھر کا ماحول پھر سے ویسا ہی لگ رہا تھا۔

----------+------------+-----

آج کتنے عرصے کے بعد اُسے سکون کی نیند آئی تھی۔ فجر کے بعد جو وہ سونے لیٹی تو ایسا سوئی کہ وقت کا احساس ہی نہ ہوا حتیٰ کہ ساڑھے بارہ بجے کے قریب اُسے زلزے کے جھٹکے محسوس ہوئے، ساتھ سور اسرافیل بھی سنائی دے رہا تھا۔

"یا اللہ خیر!" وہ ہڑبڑاتے ہوئے اٹھ بیٹھی۔ سامنے ہی یمنی نے ایک طوفان بد تمیزی برپا کیا ہوا تھا۔ تمام لڑکیاں اسکے گرد اکھٹا تھیں اور وہ جلدی جلدی کا شور مچا رہی تھی۔

"کیا ہوا ہے؟" شہوار کو فوری طور پر کچھ سمجھ نہیں آیا تھا۔

"اٹھ جائے شہوار بی بی۔۔ میرے پاس ایک بڑی خبر ہے"

"کیسی خبر۔۔"

اسکے لیے نیچے سٹور روم میں چلنا پڑے گا"

"یمنی وقت برباد نہ کرو اور سیدھے سیدھے بتاؤ کیا مسئلہ ہے؟"

"ایک تو تم لوگ کبھی بنا چوں چراں میری بات نہیں مانو گے" اس نے منہ بناتے ہوئی کہا

"تم بتا رہی ہو یا نہیں ؟" شہوار نے سختی سے پوچھا

"ارے بھئی۔۔۔ گھر کے تمام بڑے اس وقت دادی جان کے کمرے میں موجود ہیں کمرہ اندر سے بند ہے اور کسی بچے کو اندر جانے کی اجازت نہیں ہے"

"تو وہ کوئی اہم بات کر رہے ہونگے" صبا نے بتایا

"مجھے تو جیسے پتہ نہیں۔۔۔ وہی تو معلوم کرنا ہے کہ آخر وہ کیا بات ہے ؟"

"اوہ تو جانب کی ٹوہ لینے والی عادت اُنہیں چین نہیں لینے دے رہی" جیا نے طنز کیا

"ایسا ہی ہے۔۔" اس نے ڈھٹائی سے کہا

" پتہ ہے دادی جان کے کمرے کا ایک روشن دان سٹور روم کی دیوار پر ہے" اس نے رازداری سے بتایا

"تو اب تُم چھپ کر باتیں سنو گی ؟" شہوار نے پوچھا۔

" بھئی تم لوگوں کو نہیں سننا تو نہ سنو میں تو جا رہی ہوں ،" وہ کہہ کر یہ جا وہ جا ہو گئی۔ اسکے جانے کے بعد اُن سب نے ایک دوسرے کو چور نظروں سے دیکھا پھر سب ہی اسکے پیچھے چل پڑیں

--------+-------------+-----

"اس روشن دان تک تمہارے فرشتے پہنچے گے ؟" صبا نے یمنی کو دھموکہ جڑتے ہوئے پوچھا

"ارے وہ اسٹول ہے نا۔۔" اس نے اسٹول کی طرف اشارہ کیا

جتنا اونچا یہ روشن دان ہے نا، اسٹول پر چڑھ کر بھی صرف تمہاری اُنگلیاں ہی پہنچ سکتی ہے" جیا نے بتایا

"شہوار کا تو چہرہ پہنچ سکتا ہے۔" جیا نے کہا تو سب نے اتفاق کیا کیونکہ شہوار کا قد باقی سب سے لمبا تھا۔

"نہیں میں یہ گناہ کا کام نہیں کرونگی" اس نے کہا۔ ویسے ہی نیند خراب ہو جانے کا غم تھا

"ٹھیک ہے پھر میں بھی دادی کو بتادونگی کہ انہوں نے تمہیں جو لہنگے لینے سے منع کیا ہے تم نے اسی کی فرمائش کی ہے تیمور سے، پتہ ہے نا بے جا اسراف انکو قطع نہیں پسند۔۔۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔۔۔" اس نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔ **(دھمکیوں اور بلیکمیلنگ میں تو یہاں سب پی ایچ ڈی تھے)**

وہ اسٹول پر چڑھ کر کھڑی ہوئی۔واقعی اُسکا چہرہ روشن دان تک آرام سے پہنچ گیا تھا۔وہ پانچ منٹ تک روشن دان سے چپک کر کھڑی رہی لیکن اپنی جگہ سے ہلی تک نہیں۔

"اوئے شہوار۔۔۔بتاؤنا کیا ہو رہا ہے اندر؟"سب سے بے چین روح تو یمنیٰ ہی کی تھی۔اس نے جواب نہیں دیا

"دیوار سے چپک گئی ہو کیا؟"صبا نے پوچھا

"جلدی کرو یار۔۔۔کوئی آنہ جائے"رمشا نے خوفزدہ انداز میں کہا

"شہوار۔۔۔کیا ہوا؟"مرجان نے بھی کوفت سے پوچھا تو اس نے پہلے مڑ کر اُسے دیکھا پھر اسٹول سے اُتر کر نیچے اسکے پاس آئی

"جاناں۔۔"اسکے لہجے میں کچھ عجیب تھا

"کیا ہوا شہوار؟"وہ پریشان ہوئی

"سہیل پھوپھا۔۔۔"وہ سسپنس پھیلا رہی تھی۔

"کیا ہوا بولو بھی۔۔۔"

"سہیل پھوپھانے۔۔۔۔ارحم کے لیے۔۔"وہ رکی اور پھر تقریباً چیختے ہوئے بولی

"تمہارا ہاتھ مانگا ہے"

"کیا۔۔۔؟"حیرانی اور خوشی سے ملی جلی آوازیں گونجی تھیں۔

"لیکن پھوپھا اسکا ہاتھ لے کر کیا کرینگے؟"یمنی نے آخیر درجے کی بونگی ماری تھی۔سب نے اُسے نظرانداز کیا تھا

"اوہو۔۔۔ارحم بھائی تو بڑے چھپے رستم نکلیں"جیانے اُسے چھیڑا۔جب کہ اُسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا ردعمل دے

"لیکن ارحم کے پاس تو اپنا ہاتھ موجود ہے۔پھر اسکے لیے جاناں کا ہاتھ کیوں مانگا؟"ایک مرتبہ پھر سے اُسے نظرانداز کیا گیا تھا **(آپ بھی کیجئے)**

"دادی نے ابھی سوچنے کا وقت مانگا ہے۔یقیناً تم سے تمہاری رائے پوچھیں گی۔"شہوار نے تفصیل سے بتایا

"اسکا ہاتھ لینے کے لیے بھی رائے پوچھ جائے گی؟" **(ایک مرتبہ پھر اگنور)**

"تم فوراً سے ہاں نہیں کہنا بلکہ تھوڑا ٹائم لینا۔پھر ہاں کہہ دینا"صبا نے سمجھداری سے کہا

"لیکن میں کیسے۔۔۔" وہ پریشان تھی

"لیکن ویقین کچھ نہیں۔۔۔"

"ارے کوئی مجھے بتائے گا بھی کہ مرجان کا ہاتھ لے کر ارحم کو کیوں دے رہے ہیں؟" یمنی نے زور سے پوچھا تو

بلاآخر تنگ آکر شہوار نے اسکے بازو پر کس کے تھپڑ لگایا تھا

"آہ۔۔۔" تھپڑ کھا کر وہ چیخی

"کون ہے وہاں؟" کسی کام سے کچن میں جاتی ثمرہ چاچی کو شاید چیخ سنائی دی تھی۔

"بھاگو۔۔" صبا نے سب کو بھاگنے کا اشارہ کیا اور چند سیکنڈ میں ہی سب وہاں سے رفوچکّر ہوئی تھیں۔

----------+-----------+-------

قمرالدین نے رسماً سوچنے کا وقت لیا، اس سے اچھا رشتہِ کہاں سے ملتا مرجان کو، مرجان سے اسکی رائے جاننے کے بعد ارحم کو ہاں کر دی گئی تھی۔ شادی کی تاریخ فیضان اور تیمور کی شادیوں کے ایک ماہ بعد کی تہہ ہوئی تھی۔ وقت کم تھا اور گھر میں تین تین شادیاں سر پر تھیں۔ سب لوگ کاموں میں بری طرح لگے ہوئے تھے۔ تبریز اور

سفیان کا تو ایک پاؤں گھر میں ہوتا تھا تو ایک پاؤں بازار میں، ایسے میں نومی چپ چپ سا تھا۔ تیمور اسکی اداسی کی وجہ بھانپ گیا تھا۔ یقیناً وہ اپنی ماں کی کمی محسوس کر رہا تھا۔ سب سے نظریں بچا کے وہ شہوار کے پاس آیا جو آج کل اس سے مکمل پردہ کر رہی تھی

"آپکو اندر آنے کی اجازت کس نے دی؟" دروازے پر ہی مرجان سے ٹکراؤ ہو گیا

"مجھے شہوار سے بات کرنی ہے۔ صرف پانچ منٹ دے دو" اس نے منّت آمیز لہجے میں کہا

"کوئی بات نہیں ہو گی۔" وہ ڈٹ کر کھڑی تھی

"یار جاناں۔۔ مجھے زُلیخا چاچی کے متعلق بات کرنی ہے" اس نے اب کے سنجیدگی سے کہا تو وہ خاموش ہوئی پھر بولی

"ٹھیک ہے، لیکن بس پانچ منٹ۔۔۔" وہ کہہ کر آگے سے ہٹ گئی۔ سامنے شہوار کانوں میں ہیڈ فون لگائے کوئی ویڈیو دیکھ رہی تھی۔ اس نے پاس جا کر اسکی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجائی تو وہ ہڑبڑا اٹھی

"تم۔۔ کیا کر رہے ہو یہاں پر؟" وہ غصّے سے بولی

"مجھے ضروری بات کرنی ہے" وہ سنجیدہ تھا

"کیا؟" وہ لیپ ٹاپ دوسری طرف رکھتے ہوئے حیران ہوتی بولی

"تم نے نومی کو دیکھا ہے۔"

"ہاں وہ نیچے والے لاؤنج میں بیٹھا ہے"

"افوہ۔۔۔میرا مطلب تم نے آج کل اسکو غور سے دیکھا ہے"

"کیا کہنا چاہ رہے ہو" وہ بیزار ہوئی۔

"یار صاف بات ہے زُلیخا چاچی گھر چھوڑ کر گئی ہوئی ہیں، اور گھر میں شادی کا ماحول ہے۔ایسے میں وہ اپنی ماں کو یاد کر رہا ہو گا" یہ سن کر وہ تھوڑی دیر چپ ہوئی

"میں کیا کر سکتی ہوں تیمور، میں نے تو اُنہیں گھر سے نہیں نکالا نا"

"ہاں تم نے نہیں نکالا، لیکن کہیں نا کہیں وجہ تو تم ہی بنی ہو"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ میں انکی دشمن ہوں؟ تم نے دیکھا نہیں کے اُنکا کیا رویّہ ہے میرے ساتھ؟" وہ جذباتی ہوئی

"شہوار۔۔۔ یاد کرو، کیا وہ شروع سے ہی ایسی تھیں؟ جب وہ اس گھر میں آئیں تھیں نا تو میں اس وقت سات سال کا تھا، مجھے اچھے سے یاد ہے کے وہ بھی باقی سب کی طرح بہت ہنس مکھ اور خوش مزاج تھیں۔ تمہارا اور رمشا کا خیال رکھتی تھیں وہ، تم لوگوں کے لیے نئے نئے کپڑے خرید کر اپنے ہاتھوں سے سی تھیں، کھانا کھلانے کے لیے تمہارے پیچھے دوڑ رہی ہوتی تھیں بلکہ رمشا کو تو انہوں نے اپنی گودوں میں پالا ہے۔ وہ ہمیشہ سے ایسی نہیں تھیں شہوار، یقیناً بیچ میں کچھ ایسا ہوا ہے جس نے انکو اس حد تک بدل دیا ہے"

"میں کیا کر سکتی ہوں تیمور" وہ تھک کر بولی

"تم بس اتنا کرو کے چاچو سے کہو کہ وہ جا کر اُنہیں واپس لے آئے۔ آج کل ویسے بھی وہ تمہاری ہر بات سنتے ہیں"

"تمہیں کیا لگتا ہے میں نے نہیں کہا ہو گا؟"

"تم نے اُن سے بات کی ہے؟" وہ حیران ہوا

"ہاں کی تھی؟امی سے اختلاف اپنی جگہ لیکن نومی میرا بھائی ہے۔میں بھی جانتی ہوں وہ اُداس ہے۔میں نے بابا سے بات کی تھی لیکن اس معاملے میں وہ میری بھی نہیں سن رہے، کہتے ہیں کہ زُلیخا خود گئی ہے تو واپس بھی خود ہی آئیگی "اس نے تفصیلاً بتایا تو وہ خاموش ہو گیا

"تو یہ معاملہ کیسے حل ہو گا؟"

"جن کا معاملہ ہے وہ خود حل کر لیں گے۔ ہمیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے" وہ پھر سے بیزار ہوئی تھی۔اب تیمور نے اُسے کچھ نہیں کہا اور سر ہلاتے ہوئے وہاں سے چلا گیا تھا۔

-----------+------------+-----

"امی کیوں ضد کر رہی ہیں؟ چلیں نا گھر واپس، پلیز" آج نومی اپنی نانی کے گھر آیا تھا۔اپنی امی کو منا کر واپس لیجانے کے لیے لیکن وہ تیار نہیں تھیں۔

"ضد تم کر رہے ہو"

"امی کیا آپ اپنے بچوں کی خوشیوں میں شامل نہیں ہونا چاہتیں؟"

"میں شامل نہیں ہونا چاہتی یا وہ سب مجھے شامل نہیں کرنا چاہتے؟ کوئی لینے آیا مجھے؟ کسی نے فون کر کے جھوٹے منہ حال احوال تک نہیں پوچھا، ایسا لگتا ہے سب میرے جانے کا ہی انتظار کر رہے تھے"

"ایسی بات نہیں ہے امی آپ خود گھر چھوڑ کر آئی ہیں نا۔۔ تو اب پھر واپس جانے میں کیا مسئلہ ہے؟"

"میں گھر چھوڑ کر نہیں آئیں ہوں تمہارے ابّو نے کہا تھا مجھے کہ نکل جاؤ گھر سے"

"اور آپ نکل گئی۔"

"تم بھی باقی سب کی طرح مجھے ہی غلط سمجھتے ہو"

"امی آپ ایسا کیوں کرتی ہیں" وہ زِچ ہوا

"ہاں میں ہی بری ہوں" وہ رو دینے کو تھیں۔ نعمان اُنہیں سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ وہ اٹھ کر انکے قدموں آ بیٹھا

"امی رمشا اور شہوار آپی آپکی ہی بیٹیاں ہیں، انہوں نے کیا بگاڑا ہے آپکا آپ کیوں ہر وقت انکے اتنا خلاف رہتی ہیں۔ مجھے بتایئے اگر اُن دونوں نے کبھی ابّو کو آپ کے خلاف کرنے کی کوشش کی ہو تو، میں معافی مانگنے کہونگا

اُنہیں آپ سے، بتائے کیا وہ آپ کو شروع سے پسند نہیں کرتی تھیں؟"اس نے اُنہیں بولنے پر مجبور کیا، تا کہ وہ ایک ہی بار دل کی بھڑاس نکال لیں۔ وہ کچھ دیر چپ رہیں پھر بولیں

"وہ دونوں۔۔۔ وہ دونوں تو میری بیٹیاں تھیں۔ چھوٹی چھوٹی سی،"انکی زبان سے نکلنے والے الفاظ اُسے حیران کر گئے تھے وہ تو سمجھ رہا تھا کہ وہ ابھی دل بھر کے رمشا اور شہوار کی شکایتیں کریں گی لیکن وہ تو عجیب کھوئے کھوئے سے لہجے میں کہہ رہی تھیں

"رمشا تو میری گودوں میں پلی تھی، وہ چار ماہ کی تھی جب میرے پاس آئی تھی، اُن دونوں سے میری دشمنی کیسے ہو سکتی ہے بھلا"

"تو پھر کیا ہوا امی۔۔۔"اس نے آہستہ سے پوچھا

"مظہر۔۔ سارا قصور مظہر کا ہے"وہ روتے ہوئے بولیں

"انہوں نے مجھ سے بخوشی شادی نہیں کی تھی، بلکہ امّاں جان کے کہنے پر کی تھی اور میں تب تئیس سال کی تھیں، مجھے یہ بتا دیا گیا تھا کہ مجھے اُن دو بن ماں کی بچیوں کو ماں کی طرح پالنا ہے، میں نے اس میں کوئی کوتاہی نہیں کی،

مجھے تو چھوٹے بچے شروع سے اچھے لگتے تھے میں اپنے بھانجوں بھتیجوں کے ساتھ سارا سارا دن کھیلتی تھیں، پھر یہ کیوں بری لگتی؟" وہ خود ہی سوال کر رہی تھیں اور خود ہی جواب دے رہی تھیں۔

"تمہارے باپ کو میں شاید پسند نہیں تھیں، وہ مجھ سے ٹھیک سے بات نہیں کرتے تھے۔ میں خاموشی سے انکے تمام کام کرتی تھیں لیکن وہ کبھی بیٹھ کر میرے ساتھ ایک کپ چائے بھی نہیں پیتے تھے ہر وقت اپنی پہلی بیوی کے غم میں کھوئے رہتے تھے، میں کچھ نہیں کہتی تھیں کہ ابھی تازہ تازہ غم ہے کچھ عرصے میں سنبھل جائیں گے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اُنکا رویّہ اور برا ہوتا گیا، نہ وہ میرے ساتھ بات کرتے تھے نہ ہی میرے کسی گھر والوں سے ملنا جلنا کرتے تھے حتیٰ کے دعوتوں اور عید، بقرہ عید تک میں، میں اپنے گھر اکیلے آتی تھیں اور پھر رشتے داروں کے ہزاروں سوالات پر جواب میں بہانے بناتی تھیں، لیکن کبھی اپنے گھر میں تمہارے ابّو کی شکایت نہیں کی، سب کچھ برداشت کیا۔ جب شہوار چار سال کی تھی تو تم پیدا ہوئے تھے، شہوار تھوڑی ضدی تھی اور اُسے ضدی بنانے والی بھی میں ہی تھیں، میں نے اسکی ہر خواہش پوری کی تھی، میں اُسے روز رات کو اپنی دائیں طرف سلاتی تھیں، اور رمشا کو بائیں طرف مجھے یاد ہے میں نے اسکی جگہ تمہیں سلایا اور اُسے کہا کہ اب بھائی چھوٹا

ہے وہ یہاں رہے گا تو وہ ضد کرنے لگی، پیار سے سمجھایا تو بھی نہیں سنا، ڈانٹنے پر بھی نہ مانی بلکہ غصّے میں اس نے تمہیں تھپڑ لگانے کی کوشش کی، میں مانتی ہوں کہ تب وہ بچی تھی لیکن نومی۔۔۔ مجھے بھی غصّے آگیا تھا، اور میں نے اُسے پلٹ کے تھپڑ لگایا تھا، اس نے جاکر اپنے باپ سے شکایت کی اور انہوں نے آکر مجھے بہت برا بھلا کہا تھا، حتٰی کہ شہوار اور رمشا کے سامنے مجھے انکی سوتیلی ماں کہا اور کہا کہ مجھے ان دونوں کو ڈانٹنے یا مارنے کا کوئی حق نہیں ہے، میں نے اُن سے کہا کہ میں نے ان دونوں کو سگی اولاد کی طرح پالا ہے، سگی ماں تھپڑ مار دے تو سب الٹا بچے کو سمجھاتے ہیں کہ غلطی تمہاری تھی لیکن اگر ماں سوتیلی ہو تو وہ ہی غلط ہوتی ہے، اس دن میں چپ نہیں ہوئیں، میں نے بھی اُنہیں دوبدو جواب دیا، اور غصّے میں گھر چھوڑ آئیں۔ تمہارے بابا مجھے لینے نہیں آئے، لیکن مجھے اپنی بیٹیوں کی فکر تھی اور میں خود ہی واپس آگئی لیکن جب میں واپس آئی تو مجھے ایک نئ شہوار ملی، میری غیر موجودگی میں اسکی سگی خالہ اُسکا خیال رکھنے آئی تھیں، اور انہوں نے میرے خلاف شہوار کو خوب بھڑکایا یہاں تک کہ اب اگر میں کسی بھی بات پر اسے ڈانٹتی تو وہ پانچ سال کی بچی مجھے سوتیلی ہونے کا طعنہ دے دیتی۔ شہوار کی خالہ کی جب تک شادی نہیں ہوئی وہ اکثر ہمارے گھر آتی اور اُسے میرے خلاف بھڑکا کر جاتی تھیں۔ جسکے بعد شہوار مجھ سے

بہت بد تمیزی کرتی تھی حتٰی کہ اپنی دادی اور بابا سے میری جھوٹی شکایتیں بھی لگانے لگی تھی۔ میں نے مظہر سے کہا کہ مجھے اُسکا یہاں آنا پسند نہیں ہے تو وہ الٹا مجھ پر برہم ہونے لگے خ انکی مرحومہ بیوی سے جلن کے سبب میں ایسا کہہ رہیں ہوں۔ تمہارے باپ کا رویّہ میرے ساتھ سرد مہر سا ہو گیا تھا ان سب چیزوں نے مل کر مجھے اتنا پاگل کر دیا کہ میں جو ہمیشہ نیچی آواز میں بات کرتی تھیں، میں نے چیخنا چلانا اور ہر بات پر زبان چلانا شروع کر دیا۔ جسکی وجہ سے آئے روز میری اور مظہر کی تلخ کلامی ہوتی تھی اور پھر وہ روزانہ کے جھگڑوں میں تبدیل ہونے لگی، اور میں اتنی چڑچڑی ہو گئی کہ میں نے شہوار پر ہاتھ اٹھانا شروع کر دیا اور میں مانتی ہوں کے بعض اوقات شہوار کی غلطی نہ ہوتے ہوئے بھی میں مظہر کا غصّہ اس پر اُتار دیتی تھیں۔ یہاں تک کہ گھر کا ماحول بد تر ہو گیا۔ تمہاری دادی نے اُسے اپنے پاس بلا لیا اور شہوار کے ساتھ ساتھ رمشا نے بھی انکے فلور پر رہنا شروع کر دیا۔ میں نے اُن دونوں کو اپنا دشمن سمجھنا شروع کر دیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مظہر نے بھی مجھ سے بحث کرنا چھوڑ دی اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دیا اور میں اپنے آپ میں ہی پاگل ہوتی چلی گئی۔ گھر کا ہر شخص مجھے اپنا دشمن لگنے لگا

تھا۔" وہ رو رہی تھیں۔ کبھی کبھی انسانی روّیے بھی ہماری خرابی کا سبب بنتے ہیں۔ انکے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔ وہ اچھی عورت تھیں لیکن اُنکا صبر جواب دے گیا تھا اور وہ مکمل منفی کردار کے طور پر سامنے آئی تھیں۔

"امی۔۔۔ آپ ایک بار دادی جان سے کہتی، مجھے یقین ہے کہ وہ آپکا مسئلہ ضرور حل کرتیں" وہ بہت دیر بعد بولا

"میں پردہ رکھنا چاہتی تھیں، مجھے اپنے گھر کے حالات سب کے سامنے بتاتے ہوئے شرم آتی تھی اور دوسرا میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میری زبان درازی کی وجہ سے سب نے مجھ سے بات کرنا ہی چھوڑ دیا۔ مجھے کہنا نہیں آتا تھا نعمان لیکن مجھے سب کے رویے تکلیف دیتے تھے، میں بھی چاہتی تھیں کہ کوئی تو خود ہی مجھے سمجھے، کوئی تو کبھی بیٹھ کر میری بھی سنے۔ لیکن نا کبھی تمہارے باپ نے ایسا کیا نہ ہی کسی اور نے، مجھے اس گھر کے ہر فرد سے نفرت ہونے لگی تھی، میں کیا کرتی؟ میری بھی ماں نہیں تھی ہمیشہ بھائیوں نے پالا اور بھابھیوں نے شادی شدہ آدمی سے میری شادی کروادی میں نے اف تک نہیں کی، شہوار اور رمشاء میں مجھے اپنا بچپن دکھتا تھا۔ دیکھ لو مظہر کو اب بھی میری فکر نہیں ہی، مجھے لینے تک نہیں آئے۔ میں نے تو سب سے محبت کی تھی، لیکن ان سب نے مل کر مجھے برا بنا دیا۔ میں بری نہیں تھیں نومی، میں اتنی بری نہیں تھیں" وہ ہچکیوں سے رو رہی تھیں۔ نعمان

سے جھکائے بیٹھا تھا۔اسکے پاس الفاظ نہیں تھے اُنہیں تسلی دینے کے لیے۔۔۔وہ بہت دیر روتی رہیں نہ جانے کون کون سے دُکھ ایک ساتھ تازہ ہوئے تھے۔

"امی۔۔۔۔"اس نے انکے گھٹنوں پر ہاتھ رکھا تو انہوں نے نظریں اٹھا کر اُسے دیکھا۔وہ شہوار تھی۔اُسے نعمان اپنے ساتھ لایا تھا لیکن اس نے زُلیخا کو اسکی آمد کے بارے میں نہیں بتایا تھا،وہ انکے سامنے آنے کے بجائے کمرے کے باہر کھڑی ہو گئی تھی کہ اُسے دیکھ کر خوامخواہ وہ بگڑیں گی،اور زُلیخا سمجھتی رہیں کہ صرف نومی وہاں ہے اب وہ آنسوؤں سے تر چہرہ لیے اُنہیں دیکھ رہی تھی۔وہ حیران ہوئیں

"امی مجھے معاف کر دے،میں نے جو بھی کیا تھا نادانی میں کیا تھا،اور مجھے تو یاد تک نہیں ہے کہ میں اتنی بری ہو گئی تھیں۔مجھے معاف کر دے امی،میں نے آپکو اتنی تکلیف پہنچائی،"وہ رو رہی تھی۔وہ بھی تو اتنی بری نہیں تھی

"میں نے اپنی سگی ماں کو کبھی نہیں دیکھا،میں نے بس آپکو دیکھا ہے اور آپ ہی کو امی کہا ہے۔آپ ہی میری ماں ہیں،آپ چاہے تو مجھے ڈانٹے،چاہئے تو مارلے لیکن گھر واپس چلیں"زُلیخا بس اُسے دیکھے جا رہی تھیں،وہ تو انکی بیٹی تھی،انکی شہوار۔۔۔انہوں نے اُسکا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھاما۔وہ تو وہی ڈیڑھ سال کی بچی تھی جو اُنہیں

پہلی بار دیکھ کر شرارت سے پردے کے پیچھے چھپ گئی تھی۔ اور اُنہیں اسی لمحے اس پر ٹوٹ کر پیار آیا تھا۔ اور بلکل ویسا ہی پیار اب بھی اُمڈ کے آیا تھا۔ اتنے فاصلے کہاں سے آ گئے تھے انکے درمیان؟ اتنی نفرتوں نے کیسے دل میں گھر کر لیا تھا۔

"تمہارا قصور نہیں ہے بیٹا، تم تو بچی تھی۔ میں تو عقلمند تھی نا، مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا"

"نہیں امی آپ صحیح تھیں، میں سمجھ سکتی ہوں کہ جب آپ کسی کی زندگی میں زبردستی مسلط کر دیے جائیں تو کیسا لگتا ہے؟ میں جانتی ہوں بابا کا رویّہ آپکو کتنی تکلیف پہنچاتا ہو گا۔ میں اُن سے گھر جا کر لڑوں گی۔ بات نہیں کرونگی میں اُن سے جب تک کہ وہ آپکو یہاں لینے نہیں آئیں گے۔ بلکہ میں بھی گھر نہیں جاونگی۔ پھر تو انکو آنا ہی پڑے گا نا" وہ روٹھے بچے کی طرح بولتی اُنہیں بہت پیاری لگی تھی۔

"میری بچی" انہوں نے اُسے گلے سے لگا لیا۔ وہی تو تھی اُنکا مداوا، وہ ہی تو سمجھ سکتی تھی اُنہیں۔۔۔ اور کمرے کے باہر کھڑے مظہر صاحب جنہیں ثمینہ بیگم لڑ جھگڑ کر یہاں لے آئی تھی۔ شرمندگی کے مارے سر بھی نہیں اٹھا پا

رہے تھے۔ تو اصل قصوروار وہ تھے اور اتنے سال زُلیخا کو برا کہتے رہے، انکے اس منفی کردار کے پیچھے بھی وہی وجہ تھے۔ شہوار سے الگ ہوتی زُلیخا کی نظریں اُن پر پڑیں

"مظہر۔۔۔آپ یہاں" زُلیخا نے اُنہیں پُکارا۔ وہ چلتے ہوئے اُن دونوں کے پاس آئے اور اپنے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے

"سب میری کوتاہی ہے۔اگر ہو سکے تو مجھے بھی معاف کر دو"

"نہیں نہیں۔۔۔۔ میری بھی غلطیاں ہیں۔ آپ معافی مت مانگے" مطلع صاف ہو چکا تھا۔ ثمینہ بیگم مسکرا رہی تھیں۔

"جاؤ اور جلدی سے اپنا سامان لے کر آؤ ہم تمہیں لیے بغیر واپس نہیں جائے گے" مظہر صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا

"رمشا نہیں آئی ساتھ" ماں تھیں نا، اپنی دوسری بیٹی کی کمی فوراً محسوس کر لی تھی۔

"جی میں بھی آئی ہوں بابا کے ساتھ اور باہر ہی کھڑی ہوں اب تک، ایک تو کسی کو میں یاد ہی نہیں رہتی "اس نے منہ بسورتے ہوئے کہا اور انکے پاس آئی

"مجھے تو معافی نہیں مانگنی پڑے گی؟"اس نے شرارت سے پوچھا تو وہ ہنس پڑی

"نہیں بھئی۔۔۔تم تو میری پیاری بیٹی ہو "اُنہیں نے اسکے گال کھینچتے ہوئے پیار سے کہا

"یہ پیار محبت تو گھر جا کر بھی ہوتی رہے گی۔اب جلدی سے سامان تو باندھو" دادی جان نے اُنہیں مسکراتے ہوئے کہا تو وہ سر ہلاتی ہوئی جلدی سے سامان باندھنے چلی گئی۔رمشا اور شہوار بھی انکی مدد کے لیے ساتھ گئی تھی۔

"چلیں اماں جان جب تک آپ گاڑی میں چل کر بیٹھے "مظہر صاحب نے اُنہیں سہارا دے کر اٹھایا اور اپنے ساتھ باہر لے آئے۔

پیچھے کھڑا انومی اللہ کا شکر ادا کر رہا تھا، وہ بچپن سے جس فیملی کی خواہش کرتا آیا تھا آج اُسے وہ دیکھنے کو مل گئی تھی۔ وہ اپنی باقی زندگی بھی اس ایک منظر کے سہارے ہنسی خوشی گزار سکتا تھا۔یہی تو اسکی واحد خواہش تھی۔

-----------+---------+--------

چند ماہ بعد:

آ گئے آپ ماضی سے واپس؟ کیا کہا۔۔۔ شہوار اور تیمور کی شادی میں شریک نہیں ہوئے آپ؟ تو آپکو شادی میں شرکت کے لیے بھیجا بھی نہیں تھا۔ آپ تو پہلے ہی بن بلایا مہمان بن کر ارحم اور مرجان کی شادی میں کود پڑے تھے، اور اس شادی کا مکمل احوال جاننے ہم نے آپکو ماضی میں بھیجا تھا مفت میں دوسری شادیاں اٹینڈ کرنے نہیں۔۔۔ ٹھیک ہے ہم نے کہا تھا کہ ہم اتنے بداخلاق نہیں ہیں کہ بن بلائے مہمان کو شادی سے باہر ہی نکال دیں، لیکن ہم اتنے مہمان نواز بھی نہیں ہیں کہ مفت میں ہر شادی میں آپکو برداشت کریں۔ بس اتنا جان لیجئے کہ شہوار و تیمور اور فیضان و جیا کی شادی بخیر و خوبی انجام پا چکی ہیں اور ساتھ ہی سفیان کی اپنی رضامندی سے اسکی اور صبا کی بات بھی پکی ہو چکی ہے۔ جب یمنی بدتمیز کو یہ خبر ملی تو اُسے بیک وقت خوشی بھی ہوئی اور دُکھ بھی، خوشی اس بات کی کہ اسکی جگری یار اب اسکی بھابھی بننے جا رہی ہے اور دُکھ اس بات کا کہ وہ اکیلی کنواری رہ گئی ہے۔ خوشی کا اظہار اس نے بھنگڑے ڈال کر کیا اور دُکھ کا اظہار یہ کہہ کر کیا کہ "سب کی شادیاں ہو رہی ہیں لیکن میرا تو کسی کو خیال ہی نہیں ہے۔ گھر کی ساری لڑکیوں کہ بر تلاش لیے لیکن میرے لیے تو کوئی ڈھونڈا ہی نہیں" باپ

کے سامنے اس قدر بے باکی پر جہاں کشمالہ تائی نے اُسے کھینچ کر جوتا مارا تھا، وہیں اظہر تایاابّا دل کھول کر ہنسے تھے۔ پھر اُسے تسلی دیتے ہوئے کہنے لگے کہ " بھئی، تم ہمارے گھر کی انوکھی بچی ہو، تو تمہارے لیے یہ عام سے لڑکے تھوڑی چلیں گے، تمہارے لیے بھی کوئی انوکھا ہی ڈھونڈھنا پڑے گا نا۔ " **(اب مریخ سی ایلین بلوانا اتنا آسان تھوڑی ہے)**

خیر، یہ باتیں ختم کریں اور ذرا اسٹیج کی جانب متوجہ ہوں جہاں ارحم اور مرجان دولہا اور دلہن کا لباس زیب تن کیے کسی شہزادے اور شہزادی سے کم نہیں لگ رہے ہیں، اسٹیج پر ہی ارحم کے عین سامنے اسکی پانچ عدد سالیاں کھڑی ہیں۔ پانچوں نے ہی رنگوں کے فرق سے ایک ہی جیسے لباس پہنے ہوئے ہیں۔ ہال میں اس وقت رنگوں اور خوشبوں کا سیلاب امڈ آیا ہے۔ اسٹیج پر زبردست بحث چھڑی ہوئی ہے۔ ارحم صاحب ہکابکا سے نظر آرہے ہیں جب کہ مرجان صاحبہ کی ہنسی ہی تھمنے میں ہی نہیں آرہی۔ اور پانچوں سالیاں اس وقت " پیسے دے دو، جوتا لے لو " کی عملی تفسیر بنے کھڑیں ہیں۔

"یار! تم لوگ سمجھتی کیوں نہیں ہو، جتنے پیسے تم لوگ مانگ رہی ہو اتنے میں تو میں ایسے پانچ اور سیٹ لے لوں گا" ارحم نے بے چارگی سے کہا

"بھلے سے لے لیجیے گا لیکن ابھی تو پیسے دینے ہونگے" صبا نے کہا۔ لیکن اسکے کچھ جواب دینے سے قبل ہی نومی وہاں آن دھمکا

"ارے دولہے بھائی! اتنا بھی کیا گھبرانا، آپ کونسا پیدل گھر جا رہے ہیں؟ گاڑی میں ہی جانا ہے نا؟ تو پھر بغیر جوتوں کے چلے جانا" اس نے اپنے تئیں خاصا مفید مشورہ دیا تھا۔

"میں بغیر جوتوں کے کیوں گھر جاؤں؟ جب کے میرے جوتے میرے پاس ہیں؟" اس نے خاصی حیرانی سے پوچھا تو نومی کی نظریں اس کے پیروں تک گئی۔ جہاں دونوں جوتے اپنی جگہ پر موجود تھے۔

"ہیں؟ انہوں نے جوتے نہیں چرائے تو پھر کس بات کے پیسے مانگ رہی ہیں؟" وہ حیران ہوا

"کیوں کہ ان چڑیلوں نے جوتے نہیں بلکہ دولہے بھائی کا موبائل چرا لیا ہے" ارحم کے پیچھے کھڑے فیضان نے اسکی معلومات میں اضافہ کیا

"چچ چچ چچ۔۔۔۔ ہمارے خاندان کی لڑکیاں چورنی بھی بن گئی اب" اسی کے پیچھے کھڑے تیمور نے شرارت سے کہا

"دیکھو! ہم بغیر پیسوں کے موبائل واپس نہیں کرینگے" شہوار نے تیمور کو گھورتے ہوئے جواب دیا

"یار۔۔۔۔" ارحم روہانسا ہو گیا لیکن یہاں کسی کو فرق ہی نہیں پڑا

پیسے دے دو، سیل فون لے لو

ارحم کی سالیوں نے لہک لہک کر گانا شروع کر دیا تھا۔ وہ بیچارہ سر تھام کر رہ گیا تھا۔ یہ سالیاں تو اب ساری زندگی اس کے سر کا عذاب بنی تھیں۔

بس جی آپکا اور ہمارا ساتھ یہیں تک تھا کیونکہ کھانا کھل چکا ہے اور کھانے کے وقت ہم کسی کے نہیں ہوتے۔ ہم تو چلے، آپ اپنا انتظام خود کریں۔ یا پھر سفیان کا ساتھ دیں جو ڈھولک کی تھاپ پر اپنی منگیتر کے ہمراہ کھڑیں اپنی بہنوں کو دیکھ کر لہک لہک کر گا رہا ہے

کسی بے تکے شاعر کی بے سری قوالیوں

دولہے کی سالیوں، اوہرے دوپٹے والیوں

پیسے لے لو، سیل فون دے دو

پیسے لے لو، سیل فون دے دو

(ختم شد)

ژیلہ ظفر